کرن ڈائجسٹ
خواتین کا مقبول ترین ناول
بھیگی پلکیں ہنستے خواب
رُخ چوہدری

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین۔

اے رب عظیم تیرا اس قدر شکر جس قدر کہ تیرا علم عظیم ہے ورنہ ہم ناچیز بے حیثیت تو تیرے احسانات اور کرم نوازیوں کا شکرانہ ادا کرنے کی سکت نہیں رکھتے بے حد اور بے حساب حمد و ثناء اس ذات واحد کے لئے جس نے مجھ جیسی ناچیز کو جو ہمیشہ کتاب خواہاں رہی آج تیری ذات واحد نے صاحب کتاب ہونے کا شرف عطا کر دیا۔ الحمد للہ

''**بھیگی پلکیں ہنستے خواب**'' کا شمار میری اپنی تحریروں میں پسندیدہ تحریر ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کو میرے قارئین کی پسندیدگی کی سند بھی حاصل ہے۔ میں ذاتی طور پر ہر ناول کو اس لیے پسند کرتی ہوں کہ ناول اُردو ادب کی وہ صنف ہے جو اپنی جذبات کی وجہ سے آسان ترین ہے ناول کا دامن اتنا وسیع ہے کہ مصنف کہانی کو جتنا چاہے پھیلا لے۔ جیسے چاہے جتنی طویل چاہے منظر کشی کرے کردار نگاری کرے۔ اتنا ہی ناول دل چسپ اور خوبصورت ہوتا ہے اور چونکہ میں تفصیل پسند رائٹر ہوں۔

اس لیے مجھے ناول لکھنا بہت پسند بھی ہے اور آسان بھی لگتا ہے۔ الحمد للہ اب تک بارہ ناول لکھ چکی ہوں اور انشاء اللہ تادم حیات میرے نوکِ قلم سے نکلے ہوئے ناول آپ پڑھتے رہیں گے انشاء اللہ اب ذرا ذکر اس شخصیت کا جس کے نام میں یہ ناول انتساب کر رہی ہوں! ''بتول'' عرف ''باربی'' اس سے خون کا کوئی رشتہ نہیں...... ہاں محبت کے سارے رشتے اس پیاری سی لڑکی سے جڑ گئے ہیں۔ بڑی،

بڑی غزالی آنکھوں والی، لانبے بالوں والی، دراز قد، افسانوی ہیروئین کے سانچے میں ڈھلی ہوئی یہ لڑکی اتنی اچھی، اتنی پیاری اور سمجھدار ہے کہ ہماری خاموشی کو بھی سمجھ جاتی ہے۔ ہمارے آنسوؤں کو اپنی پلکوں میں اتار لینے والی اس لڑکی میں، اس کی محبت میں، اس کے لہجے میں، اس کی آواز میں جانے کیا بات ہے کہ میری دو عدد بھانجیاں ربیعہ لئیق اور علینہ لئیق بتول کو اس قدر چاہتی ہیں کہ انہوں نے اپنی محبت میں اپنی فیوریٹ ٹرین "باربی" کا نام "باربی" بتول کو دیا۔ یہ دونوں لڑکیاں خاصی خود پسند اور ـــــ تنک مزاج ہیں ان کی پسند پر پورا اترنا بہت مشکل بلکہ ناممکن سی بات ہے لیکن ہماری دوست "بتول" کی محبت اس کی باتوں میں اتنی محبت تھی اتنا خلوص تھا کہ یہ دونوں لڑکیاں اس کی دیوانی ہوگئیں اور اس کو باربی کا نام دیا اور اب عالم یہ ہے کہ "باربی" ان کی خالاؤں کے ساتھ کھڑی ہے کچھ لوگ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں محبت بانٹا کرتے ہیں اور محبت سمیٹا کرتے ہیں۔ نیکیاں کیا کرتے ہیں۔

دُعائیں سمیٹا کرتے ہیں۔ بے غرضی، بے لوث محبتوں کے اس پیکر کو کچھ لوگ "بتول" کہا کرتے ہیں اور کچھ "باربی" ـــــ ہر چند کہ ناول کی کہانی سے "بتول" کی شخصیت کا کوئی تعلق نہیں مگر پھر بھی میرا دل چاہا کہ یہ ناول اپنی چھوٹی بہن بہت اچھی پیاری مخلص دوست کے نام کروں۔ خدا کرے کہ ہماری محبتیں بتول "باربی" کی طرح بے غرض اور بے لوث ہو جائیں آمین۔ خوش رہیے آباد رہیے اللہ ہم سب کو محبت اور آسانیاں بانٹنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

فقط

رخ چوہدری

"**دیکھو** نیہا اگر میں بہت کم مارکس بھی لگاؤں تب بھی میرے مارکس سکسٹی سے زیادہ ہی بنتے ہیں۔"

روز پیپر دے کر آنے کے بعد پیپر کا جائزہ لینا اور گیس سے مارکس لگانا ہر اسٹوڈنٹ کی طرح ان کا بھی معمول تھا اس وقت بھی دونوں آخری پیپر دینے کے بعد گیس لگا رہی تھیں۔ شہوار گیس لگا کر نیہا کے پاس آ گئی تو وہ کشن کو گود میں رکھ کر بیٹھ گئی۔

"دیکھو شہوار! خود سے مارکس نہ لگاؤ ہوسکتا ہے اللہ کی مہربانی سے ہمارے نمبر اس سے کہیں زیادہ آجائیں کہتے ہیں اللہ کی رحمت بے پایاں ہیں .... بس دعا کرو اللہ سے"............ نیہا روز ہی اسے گیس لگانے سے منع کرتی تھی۔

''اللہ کی رحمت پر ایمان رکھو یقیناً ڈاکٹر بھی بن جاؤ گی اور پوزیشن نہیں تو اے ون گریڈ تو آئے گا۔'' شہوار بڑے یقین سے کہتی جب کہ نیہا اپنی پوری تیاری اور اچھے پیپر کے باوجود خوف زدہ ہی رہتی۔کوئی بات منہ سے نہ نکالتی کہ کوئی بڑی بات نہ نکل جائے جو اللہ کی پاک ذات کو ناگوار ہو جائے۔

''شہوار پلیز وقت سے پہلے کچھ مت کہو بس اللہ سے دعا کرو کہ اتنے نمبر ضرور دے کہ میڈیکل میں میرٹ پر ایڈمیشن ہو جائے اور اللہ تعالیٰ مجھے ڈاکٹر بنا دے۔''

نیہا نے صدق دل سے کہا' ڈاکٹر بننے کا اسے جنون کی حد تک شوق تھا اوراس شوق کا محرک بچپن کا ایک واقعہ بنا تھا جب وہ گیارہ سال کی تھی تو امی کے ساتھ ھوسپٹل گئی وہاں جو لیڈی ڈاکٹر تھی بے حد پیاری اور با اخلاق تھی ہر مریض سے' پیار سے بات کر رہی تھی۔ نیہا کو وہ بے حد پسند آئی اسی وقت ایک مریض درد سے تڑپتا آیا' وہ ڈاکٹر ذرا بھی نہ گھبرائی مریض کے ساتھ آنے والوں کو بھی تسلی دی مریض کو چیک کیا نرس کو انجیکشن لانے کو کہا اور اپنے نرم ہاتھوں سے مریض کو انجیکشن لگایا پین کلر نے اندر جاتے ہی اثر دکھا دیا اور درد سے بے حال ہوتا مریض پرسکون ہو گیا' وہ اس واقعے سے بے حد متاثر ہوئی تب ہی ننھے سے ذہن کے ساتھ اس نے ڈاکٹر بننے کا ارادہ کر لیا تھا جو دکھی انسانیت کے سکون کا باعث بنتا' راستے بھر وہ امی سے ڈاکٹرز کے بارے میں پوچھتی رہی اور یہ کہ ڈاکٹر بننے کے لئے کیا کرنا پڑتا ہے۔

امی نے اس کا فارمولا محنت اور لگن بتایا تو اس نے شوق کو منزل اور محنت کو شعار بنانے کے بعد دعا کو عادت بنا لیا' اس کی عادت تھی کہ محنت بھی کرتی اور

اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتی رہتی جس کا ثمر اسے کامیابی کی صورت میں ملتا ڈاکٹر بننے کی لگن میں اس نے بچپن ہی سے جان توڑ کوشش کی تھی اور ایف ایس سی تو اس کی منزل تک پہنچنے کا پہلا دروازہ تھا شہوار اس کی کزن بھی تھی اور دوست بھی' دونوں ایک ساتھ اس مرحلے تک پہنچی تھیں۔شہوار کو چونکہ ڈاکٹری کا اتنا کوئی خاص شوق نہ تھا۔ اس لئے محنت بھی یوں ہی سی کرتی مگر ذہین تھی اسی لئے اچھے نمبروں سے پاس ہو جایا کرتی تھی۔ مگر آج کا پیپر شہوار کا خاص نہ ہوا تھا' اسی لئے وہ فکر مند تھی۔

''ارے بھی کہاں ہیں یہ لڑکیاں۔'' کوریڈور سے زوہیب اور حارث کی آواز آئی۔

''شہوار! یہ سب اٹھا کر رکھ دو یہ لوگ مذاق اڑائیں گے کہ ہم لوگ حساب کتاب لگا رہے تھے۔'' اور قبل اس کے وہ پیپر اٹھا کر رکھتیں دونوں آن دھمکے۔

''کیا ہو رہا تھا بھی۔'' زوہیب نے شہوار کی چوٹی کھینچی۔

''دیکھ نہیں رہے گیس لگایا جا رہا تھا کہ کتنے نمبر آئیں گے پاس بھی ہوں گے کہ نہیں۔'' حارث نے چھیڑنے والے انداز میں نیہا کو دیکھا جو اسے گھورنے لگی۔

''کہتے ہیں کہ اگر شکل اچھی نہ ہو تو بات اچھی کرنا چاہیے تا کہ گوارہ تو ہو سکیں۔''

اس سلسلے میں نیہا بہت وہمی تھی حارث جو کہ شہوار کا بھائی بھی تھا۔ اس کی اسی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتا تھا۔

''اوہو ہم تو بہت سیریس ہیں اس معاملے میں ہم تو جان دے دیں گے مگر

ڈاکٹر ضرور بنیں گے سنا آپ نے بھائی زوہیب یہ ڈاکٹر ضرور بنیں گی۔"
حارث نے مکا بنا کر نیہا کی نقل اتاری۔

"ڈاکٹر اور یہ لوگ' مشکل ہے۔" زوہیب نے اشتہار والے انداز میں کہا تو نیہا روہانسی ہوگئی۔

"زوہیب بھائی پلیز ایسی بدفال منہ سے نہ نکالیں۔" نیہا نے اپنے سے دو سال بڑے زوہیب سے منت کی۔

"اوہو بھئی' ایسے منہ نہیں بناتے کہ اگلا بندہ خوف زدہ ہو جائے بھئی ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگ ہرٹ نہ ہو۔ اول تو میرٹ پر تم لوگوں کا آنا ہی مشکل ہے اگر آ بھی گئیں تو ڈاکٹر نہیں بن سکتیں۔" حارث نے چھیڑنے والے انداز میں دونوں کے سر پر ہاتھ پھیرا تو دونوں تڑپ اُٹھیں اور غصے سے اسے گھورنے لگیں۔

"کیوں نہیں بن سکتے ہم ڈاکٹر' عورت جہاز اڑا رہی ہے تو ہم ڈاکٹر کیوں نہیں بن سکتے۔"

شہوار بری طرح خفا ہو گئی تھی ان دونوں سے زوہیب نے حارث کو مصنوعی خفگی سے گھورا' کیا کرتے ہو یار بچیوں کو ناراض کر دیا' ہاں ہاں بھئی تم لوگ ڈاکٹر ضرور بنو گی مگر ڈنگر۔"

اور پھر شہوار کے حملے سے بچنے کے لئے زوہیب نیہا کی اوٹ میں ہو گیا وہ کون سا اس کے حق میں تھی جھٹ پیچھے ہٹ گئی تو شہوار کا اچھالا ہوا گلدان سیدھا زوہیب کی جانب آیا جسے اس نے سہولت سے کیچ کر لیا۔ اور آؤٹ آؤٹ کا شور مچا دیا۔

"ہاں میں ڈنگر ڈاکٹر بن کر سب سے پہلے تمہارا ہی علاج کروں گی.........." شہوار نے دانت کچکچائے۔

"ارے بھئی' اس میں اتنا خفا ہونے کی کیا ضرورت ہے مانا کہ عورت ڈاکٹر بھی بن سکتی ہے انجینئر اور پائیلٹ بھی مگر پتہ ہے ان کا لینڈ بہرحال کچن میں ہوتا ہے تو.......... میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ جب مرد کا معدہ ہی آپ کی منزل ٹھہرا تو کیا ضرورت ہے دن رات محنت کر کے اپنی شکلوں کو بے رنگ کرنے کی۔ محنت بھی برباد اور پیسہ بھی' کیوں بڑے بھائی۔" حارث نے اپنی بات کی تصدیق کے لیے زوہیب کو دیکھا۔

"بات تو تمہاری درست ہے' محنت اور پیسہ تو ایک طرف یہ ڈاکٹری کے امتحان میں پاس ہی نہیں ہوسکتیں۔ دیکھو تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ میں اس امتحان کی بات کر رہا ہوں۔" بات کرتے کرتے زوہیب نے شہوار کے پنجوں سے بچتے ہوئے بات بدلی۔

"تم لوگ کتنے فضول ہو' بجائے اچھی دعاؤں کے الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو.......... بس جاؤ تم لوگ یہاں سے" نیہا کو واقعی غصہ آگیا اس سلسلے میں وہ ویسے ہی وہمی تھی۔

"ارے بھئی' اس میں اتنا خفا ہونے کی کیا بات ہے دیکھو ناں ہماری تو دعا ہے کہ تم لوگ پوری دنیا میں فرسٹ آؤ مگر کچھ دوست میڈیکل میں پڑھتے ہیں بتا رہے تھے کہ پہلی بار میڈیکل کے اسٹوڈنٹس کو تنہا ایک مردے کے ساتھ رات بسر کرنا پڑتی ہے سوچو ایک تاریک کمرہ ہو' کمرے میں ایک مردہ ہو اور تم ہو اور اوپر سے آندھی طوفان آجائے تو.......... تو سوچو ذرا.........." زوہیب نے

ماحول کو خوف زدہ بنانے کے لیے الفاظ کے ساتھ منہ کے زاویے بھی ایسے بنائے وہ دونوں اندر سے کچھ خوف زدہ سی ہو گئیں۔

''کوئی بھی نہیں جھوٹ ہے یہ سب ایسے ہی۔'' شہوار نے جس کو واقعی خوف سا محسوس ہونے لگا تھا گھبرا گئی۔

''نہ مانو جب یہ سب ہوگا ناں تو روح فنا ہو جائے گی۔''

''اچھا جو ہو سو ہو آپ لوگوں کو کیا ہے الٹی سیدھی باتیں کر کے آپ ہمیں خوف زدہ نہیں کر سکتے۔ اور یوں بھی ہمیں بالکل بھی ڈر نہیں لگتا اور پھر مردہ تو بے جان ہوتا ہے اس سے کیا ڈرنا وہ میری ایک سینئر دوست ہے میڈیکل کے تیسرے سال میں ہیں انہوں نے تو کوئی بات نہیں بتائی۔ مردہ بیچارہ تو ڈاکٹر کی اسٹڈی کے لیے ہوتا ہے.........'' نیہا ان دونوں کی شرارت سمجھ گئی تھی اس لیے وہ لاپروائی کا مظاہرہ کرنے لگی تا کہ وہ مزید تنگ نہ کریں۔

''ارے واہ ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ نیہا بی بی اس قدر بہادر ہیں.........بھئی سمجھ لو تم ڈاکٹر بن گئیں۔'' حارث نے کہا تو نیہا نے صدق دل سے آمین کہا۔

''اچھا بھئی خدا حافظ شب بخیر.........'' زوہیب اور حارث معنی خیز نگاہوں سے ان کو دیکھتے نکل گئے۔

''ایسے ہی ہیں یہ لوگ' جیسے ہم کوئی ننھے چوزے ہی تو ہیں کہ ان کی باتوں کا یقین کر لیں گے اور اپنا ارادہ ترک کر دیں گے۔''

''ارے نہیں بھئی یوں ہی تنگ کر رہے تھے' اچھا چلو اب لائٹ آف کر دو آج تو سکون سے سوئیں گے' اتنے دن تو ایگزامز کی پریشانی سے نیند ہی نہیں

آتی تھی۔''

پھر دونوں لائٹ آف کر کے لیٹ گئیں نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ بارہ ایک بجے کا وقت تھا آج سب ہی خلاف معمول سو گئے تھے شاید' گھر کا سناٹا بتا رہا تھا مگر جلدی لیٹ جانے والی نیہا اور شہوار جنہوں نے زوہیب کی بات کو مذاق میں ٹال دیا مگر اب اندھیرے اور خاموشی میں جیسے وہ سب حقیقت محسوس ہونے لگا تھا۔ شہوار کو سخت خوف محسوس ہو رہا تھا وہ کروٹ بدل کر دیوار کی سائڈ پر ہو گئی اور زور سے آنکھیں میچ لیں' آیت الکرسی پڑھی خود پر پھونک ماری مگر خوف کی وجہ سے نیہا پر پھونک بھی نہ مار سکی باہر یقیناً بلی تھی مگر دونوں کے دل اچھل کر حلق میں آ گئے۔

''نیہا......... تم......... تم ڈر تو نہیں رہیں ناں۔ لو بھلا اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے......... لو مردے تو باہر اچھل کود......... کود کیا ہی کرتے ہیں۔''

شہوار کی آواز کپکپانے لگی۔ خود نیہا کو بھی خوف محسوس ہونے لگا' اتنی دیر میں بلی پھر کودی یا کوئی چیز گر گئی......... دونوں چیخ کر اک دوسرے سے لپٹ گئیں۔

''ششش۔ شہوار اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے ہم...... ہم تو ڈاکٹرز ہیں مستقبل کے ہمیں ڈرنا تو نہیں چاہیے۔'' نیہا نے اپنا پسینہ صاف کرتے ہوئے شہوار کو خود سے الگ کیا جو بری طرح چمٹی ہوئی تھی' دونوں زوہیب کو کوستی رہیں جس نے ڈرانے والی باتیں کی تھیں۔ نجانے کب تک دونوں ہولتی رہیں اور کب نیند آ گئی۔ آنکھ لگے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر دستک

شروع ہوگئی۔ چونکی تو وہ لوگ تھیں ہی اب دروازے پر دستک نے ایک بار پھر خوف زدہ کر دیا مگر دونوں اگنور کرکے پڑی رہیں۔ پھر کچھ دیر خاموشی رہی' دونوں دھڑکتے دل کے ساتھ دبکی رہیں پھر دروازہ بجا۔

''دروازہ کھولیں ڈاکٹر شہوار۔ ڈاکٹر نیہا پلیز دروازہ کھولیں۔'' باہر سے بگڑی ہوئی زنانہ سی آوازیں آرہی تھیں۔ دونوں کے دل اچھل کر حلق میں آگئے۔

''نیہا یہ۔ یہ مم۔ مردے ہیں' اب کیا ہوگا۔'' شہوار بری طرح خوف زدہ ہوکر نیہا سے لپٹ گئی۔

''د۔د۔ماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا۔ وہ یہاں کیسے آسکتے ہیں' ان کو کیا خبر ہمارا کمرہ کہاں ہے۔تم تو خو۔خواہ مخواہ ہی ڈرتی ہو۔'' مارے خوف کے نیہا کا اپنا دل بیٹھا جا رہا تھا۔اس نے کمبل اچھی طرح لپیٹ لیا' دروازہ پھر بجا۔

''آپ۔آپ لوگ کیسی ڈاکٹرز ہیں کہ آپ کو بیماروں کا خیال ہی نہیں۔ ہائے اوہ کس قدر تکلیف ہے ہڈیوں میں۔'' باہر سے واقعی کراہنے کی آوازیں آنے لگیں نیہا نے قدرے خود کو سنبھالا مگر شہوار تو دیوار میں گھسی جا رہی تھی۔

''مگر ہم لوگ ابھی ڈاکٹر نہیں بنے۔'' نیہا نے بمشکل خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

''اوہ بھئی' آج نہیں تو کل بن تو جاؤ گی ناں۔ دروازہ کھولو ورنہ ہم دیوار سے اندر آجائیں گے۔''

''کیا دیوار سے۔'' شہوار جو دیوار سے چمٹی ہوئی تھی اچھل کر بیڈ کے نیچے

گھس گئی۔

''یہ کیا بچپنا ہے شہوار! اٹھو۔ دیکھتے ہیں' ہے کون۔ چلو آؤ شاباش اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے۔ دیکھو بھوتوں چڑیلوں کا زمانہ تو ہے نہیں۔ ہوسکتا ہے۔کسی کو واقعی ہی ہماری ضرورت ہو کوئی واقعی بیمار ہو۔'' نیہا نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے خوف پر قابو پالیا تھا' وہ شہوار کا ہاتھ پکڑے باہر گھسیٹ رہی تھی۔

''اوہ احمق لڑکی! کوئی واقعی بیمار ہوسکتا ہے مگر ہم ڈاکٹر کہاں ہیں''۔ شہوار چڑ گئی۔

''ارے بھئی شہوار ابھی نہیں تو انشاء اللہ پانچ چھ سال بعد تو ہوں گے ہی۔''

''ہاں تو اپنے بیمار سے کہہ دو' پانچ چھ سال بعد ہی آئے۔''

وہ دونوں ابھی دروازہ کھولنے یا نہ کھولنے کا فیصلہ نہیں کر پائی تھیں کہ دروازہ پھر بجا۔

''ڈاکٹرز آپ دونوں کی اتنی طویل ڈسکشن کسی کی جان لے سکتی ہے۔آپ کو اندازہ نہیں کہ کوئی کتنی اذیت میں ہے۔''

باہر سے پھر آواز آئی تو نیہا کو ترس آگیا نجانے کون تھا جو اتنی اذیت میں تھا مگر شہوار کا کہنا بھی درست تھا کہ ابھی وہ کیا کرسکتی تھیں ابھی تو وہ ڈاکٹرز نہیں بنی تھیں۔اس نے گلا صاف کیا شہوار کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا۔

''دیکھیں پانچ چھ سال بعد آیئے گا کیونکہ ہمیں ڈاکٹر بننے میں اتنا ہی عرصہ لگے گا۔''

"کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک۔ مگر فی حال آپ اتنا تو کر سکتی ہیں کہ دروازہ تو کھول سکتی ہیں ایک گلاس پانی تو پلا سکتی ہیں۔ ہاں پانی تو پلا دیجئے پھر ہم چلے جائیں گے۔" باہر سے مصالحتی پیغام آیا تو نیہا جھٹ اٹھ گئی۔

"جی۔ جی میں ابھی پانی دیتی ہوں۔" اس نے جگ سے پانی گلاس میں بھرا اور پھر ذرا سا دروازہ کھول کر اس خوف سے ہاتھ باہر نکالا کہ کہیں ہاتھ سمیت باہر نہ رہ جائے دل تھا کہ اچھل اچھل کر حلق میں آ رہا تھا۔ شہوار دیوار سے چمٹی ہوئی چندھی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتے ہوئے نیہا کی بہادری کو خراج تحسین پیش کر رہی تھی۔

"آپ کیسی مستقبل کی ڈاکٹر ہیں نیہا بی بی کہ آپ کو اندازہ نہیں کہ مردے بھلا اپنے ہاتھ سے پانی پی سکتے ہیں' میرا مطلب ہے کہ میرے ہاتھ نہیں ہیں آپ اپنے ہاتھوں سے پانی پلا دیجئے اور دروازہ زیادہ کھولیے ناں۔"

اور پھر دروازے کو دھکا لگا دروازہ کھل گیا اور دروازے کے بیچوں بیچ انسانی ڈھانچا لٹک رہا تھا۔ شہوار تو شہوار نیہا کی بھی ساری بہادری ہوا ہو گئی ڈاکٹری دھری رہ گئی۔ دونوں نے آنکھیں بند کر کے جو چلانا شروع کیا تو گھر بھر جمع ہو گیا بزرگوں سمیت۔

"بدتمیز ناہنجار' یہ کیا بے ہودگی ہے ابھی بچیوں کے دل کو کچھ ہو جاتا تو۔" نیہا کے ابو عباس صاحب بری طرح خفا ہو رہے تھے۔

"وہ جی ذرا سا مذاق تھا۔" زوہیب منمنایا تو چچا جان نے کان پکڑ لیا۔

"چپ رہو' معلوم ہے ذرا سا مذاق بعض اوقات جان لیوا ثابت ہوتا

ہے۔"

"غضب خدا کا۔ دیکھو ذرا بچیوں کے رنگ کیسے ہو رہے ہیں۔ گویا ہلدی مل دی گئی ہو۔" چچی نے دونوں کو ساتھ لگا لیا۔

"ذرا سے مذاق سے جان پر بن گئی۔ ڈاکٹر بنیں گی یہ لوگ' اس ڈھانچے کی اسٹڈی کرنی ہے ان کو' اگر خدا نے چاہا اور ڈاکٹر بن گئیں تو۔" حارث نے ایک بار پھر ڈھانچہ شہوار اور نیہا کے سامنے لہرایا۔

"حارث! باز آ جاؤ۔ مجھے معلوم ہوتا کہ تم اپنے دوست سے یہ ڈھانچہ اس لیے مانگ رہے ہو تو تمہیں وہیں روک لیتی میں بھی کہوں انجینئرنگ میں ڈھانچے کی کیا ضرورت پڑ سکتی ہے۔" شاکرہ بیگم کو یاد آ گیا' آج ہی تو حارث اپنے کسی میڈیکل کے دوست سے ڈھانچہ مانگ رہا تھا۔ سب ان کو حسب توفیق ڈانٹ رہے تھے' وہ کچھ شرمندہ اور کچھ ڈھٹائی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

"حد ہو گئی اتنے بڑے ہو گئے ہیں مگر حرکتیں بچوں والی ہیں۔" عباس صاحب گھورتے ہوئے چلے گئے۔

عباس صاحب تعلیم یافتہ تھے' زندگی کی ابتدا انہوں نے ایک پرائیوٹ فرم میں جاب سے کی مگر چونکہ صاحب جائیداد تھے والدین کی وفات کے بعد دونوں بھائیوں نے اپنا برنس شروع کیااور ساتھ رہنے لگے عباس صاحب بڑے تھے ان کے دو بیٹے شہاب اور زوہیب اور بیٹی نیہا تھی جبکہ چھوٹے وحید صاحب کا ایک بیٹا حارث اور بیٹی شہوار تھے شہاب گورنمنٹ آفیسر تھا اور ملازمت کی وجہ سے ملک کے شہروں میں ٹرانسفر ہو کر آتا جاتا رہتا بیوی بچے ساتھ ہی رہتے تھے۔ نیہا اور شہوار دونوں طرف چھوٹے ہونے کا اعزاز رکھتی تھیں اور اسی لیے منظور نظر بھی زیادہ وہ ہی تھیں اور آج کل شدت سے ایف ایس سی کے رزلٹ کا انتظار کر رہی تھیں جو کہ آج کل میں آنے والا تھا۔ نیہا تو ہر وقت دعا کرتی رہتی کہ میڈیکل میں داخلے جتنے نمبر آ جائیں جبکہ شہوار کو کوئی

خاص پرواہ نہیں تھی البتہ دعائیں تو وہ بھی خوب مانگ رہی تھی۔ یوں تو وہ دونوں خبریں بغور سنا کرتیں۔ رزلٹ کی وجہ سے مگر اس وقت رزلٹ آوٹ ہونے کی خبر آئی تو دونوں کسی برتھ ڈے پارٹی میں گئی ہوئی تھیں۔

''یار! یہ تو اچھا ہوا کہ دونوں کو یہ خبر معلوم نہیں ہوئی۔ مزا آئے گا تنگ کرنے میں۔''

''ایسی بھی بات نہیں' کہیں نہ کہیں سے ان کو خبر ہو جائے گی۔ خیر اگر نہ ہوئی تو صبح اخبار غائب کر لیں گے۔'' دونوں کے شرارتی ذہن ان کو تنگ کرنے کا پروگرام بنا کر سو گئے۔ اتفاق سے پہلے حارث کی آنکھ کھلی اس نے جھٹ پہلا کام اخبار غائب کرنے کا کیا تاکہ عباس صاحب اخبار پر قبضہ نہ کر لیں۔ اب دونوں نمبر تلاش کر رہے تھے۔ رول نمبر تو انہوں نے رٹ رکھے تھے۔

''یار! دونوں نکل گئیں اور آئی وہی میرٹ پر ہیں۔ شہوار کا اے گریڈ اور نیہا کا حسب توقع اے ون گریڈ آیا۔''

''شکر ہے یار خدا کا جتنا جنون اس لڑکی کو ہے ناں ڈاکٹر بننے کا' خدانخواستہ نمبر کم آتے تو بکھر جاتی۔'' دونوں بہنوں کی کامیابی پر خوش ہوتے ہوئے تنگ کرنے کا پروگرام بھی بنا رہے تھے۔

♥......♥......♥

''**ابو**! اخبار نہیں آیا کیا آج کا؟'' نیہا کو جانے کس نے بتایا کہ رزلٹ آوٹ ہو گیا ہے' وہ اخبار کی خاطر ابو کے پاس بھاگی چلی آئی۔

''نہیں تو بیٹا! میرا تو خود نشہ ٹوٹا ہوا ہے۔ کیوں خیریت تو ہے ناں۔''

''جی ابو! وہ رزلٹ آیا ہے ناں۔'' مارے گھبراہٹ کے نیہا کے ہاتھوں میں پسینہ آ گیا۔

''اوہو اچھا۔ رزلٹ آ رہا ہے۔ اوہ ہاں خبروں میں بتایا تو تھا مگر انگریزی' اردو دونوں غائب ہیں۔ جاؤ ذرا ان لڑکوں کو بلاؤ۔ باہر سے نیا اخبار لے آئیں۔ جاؤ شاباش جلدی کرو' تم نے تو مجھے بھی فکر مند کر دیا ہے۔''

نیہا گھبرائی ہوئی باہر نکلی اس نے سوچا ان دونوں بھڑوں کو چھیڑنے سے بہتر ہے کہ ملازم کو بھیج دے وہ کوریڈور سے آہستگی سے گزری' شہوار تو بے فکری سے سو رہی تھی۔ اسے جگا کر باہر آئی تو وہ دونوں لان میں گلاب کے تختوں کے قریب کھڑے تھے ان دونوں کی نظر پڑی تو ذرا بلند آواز سے حارث کہہ رہا تھا۔

''یار! تایا ابو اخبار تلاش کر رہے تھے۔ تم نے اخبار غائب کر دیا۔'' وہ دونوں متوجہ ہو گئیں اور یہ ہی وہ چاہتے تھے یہ دونوں ستون کی آڑ میں ہو کر ان کی مزید باتیں سننے کی غرض سے چھپ گئیں' وہ دونوں ان کو با آسانی دیکھ رہے تھے۔

''ہاں یار! احساس جرم ہے مجھے مگر کیا کروں اخبار میں نے دانستہ چھپا لیا تھا اتنی تو محنت کی تھی ان لوگوں نے مگر یار یہ جو بورڈ والے ہیں ناں۔''

وہ دونوں جو چاہتے تھے۔ وہ پورا ہو گیا۔ نیہا کے ہاتھ تو برف ہوئے ہی تھے۔ شہوار بھی بری طرح گھبرا گئی۔ دونوں کسی بھی بری خبر کی متحمل نہیں ہو سکتی تھیں۔ جھٹ بھاگتی ہوئی دونوں کے پاس پہنچ گئیں۔

''زوہیب بھائی! اخبار کہاں ہے رزلٹ آ گیا ہے کیا۔'' نیہا کی جان نکل رہی تھی۔

''اخبار کیسا اخبار۔ نہیں بھئی' ہم نے اخبار دیکھا تک نہیں۔'' زوہیب صاف مکر گیا۔

''لیکن ابھی تو آپ لوگ ذکر کر رہے تھے کہ اخبار چھپا دیا۔ محنت کی تھی یہ بورڈ والے۔'' شہوار نے پریشانی سے کہا تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے پھر چہروں پر افسردگی طاری کر لی۔

'' اخبار۔ ہاں وہ یار حارث تم ہی بتا دو۔'' زوہیب نے یہ ذمہ داری حارث پر ڈالی اور خود افسردہ سا منہ بنا کر دوسری طرف ہٹ گیا۔ نیہا کی مزید جان نکل گئی۔ شہوار کو بھی یقین ہونے لگا کہ وہ لوگ فیل ہو گئی ہیں۔

''کیا بات ہے بتاتے کیوں نہیں تنگ مت کریں پلیز۔'' نیہا میں تو بولنے کی ہمت بھی نہیں تھی شہوار نے پوچھا۔

'' دیکھو نیہا! میری بات غور سے حوصلے سے سننا۔ دیکھو' بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہمیں ناپسندیدہ نتائج قبول کرنا پڑتے ہیں۔ وہ ہوا یہ ہے کہ تم دونوں۔'' زوہیب نیہا کو ساتھ لگا کر سمجھانے لگا تو وہ وحشت زدہ ہو گئی۔

''نیہا۔ نیہا! شہوار بیٹی! مبارک ہو تم دونوں اے ون اور اے گریڈ میں پاس ہو گئی ہو۔'' وہ دونوں تو نجانے کب تک تنگ کرتے کہ عباس صاحب جنہوں نے دوسرا اخبار منگوا لیا تھا۔ رزلٹ دیکھ کر باہر آ گئے تو وہ دونوں دم دبا کر بھاگ گئے' کتنی دیر وہ خدا کا شکرانہ ادا کرتی رہیں۔ دونوں لڑکیوں کی کامیابی پر گھر بھر خوش تھا۔ اس خوشی میں انہوں نے ان دونوں کی شرارت بھی

معاف کر دی تھی۔ البتہ شہوار نے ان کی شکایت ضرور کی تھی۔

''زوہیب! تم دونوں اب بچے تو نہیں کہ ایسی حرکتیں کرتے ہو خدانخواستہ بچیوں کو کچھ ہو جاتا تو۔'' ''تو بہت اچھا ہوتا امی جان! ہم کہیں باہر تو تانک جھانک کر سکتے تھے ناں۔''

زوہیب نے شہوار کو چھیڑا' جس کو وہ خود بے حد پسند کرتا تھا۔ اپنی خواہش سے امی کو آگاہ کر رکھا تھا محض اسی کی خوشی کی خاطر عذرا بیگم نے بہن کی بیٹی کے لیے منع کر دیا تھا اور شہوار بھی سب کچھ جانتی تھی۔ بھلا اسے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ دونوں خاموش چاہت میں نجانے کہاں تک پہنچ چکے تھے۔ دونوں کے رزلٹ سے گھر میں خوشی کا سماں تھا' تقریب ہوئی۔ دونوں کو ڈھیر سارے تحائف ملے تھے۔ خود حارث اور زوہیب نے ان دونوں کو ذاتی جیب خرچ سے تحفے بھی دیے تھے۔ نیہا کا خواب پورا ہونے والا تھا۔ وہ بے چینی سے ایڈمیشن شروع ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ ان ہی دنوں اسے ایک شادی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ کچھ تو خدا نے حسن کی دولت سے مالا مال کیا تھا اور کچھ اللہ کے فضل سے اچھا اسٹیٹس بھی تھا ان کا' جس کی وجہ سے وہ محفلوں میں توجہ کا مرکز بن جایا کرتی تھی اور اس محفل میں بھی یہ ہی ہوا' سنہری لباس میں اسے خبر بھی نہ ہوئی کہ وہ کسی کو کتنی بھا گئی ہے۔ پتہ تو اسے اس وقت چلا جب پروپوزل گھر آ گیا۔ پروپوزل عباس صاحب کے ایک دوست کے توسط سے آیا جو لڑکے والوں کے دور پرے کے رشتے دار تھے۔ لڑکا جس کا نام قیصر تھا بے حد خوبرو اور امریکہ سے ایم اے کر کے آیا تھا اور آتے ہی شادی میں نیہا پر نظر ٹھہر گئی تھی جب قیصر نے اپنے والد شاہنواز خان سے کہا تو وہ پٹری سے اتر

گئے۔

''ہرگز نہیں۔ تمہاری شادی وہاں ہوگی جہاں میں چاہوں گا۔ یہ میں نے شروع ہی سے سمجھا رکھا تھا پھر یہ لڑکی درمیان میں کیوں آ گئی۔''

شاہنواز خان کوئی سخت گیر باپ تو نہیں تھے مگر نجانے کیوں وہ نیہا کا سن کر ہتھے سے اکھڑ گئے قیصر پریشان سا ہو گیا۔ واقعی انہوں نے شروع ہی سے کہہ رکھا تھا کہ تمہیں شادی میری پسند سے کرنا پڑے گی مگر درمیان میں نیہا آ گئی تھی مگر وہ فرمانبردار بیٹا تھا اور یوں بھی نیہا اسے پسند ضرور آئی تھی مگر اب ایسی بھی بات نہ تھی کہ وہ اس کی خاطر باپ سے گستاخی کر جاتا یا ان کا دل توڑ دیتا۔

''ٹھیک ہے ابو! اگر آپ نہیں چاہتے تو نہ سہی۔ آنٹی کو منع کر دیں۔ میں نے تو یوں ہی پسند کا اظہار کیا تھا مگر آنٹی نے جلد بازی کا مظاہرہ کر دیا اور لڑکی کے گھر ذکر بھی کر دیا۔''

''مجھ سے پوچھے بغیر اتنا بڑا قدم کیسے اٹھایا تمہاری آنٹی نے۔'' شاہنواز خان سخت خفا تھے۔

''پتا نہیں جی کہہ رہی تھیں' آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟''

''ربش یہ کیسے جان لیا انہوں نے کہ مجھے اعتراض نہ ہوگا۔ چلو ابھی اسی وقت چلو۔ آنٹی سے بھی بات ہو جاتی ہے۔'' بیچارہ قیصر تو پریشان ہو گیا کہ اب جانے آنٹی کو کیا کچھ سننے کو ملتا ہے۔

''ساجدہ بی بی! آپ کو خیال ہونا چاہیے تھا کہ میں قیصر کی شادی اپنی پسند سے کرنا چاہتا ہوں پھر آپ نے نہ صرف لڑکی پسند کر لی۔ بلکہ پیام بھی دے

آئیں۔ آفرین ہے بھی۔" شاہنواز خان کا انداز کچھ مناسب نہ تھا خود آنٹی کو بھی برا لگا تھا۔ وہ خفا سی ہو گئیں۔

"معذرت چاہتی ہوں شاہنواز بھائی! قیصر کو پسند آ گئی تھی بچی۔ تو میں نے لڑکی کی ماں کے سامنے اظہار کر دیا اتنی اچھی لڑکی اوپر سے خاندان اتنا اچھا' اس کو کوئی لڑکوں کی کمی ہو گی۔ یوں بھی وہ ابھی بچی ہے' ابھی تو ایف ایس سی کیا ہے اس نے مستقبل کی ڈاکٹر' میں نے ابھی صرف ذکر کیا ہے۔ ان کو نہ لڑکا دکھایا ہے اور نہ تصویر دکھائی ہے قیصر کی۔ آپ کو اعتراض ہے تو میں اپنی بہن کا بیٹا جو ڈاکٹر ہے ان کو دکھا دوں گی۔ کم از کم میں تو اس خاندان کی لڑکی مس نہیں کر سکتی۔"

ساجدہ بیگم نے بڑی تفصیل سے کہا تو شاہنواز خان نے مڑ کر ان کو دیکھا۔ کچھ دیر سوچتے رہے پھر نیہا کے بارے میں اور خاندان کے بارے میں پوچھنے لگے اور جب تفصیل پتا چلی تو وہ چونک اٹھے۔ ان کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"بیٹے! میں نے بہت سوچا ہے تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مجھے تمہاری بات مان لینی چاہیے۔ میں ساجدہ بھابھی سے بھی کہہ دوں گا کہ وہ اس سلسلے میں فوری پیش رفت کریں۔" شاہنواز خان کا رویہ اچانک بدل کر قیصر کے لیے حیرت کا باعث بن گیا تھا۔ وہ خاموشی سے ان کو دیکھنے لگا تو شاہنواز خان خوش دلی سے ہنس پڑے اور اسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں بیٹا! اصل میں یہ اتفاق ہی کہہ لو یا کچھ اور یہ وہی لڑکی ہے جس سے میں تمہاری شادی کرانا چاہتا تھا۔" یہ بات کہہ کر انہوں نے اسے مزید حیرت زدہ کر دیا۔

"آپ کے جاننے والے نکل آئے ہیں ابو؟ قیصر کو سخت حیرت تھی ابو کے رویے پر۔

"نہیں بھئی' میرے جاننے والے نہیں ہیں۔ یہ تمہارے چچا مرحوم کے جاننے والے ہیں۔ جاننے والے کیا بس ایک جگہ کام کرتے تھے لیکن چونکہ یہ آفیسر اور تمہارے چچا ان کے ملازم تھے۔ اس لیے ہم ان کو اپنی پرانی شناسائی یاد نہیں دلائیں گے۔ مبادہ وہ رشتے سے انکار کر دیں کہ یہ چھوٹے لوگ ہیں بھئی اس زمانے میں تو ہم غریب ہی ہوا کرتے تھے ناں۔ اس لیے کہہ رہا ہوں اب بھی ذہن صاف ہوا یا نہیں۔"

وہ اس کے قریب کھڑے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے تو اس کو بھی ان کی بات سمجھ میں آ گئی اور روایتی سا فلمی سین اس کی نگاہوں میں گھوم گیا کہ وہ لوگ رشتہ لے کر جائیں اور نیہا کے والد یہ کہہ کر منع کر دیں کہ تم لوگوں کو جرأت کیسے ہوئی رشتہ مانگنے کی بھلا مخمل میں ٹاٹ کا پیوند بھلا لگا ہے۔ اس نے سر کو جھٹک دیا اور پیار سے ابو کو دیکھنے لگا جن سے وہ تھوڑا سا بدگمان ہو گیا تھا۔

"اب ابو کیا ارادہ ہے آپ کا؟" اس نے جھجکتے ہوئے ابو سے ان کا ارادہ پوچھا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"بڑی جلدی ہے میرے بیٹے کو مگر جان ابو! اب تم سے زیادہ مجھے جلدی ہے۔ میں ساجدہ بھابھی سے بات کرتا ہوں اور سنو۔"

جاتے جاتے انہوں نے پلٹ کر قیصر کو دیکھا تو وہ گھبرا گیا کہ اب کوئی اعتراض نہ ہوا نہیں۔

اپنی ساجدہ آنٹی کے سامنے یہ ذکر نہ کرنا کہ ہم لڑکی والوں کو پہلے سے جانتے ہیں یا نیہا وہ ہی لڑکی ہے جس سے میں تمہاری شادی کرنا چاہتا

تھا۔ ہرج تو خیر کوئی نہیں مگر یوں ہی لوگ الٹی سیدھی باتیں بناتے ہیں جو میں نہیں چاہتا' ٹھیک ہے ناں مگر اب جو بھی کرنا ہے جلدی کرنا ہے کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں یہاں بزنس کی غرض سے آیا تھا اور تم بھی یوں ہی آئے تھے مگر چلو خیر اچھا ہی ہوا' اب ساجدہ بھابھی سے مل کر پروگرام بناتا ہوں۔"

♥ ...... ♥ ...... ♥

شاہنواز خان اسے خوش آئند خوابوں میں چھوڑ کر باہر نکل گئے۔ شاہنواز خان بہت اچھے انسان اور بے مثل باپ تھے۔ انہوں نے اپنی اولاد کے لیے بہت محنت کی تھی جب ان کی والدہ کا انتقال ہوا تھا تو صرف قیصر ہی باشعور تھا۔ میٹرک میں تھا جب ان کی والدہ ان کو روتا ہوا چھوڑ گئیں۔ البتہ ایک بہن اور ایک بھائی بہت چھوٹے تھے' اس وقت اسکی بہن کو اس کی خالہ نے پال لیا تھا اور بھائی ماموں کے پاس تھا۔ دونوں ہی الگ الگ شہروں میں رہتے تھے۔ یہ دونوں امریکہ میں ہوتے تھے۔ اب قیصر کی تعلیم مکمل ہو گئی تو شاہنواز خان یوں ہی ملنے آ گئے تھے مگر کیا خبر تھی کہ بیٹے کو لڑکی پسند آ جائے گی۔ ان کا مختصر قیام طویل ہو جائے گا۔ اس لیے انہوں نے ساجدہ بیگم سے اپنے رویے کی معافی مانگنے کے بعد انہوں نے نیہا کے رشتے پر اصرار شروع کر دیا اور کچھ اس طرح کہ ساجدہ بیگم بھی حیران رہ گئیں۔

''خان بھائی! کہاں تو یہ حال تھا کہ آپ آپے سے باہر ہو گئے تھے اور کہاں یہ عالم ہے کہ ہتھیلی پر سرسوں جما رہے ہیں' ابھی تو لڑکی چھوٹی ہے۔ میں نے ذکر تو کر دیا تھا مگر یقین نہیں کہ وہ مان جائیں گے۔''

''ان کو ماننا پڑے گا۔ میرا مطلب ہے' ان کو کسی بھی طریقے سے منانا آپ کا کام ہے' اس لیے کہ یہ وہی لڑکی اور وہی لوگ ہیں جن کی مجھے تلاش تھی بلکہ میں تو ممنون ہوں آپ کا کہ آپ کے توسط سے میری تلاش ختم ہو گئی۔''

شاہنواز خان کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی ساجدہ بیگم حیرت زدہ سی ان کو دیکھنے لگیں کچھ مختلف سے لگ رہے تھے اس وقت شاہنواز خان۔

''کیا مطلب ہے آپ کا' تلاش سے؟ کیا آپ جانتے ہیں ان لوگوں کو۔'' ساجدہ بیگم نے بڑے غور سے ان کو دیکھا تو وہ ایک دم سیدھے ہو گئے۔

''نہیں' نہیں کوئی بات نہیں بھابھی! بس یہ سمجھ لیں کہ میں جیسی لڑکی چاہتا تھا' وہ بالکل ایسے ہی ہیں بس اب آپ مشن پر نکل جائیں۔ یہ میری آپ سے درخواست ہے۔ پلیز میرا یہ کام آپ کو ہر حال میں کرنا ہے۔''

شاہنواز خان بڑے دکھی بڑے مشتاق اور خواہش مند بنے ان سے التجا کر رہے تھے۔ ان کو ہامی بھرنا ہی پڑی۔

''ٹھیک ہے خان بھائی! میں وعدہ تو نہیں کرتی مگر کوشش ضرور کروں گی کیونکہ ان کی اکلوتی بیٹی ہے اور کم عمر بھی ہے۔ خیر قدم تو اٹھاتی ہوں اللہ کا نام

لے کر جو اللہ کو منظور ہو گا وہی ہو گا۔''

''بھابھی! آپ کے ذریعے سے میرا یہ کام ہو گیا تو میں تمام عمر آپ کا احسان مند رہوں گا۔''

♥......♥......♥

ساجدہ بیگم نے ذکر کر دیا تھا مگر درمیان میں شاہنواز خان کی مکمل خاموشی کی وجہ سے عباس صاحب کے گھر والے بھی اس بات کو بھول چکے تھے مگر آج پھر ساجدہ بیگم اپنی بات دہرا رہی تھیں۔

''بس بھابھی! کچھ مسائل ہی ایسے درپیش ہوئے کہ دوبارہ آ ہی نہ سکی۔ وہ دراصل آپ سے ذکر کیا تھا ناں اپنے ایک رشتے دار کے بیٹے کا گو کہ قریب کے رشتے دار تو نہیں سمجھ لیں برادری سے ہیں مگر بعد میں بزنس کی وجہ سے تعلقات گہرے ہو گئے۔ بہت اچھے لوگ ہیں اور لڑکا تو بس دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ کسی شہزادہ گلفام سے کم نہیں۔ ایم بی اے باہر سے کیا ہے۔ بے حد سلجھا ہوا' نفیس اور متین مزاج کا لڑکا ہے سچ میں بیٹی کا نہ کر چکی ہوتی تو ضرور قیصر سے کر دیتی۔''

ساجدہ بیگم قیصر کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہی تھیں جبکہ عذرا بیگم سوچ میں پڑ گئی تھیں' ابھی تو ان کا کوئی ارادہ نہیں تھا یوں بھی وہ نیہا کے ڈاکٹری کے جنونی شوق کو اچھی طرح جانتی تھیں اور وہ اس کے شوق کو مارنا نہیں چاہتی تھیں۔

"بھابھی! بات تو آپ کی بھی درست ہے یقیناً وہ لوگ اچھے ہوں گے اور لڑکا بھی اچھا ہی ہوگا مگر میں ابھی کر نہیں سکتی' ایک تو یہ کہ چھوٹی ہے اگر یہ نہ بھی ہو تو ڈاکٹر بننے کا اس کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ اور اس نے بہت محنت کی ہے۔ اب جبکہ اللہ نے اسے موقع دیا ہے تو میں نہیں چاہتی کہ ایک رشتے کی خاطر اس کے شوق کو مار ڈالوں۔" عذرا بیگم نے تائیدی نظروں سے دیورانی شاکرہ کو دیکھا۔

"بھابھی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ مسز احمد! نیہا ابھی بچی ہے اور پھر اس کی تعلیم ابھی سے اسے باندھ کر رکھ دیں اور پھر رشتے تو آتے جاتے رہتے ہیں۔" شاکرہ بیگم نے بھی عذرا بیگم کی بات کو مضبوط کر دیا۔

"اچھے رشتے تو خدا تعالیٰ کی رحمت ہوتے ہیں۔ یہ تو لڑکی کی قسمت میں ہوتا ہے کہ اچھے وقت پر ایسا اچھا رشتہ مل جائے۔ یہ تو نہ کہیں کہ رشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہ تو بڑے بول والی بات ہوگئی۔ اور انسان کو بڑے بول نہیں بولنا چاہئیں یوں تو بچیوں کی قسمت ہوتی ہے کہ ٹھیک عمر میں اچھے رشتے مل جائیں ورنہ بعض اوقات تو بیٹیوں کے رشتے کے لیے والدین کو نجانے کتنا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ الٹے سیدھے لوگوں کی منتیں کرنا پڑتی ہیں۔ وظائف پڑھنا پڑتے ہیں تب کہیں جا کر۔ میرے خیال میں آپ کو یہ موقع مس نہیں کرنا چاہیے ایک بار آپ دیکھ تو لیں بات تو بعد میں ہو گی!"

مسز احمد کی بات اتنی سچی اور حقیقت کے قریب تھی کہ کچھ دیر کے لیے عذرا بیگم خوف زدہ ہوگئیں۔ اور دل ہی دل میں توبہ کرنے لگیں۔

"بات تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مسز احمد! خدا پاک نیتوں کو جانتا ہے۔ مجبوری صرف یہ ہے کہ نیہا ڈاکٹر بننا چاہتی ہے' ورنہ کر دینے میں کوئی حرج تو نہیں۔"

پھر ان خواتین میں کافی بحث چلتی رہی مسز احمد ہر حال میں نیہا کا رشتہ چاہتی تھیں کیونکہ اصرار لڑکے کی طرف سے نہیں تھا۔ لڑکے کے باپ کی طرف سے تھا مگر عذرا بیگم ابھی کوئی بندھن باندھنا نہیں چاہتی تھیں۔ وہ نیہا کے میڈیکل والے شوق کو جانتی تھیں اور جب اب خدا نے اسے موقع بھی فراہم کر دیا تھا تو پھر کیونکر درمیان سے اسے روک دیا جاتا۔

"آپ کی مرضی مسز عباس! ورنہ ایسے گھرانے اور ایسے قابل لڑکے کو کھو دینا کوئی دانش مندی نہیں' آپ کی بیٹی ہے۔ ہم اصرار تو نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ بچی کے نصیب اچھے کرے چلتی ہوں۔" مسز احمد خفا سی کھڑی ہوگئیں۔

"آپ ناراض نہ ہوں مسز احمد! آپ خود سوچیے کہ آپ اگر ایسی سچویشن کا شکار ہوتیں تو آپ کا کیا فیصلہ ہوتا۔" شاکرہ بیگم نے مسز احمد کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ جو پرس سے چابی نکال رہی تھیں ان کی بات پر واپس پلٹ کر دیکھنے لگیں۔

"اچھے رشتے خدا کی رحمت ہوتے ہیں۔ شاکرہ بیگم! اور خدا کی رحمت سے انکار نہیں کرتی۔ ضرور کر دیتی مگر پھر وہی بات کہ اپنی اپنی سوچ ہوتی ہے۔"

مسز احمد ناراض سی چلی گئیں۔ وہ دونوں بھی کچھ افسردہ سی ایک دوسرے کو

دیکھ کر رہ گئیں ایک افسوس ایک ملال ان کے دلوں میں بھی رہ گیا کہ اتنا اچھا رشتہ تھا اگر کچھ ہو جاتا تو اچھا تھا شادی تو بہرحال کرنا ہی تھی۔

’’ویسے بھابھی! اگر یوں کر لیا جائے کہ رشتہ طے کر دیا جائے اور شادی نیہا کی تعلیم کے بعد کر دی جائے ایسا بھی تو ہوتا ہے لوگوں کی منگنیاں تو سالوں تک چلتی ہیں۔ اچھے لوگ ہیں اور مسز احمد جب اتنا کہہ رہی ہیں تو لڑکا یقیناً بہت اچھا ہوگا۔‘‘

شاکرہ بیگم کی رائے نے عذرا بیگم کے ملال کو قدرے کم کیا‘ وہ خوش ہو گئیں۔

’’ہاں ایسا ہو تو سکتا ہے چلو کرتے ہیں اس کے باپ اور چچا سے بات‘ وہ کیا کہتے ہیں۔‘‘

’’ہوں۔‘‘ عباس صاحب نے بیگم کی ساری بات سن کر بڑی گہری ہوں کی اور سوچ میں مبتلا ہو گئے۔

’’تو آپ لوگوں نے انکار کر دیا۔‘‘ وحید صاحب نے عذرا بیگم اور شاکرہ بیگم کو دیکھا۔

’’ہاں کر تو دیا ہے۔ بس نیہا کی پڑھائی کی وجہ سے۔ ڈاکٹر بننے کا اسے بے حد جنون ہے۔‘‘

’’پڑھائی بھی لازمی ہے بھابھی! مگر میرے خیال میں اتنا اچھا رشتہ بھی مس کر دینا دانش مندی نہیں۔ اور جھٹ سے انکار کر دینا بھی کوئی مناسب بات نہیں۔ اور وہ بھی مسز احمد کی فیملی کو دور کے سہی وہ ان کے رشتے دار ہیں تو یقیناً اچھے لوگ ہوں گے اور بھابھی سچی بات تو یہ ہے کہ آج کے دور میں اتنے

اچھے خاندانی لوگوں کا ملنا مشکل ہے۔ میں تو احمد صاحب کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ بے حد اچھے' شریف اور خاندانی لوگ ہیں۔ ہمیں بچیوں کے رشتے تو کرنے ہی ہیں۔ ٹھیک ہے پڑھائی بھی اپنی جگہ مگر شادی تو اہم فریضہ ہے۔''

وہ دونوں پہلے ہی پچھتا رہی تھیں' اب پچھتاوے میں اضافہ ہو گیا مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔

''چلو چھوڑو۔ اللہ کے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے۔'' عباس صاحب نے اپنی کسی خاص رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔

''ویسے میرا خیال ہے کہ وہ دوبارہ آئیں گی اس لیے جتنا وہ اصرار کر رہی تھیں۔ اس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ ہمارے اس انکار کو انہوں نے فائنل نہیں سمجھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دوبارہ پھر پوچھیں۔'' شاکرہ بیگم کی یہ ذاتی رائے تھی جس سے عذرا بیگم متفق تو نہیں تھیں مگر پھر بھی وہ خاموش رہیں۔

''چلو اگر ایسا ہوا کہ آئیں تو پھر سوچ لیں گے' فی الحال اچھی سی چائے پلائیں۔'' عباس صاحب نے مسکرا کر کہا تو وہ دونوں اٹھ گئیں اور پھر کئی روز تک انہیں افسوس ہی رہا مگر مسز احمد غالباً ناراض ہو گئی تھیں فون تک نہیں کیا تھا اچھے خاصے دوستانہ مراسم تھے۔ یوں تو یہ بات بزرگوں کے حلقے میں رہی مگر نجانے ان لوگوں کو کیسے خبر ہو گئی کہ ایسا کوئی معاملہ ہے۔

''میں۔ میں اپنی اور سب کی جان عذاب میں مبتلا کر دوں گی۔ اگر کسی نے ایسی حرکت کی ہو تو۔ آ گئے کہیں سے رومیو کہ دیکھتے ہی مر مٹے۔'' نیہا تو سنتے ہی بے قابو ہو گئی تھی جبکہ وہ تینوں محظوظ ہو رہے تھے۔

''ارے واہ! اب تو مزا آئے گا گھر میں شہنائیاں گونجیں گی ہماری نیہا دلہنیا بنے گی۔''

''شہوار پلیز' تم تو دشمنوں میں شریک نہ ہو۔'' نیہا نے دکھ سے شہوار کو دیکھا۔

''ارے بھئی' اس میں اس طرح لڑنے کی کیا بات ہے۔ اتنا اچھا رشتہ مجھے مل رہا ہوتا ناں تو میں بھاڑ میں جھونک دیتا شوق اور شادی کر لیتا۔'' حارث کی تو اس سے یوں بھی لگتی تھی وہ چھیڑ رہا تھا۔

''بھاڑ میں جاؤ تم لوگ' مجھے نہیں کرنی شادی وادی اور خبردار جو آئندہ تم لوگوں نے میرے سامنے بکواس کی ہو تو۔'' نیہا اس معاملے میں بے حد حساس تھی۔ وہ بری طرح سنجیدہ ہو گئی اور روتی ہوئی باہر نکل گئی۔ وہ تینوں ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ تینوں اس کے پیچھے بھاگے زوہیب نے اسے ساتھ لگا لیا۔

''ارے بھئی ناراض کیوں ہو گئیں' بھلا تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کچھ کر سکتا ہے اور یوں بھی امی انکار کر چکی ہیں اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہوا تو میں تمہارے سامنے ڈھال بن جاؤں گا آخر بھائی کس لیے ہوتے ہیں۔'' زوہیب نے ساتھ لگا کر کہا تو وہ کچھ دیر شدت سے روئی پھر مطمئن ہو کر مسکرا پڑی اور یہ اطمینان اس بات کا تھا کہ انکار ہو چکا ہے۔

♥......♥......♥

’’**ایک** تو میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی ہے خان بھائی کہ کہاں تو اتنے خلاف تھے آپ اس رشتے کے اور کہاں جان اور انا کا مسئلہ بنا رہے ہیں آپکو بتایا تو ہے کہ میں نے سرتوڑ کوشش کی ہے۔ مگر وہ مان کر نہیں دے رہے اور آپ بضد ہیں کہ ان کو مناؤ۔‘‘

مسز احمد بھی زچ ہو کر رہ گئیں۔ ان کو بھی شاہنواز خان کی یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

’’دیکھیں۔ بھابھی پہلی بات تو یہ کہ جب میں نے انکار کیا تھا تب یہ معلوم نہ تھا کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کی مجھے تلاش ہے جب آپ نے ان کے بارے میں بتایا اور میں نے خود پتا کروایا تو پتا چلا کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کی مجھے تلاش ہے تو مجھے اب ہر حال میں وہاں ہی بیٹے کی شادی کرنی ہے آپ کوشش کریں احمد بھائی آ جاتے ہیں تو میں ان کے گھر باقاعدہ رشتہ لے کر جاؤں گا۔‘‘ شاہنواز خان اس معاملے میں بے حد سنجیدہ نظر آ رہے تھے۔ ساجدہ بیگم بس ان کو دیکھ کر رہ گئیں پھر اٹھتے ہوئے بولیں۔

’’خان بھائی! ٹھیک ہے مان لیا آپ کی بات کو بھی مگر یہ تو سوچیے کہ لڑکی ڈاکٹر بننا چاہتی ہے اور گھر والے بھی اس وجہ سے انکار کر رہے ہیں ہاں اگر آپ کوئی وقت رکھیں درمیان میں تو بات ہو سکتی ہے۔‘‘

ان سے کہیں بھابھی! کہ اس بات کو ہماری ضد میں نہ بدلیں۔ ہمیں لڑکے کی شادی ان کی لڑکی سے کرنی ہے بس اور رہی بات ڈاکٹری کی تو پڑھے۔ کس نے منع کیا ہے۔ بے شمار لڑکیاں نکاح کے بعد بھی پڑھتی ہیں۔‘‘

شاہنواز خان نے پائپ میں تمباکو بھرنے کے بعد سلگاتے ہوئے کہا تو مسز

احمد ان کو دیکھنے لگیں۔

’’ٹھیک ہے، میں ایک بار پھر کوشش کروں گی اور آپ بھی احمد کے ساتھ چلیں جائیں تو بہتر ہے۔ ویسے ایک بات پوچھوں خان بھائی۔‘‘ مسز احمد پر خیال انداز میں ان کی طرف مڑیں تو وہ ان کا مطلب سمجھ کر مسکرا دیے۔

’’یہ ہی کہ میں اس قدر ضد کیوں کر رہا ہوں۔ وقت آنے پر یہ بھی بتا دوں گا۔ فی الحال تو اتنا ذہن میں رکھیں کہ اس بچی کے والد کے بڑے احسانات ہیں ہمارے خاندان پر۔ ان کی وجہ سے ہماری فیملی۔ خیر براہ راست تو نہ میں ان کو جانتا ہوں اور نہ وہ مجھے جانتے ہیں۔ بس آپ سے اتنی گزارش ہے کہ ان کے سامنے ہماری پرانی شناسائی کا ذکر نہیں ہونا چاہیے۔ رشتہ طے ہو جانے کے بعد میں خود ان کو تفصیل سے آگاہ کر دوں گا۔ آپ کوشش کریں کہ رشتہ ہو جائے۔‘‘

شاہنواز نے مختصراً بتایا تو مسز احمد کچھ الجھی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

’’ٹھیک ہے بھائی صاحب! اپنی سی کوشش کر دیکھتی ہوں۔ آگے جو اللہ کو منظور کیونکہ آخری فیصلہ صرف خدا ہی کا ہوتا ہے اور کوشش بھی وہی کامیاب ہوتی ہے جو تقدیر کا لکھا ہوتا ہے آپ اللہ سے دعا کریں میں صرف کوشش کر سکتی ہوں۔‘‘

مسز احمد محسوس کر رہی تھیں۔ جیسے وہ پھنس گئی ہوں۔ نیہا واقعی ایسی لڑکی تھی کہ کوئی بھی اس کے لیے یوں دیوانہ ہو سکتا تھا مگر شاہنواز خان نے یہ بات ان کے لیے مشکل کر دی تھی۔

میڈیکل کالجز میں ایڈمیشن شروع ہو چکے تھے نیہا بے حد خوش تھی اس کے شوق کی منزل کا پہلا دروازہ کھل گیا تھا۔ اس کی پسند سے کالج میں اس کا ایڈمیشن ہوگیا تھا۔ اس کو ایڈمیشن کیا ملا تھا دونوں لڑکے ان کے سر ہو گئے تھے کہ ٹریٹ دیں۔

''کیسے بھائی ہیں آپ لوگ کہ بہنوں سے کھاتے ہیں'' شہوار کو اعتراض تھا۔

''ارے واہ کیوں نہ ٹریٹ لیں۔ تم جیسی نکمی لڑکیوں کو میڈیکل میں ایڈمیشن مل گیا ہے۔ بے چاری دکھی انسانیت کا مستقبل خطرے میں پڑ گیا ہے اور تم کہتی ہو ٹریٹ نہ لیں۔ چلو اپنے اپنے پرس ڈھیلے کرو۔ ورنہ۔''

''ورنہ کیا.........'' شہوار اور نیہا وعدہ کر کے مکر رہی تھیں اور لڑکے یہ

دھاندلی کب برداشت کر سکتے تھے۔

''ورنہ پھر ہم سے اڑی تڑی کرنے کا نتیجہ تو آپ لوگ دیکھ ہی چکی ہیں۔''

حارث نے ان کو ڈرایا۔

''ہونہہ، اب ہم ڈاکٹری کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھ چکے ہیں۔ اب ہمیں ڈر نہیں لگتا۔ چلو کیا یاد کرو گے تم لوگ تیار ہو جاؤ۔ آج ہم تم لوگوں کو عیش کروا دیتے ہیں۔ نیہا! نکالنا ذرا میرے پرس سے سوا روپیہ۔''

شہوار نے شرارت سے کہا تو زوہیب اس کی طرف بڑھا گلا دبانے کی خاطر اسی وقت وحید صاحب آ گئے۔

''یہ کیا ہو رہا تھا'' انہوں نے زوہیب کو گھورا تو وہ کھسیانا ہوگیا۔

''کچھ نہیں جی۔ ناپ لے رہا تھا میں گردن کا۔ تحفہ دینا ہے نا کہ میڈیکل میں ایڈمیشن ہوگیا ہے۔''

زوہیب نے جلدی سے بہانہ گھڑا تو وحید صاحب اس کی شرارت سمجھتے ہوئے مسکرا کر باہر نکل گئے مگر اب زوہیب کو اپنا یہ جھوٹ مہنگا پڑا۔ شہوار آہستگی سے اٹھی اور زوہیب کے گلے میں جھولتی سونے کی چین جو اس نے امی کی مخالفت کے باوجود چند ماہ قبل لی تھی اتار لی تو زوہیب چیخ اٹھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔'' وہ اس کی طرف جھپٹا مگر شہوار اسے اپنے گلے میں پہن چکی تھی۔

''یہ بدتمیزی نہیں جناب! سونے کی چین ہے جو تحفے میں بلکہ انعام میں مجھے دے چکے ہیں۔ کیوں نیہا! کیا خیال ہے تمہارا؟'' شہوار شوخی سے بھاگ کھڑی ہوئی اور جا کر عذرا بیگم کے پیچھے چھپ گئی۔

''تائی جان! منع کریں اس زوہیب کے بچے کو۔ خواہ مخواہ ہی میری چین چھین رہا ہے۔''

''تمہاری چین؟ لوفراڈی یہ میری چین ہے، لاؤ، ادھر میں کہتا ہوں لاؤ، یہ چین میں نے خالصتاً اپنے جیب خرچ سے خریدی ہے لاؤ ادھر۔'' زوہیب نے جھپٹا مارا مگر شہوار ہوشیاری سے پیچھے ہٹ گئی اور زوہیب کا ہاتھ عذرا بیگم کے سر پر تھپڑ کے سے انداز میں لگا وہ بری طرح برہم ہوگئیں۔

''یااللہ اس اولاد کو ہدایت بخش۔ یہ کیا بدتمیزی ہے زوہیب۔''

عذرا بیگم کے سر میں تکلیف ہو رہی تھی۔ اتنا بھاری ہاتھ لگا ان کے سر پر تو غصہ آنا لازمی تھا۔

''امی اس کو کہیں میری چین دے ورنہ۔'' زوہیب کو چین کی ایسی پڑی تھی کہ امی کی تکلیف کا بھی احساس نہ ہوا۔

''تائی جان! اس کو بتایئے کہ مردوں کو سونا پہننا حرام ہے۔''

شہوار کی نظر تو اس چین پر تھی ہی اسے اتفاق سے ہتھیانے کا موقع مل گیا تو اس نے موقع سے پورا فائدہ اٹھایا۔

''دیکھ شہوار! شرافت کے ساتھ دے ورنہ۔''

زوہیب اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ وہ دروازے کی طرف بڑھی زوہیب نے تکیہ اٹھا کر اسے مارا۔ وہ خود تو چھلاوے کی طرح غائب ہوگئی۔ تکیہ اندر آتے ہوئے عباس صاحب کے لگا۔ زوہیب نے خوف سے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ دم دبا کر بھاگنا چاہتا تھا مگر انہوں نے کانوں سے پکڑ لیا۔

''چلو خود ہی شرافت سے مرغا بن جاؤ۔'' ان کا حکم ہوا۔

''وہ۔ ابو اب میں بڑا مرغا ہوگیا۔ میرا مطلب ہے بڑا ہوگیا ہوں۔'' اس نے سر کھجایا۔

''تو میں بھی بڑے والا مرغا بننے کو کہہ رہا ہوں۔ چلو جلدی کرو۔'' عباس صاحب نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

''جی بہتر ابھی آکر بنتا ہوں۔ باہر میرا مرغا، میرا مطلب ہے میرا دوست آیا ہے۔'' زوہیب جلدی سے بھاگ گیا تو عباس صاحب مسکراتے ہوئے تخت پر بیگم کے پاس آبیٹھے۔

''وہ احمد صاحب کا فون آیا تھا۔ آنے کو کہہ رہے تھے۔ میرا خیال ہے، وہ اسی رشتے کے سلسلے میں آنا چاہ رہے ہیں۔''

''پھر آپ نے کیا جواب دیا۔'' عذرا بیگم نے پان دان ایک طرف رکھ کر دلچسپی سے ان کو دیکھا۔

''کیا جواب دیتا۔ اب گھر آنے سے منع تو نہیں کرسکتا تھا۔ کہہ دیا آجائیں۔ میرے خیال میں تو دیکھ لیتے ہیں کیا حرج ہے؟''

''دیکھ لیں۔ اگر زیادہ ہی بضد ہیں تو پھر بات طے کردیں گے اور نیہا کی تعلیم مکمل ہونے تک تو ان کو انتظار کرنا ہی پڑے گا۔''

''مسز احمد کہہ رہی تھیں کہ بڑے اچھے لوگ ہیں ان کی برادری کے ہیں، لڑکا سنا ہے بہت خوبرو اسمارٹ اور پڑھا لکھا ہے بھئی لڑکے کی تو وہ اتنی تعریف کرتی ہیں۔ میرا دل تو چاہتا ہے یہ موقع گنوایا نہ جائے۔'' ان لوگوں کی طرف سے اس قدر اصرار نے ان کو بھی سوچنے پر مجبور کردیا تھا۔

''چلو ٹھیک ہے، مل لیتے ہیں ہم لوگ ان سے۔

وحید اور شاکرہ بیگم مل کر بیٹھتے ہیں دیکھو کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ آگے جو خدا کو منظور۔''

♥ ..... ♥ ..... ♥

''یار کس قدر ڈھیٹ ہو تم لوگ اللہ نے تم لوگوں کو اتنی بڑی کامیابی دی ہے اور تم لوگوں نے۔''

''کوئی صدقہ خیرات نہیں نکالا، یہ ہی کہنا چاہتے تھے ناں۔ تم چلو نیہا اپنی کامیابی کا صدقہ اتارو۔''

اس کی ادھوری بات کو مکمل کرتے ہوئے شہوار نے کہا تو نیہا بھی الماری بند کر کے ان کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔ چلو ڈرائیور! گاڑی نکالو آج ہم .... فقراء کو کھانا کھلانے کے موڈ میں ہیں کسی بہت بڑے فائیو اسٹار ہوٹل میں کھانا کھلائیں گے۔ ذرا ڈھنگ سے تیار ہو جاؤ۔''

نیہا نے ایک انداز سے چابی حارث کی طرف بڑھائی تو ان دونوں کی آنکھیں چمک اٹھیں کہ نجانے کس ہوٹل میں کھانا ملے گا۔

''ہم بھلا کون سے ہوٹل میں جائیں گے۔'' دونوں ایک سات للچائے انداز میں پوچھ رہے تھے۔

''بھئی ہم اپنے گل خان کے ہوٹل میں جائیں گے۔''

دونوں شوخی سے بولیں تو دونوں چیخ پڑے کیونکہ وہ چھوٹا سا قہوہ خانہ تھا۔

جہاں پر سڑی ہوئی چائے ہی دستیاب تھی۔

''او ہو لڑکیو! تم سدھر جاؤ کسی روز تم لوگوں کی وہ پٹائی کروں گا کہ جان سے گزر جاؤ گی۔''

''پلیز، تم منہ بسورا نہ کرو، قسم سے روٹھے ہوئے بالکل بندر لگتے ہو۔'' شہوار اور زوہیب کی بہت لگتی تھی۔

''تم۔ تم'' زوہیب غصہ میں آگیا تو نیہا درمیان آگئی۔

''بھئی، خفا کیوں ہوتے ہیں، جلدی سے تیار ہو جائیں اور سنو حارث! تم نیکر کے اوپر ٹائی میں بہت اسمارٹ لگتے ہو ضرور لگانا ٹائی۔''

پھر حارث کا جواب سننے سے قبل ہی وہ بھاگ گئیں۔ مگر پھر یہ ہوا کہ وہ چاروں اچھے سے ہوٹل میں جا بیٹھے اور خوش گپیوں اور خوش گوار ماحول میں ان چاروں نے کھانا کھایا۔

''بل لے آؤ۔'' زوہیب نے جیب سے پرس نکالا۔

''سر بل کی ادائیگی ہو چکی۔'' بیرے نے قدرے جھک کر کہا تو وہ چاروں حیرانگی سے اسے دیکھنے لگے۔

''ادائیگی مگر کس نے کی؟'' چاروں ایک ساتھ بولے۔

''ادائیگی ہم نے کی ہے۔ کوئی اعتراض۔''

زوہیب حارث شہوار اور خاص کر نیہا کچھ حیران کچھ پریشان نظروں سے اپنے اتنے پرتکلف کھانے کا اتنا بھاری بل ادا کر دینے والی بارعب سی شخصیت کو دیکھ رہے تھے ساتھ ہی خوب روسا نوجوان بندہ پرشوق نگاہوں سے نیہا کو دیکھ رہا تھا۔

''انکل ہم پوچھ سکتے ہیں کہ آپ نے ہمارا بل کیوں ادا کیا۔'' زوہیب نے بالآخر پوچھ لیا تو شاہنواز خان اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہنس پڑے۔

''بیٹا تم عباس صاحب کے بچے ہو ناں۔''..........

انہوں نے باری باری سب کو دیکھا آخر میں نیہا پر نظریں ٹھہر گئیں۔

''جی ہاں آپ جانتے ہیں ابو کو۔'' ان چاروں کی نظروں میں ایک ہی سوال تھا۔

''جی بیٹا میں تو ان کو برسوں سے جانتا ہوں مگر وہ مجھے نہیں جانتے اب میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے جان جائیں، اسی لیے قدم آہستہ آہستہ آگے بڑھا رہا ہوں.......... میں نے تم لوگوں کو اندر آتے ہی پہچان لیا تھا۔ میں نے بل ادا کر کے سوچا کہ دوستی کی ابتدا بل ادا کر کے ہی کی جائے۔ تم لوگوں نے مائنڈ تو نہیں کیا۔''

شاہنواز خان ان چاروں سے مسکراتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔ وہ چاروں بڑے متاثر نظر آ رہے تھے۔

''جی نہیں انکل آپ کا بہت بہت شکریہ آپ ہمارے گھر تو کبھی آئے نہیں انکل آیئے ناں۔''

زوہیب بڑے اخلاق سے گھر آنے کی دعوت دے رہا تھا۔

''آئیں گے گھر بیٹا ضرور آئیں گے بس ذرا۔''

شاہنواز خان نے معنی خیز نظروں سے نیہا کو دیکھا پھر قیصر کو دیکھا جو زیر لب مسکراہٹ لیے کن اکھیوں سے نیہا کو دیکھ رہا تھا۔

''اچھا بیٹا انجوائے یور سلف.......... ہم چلتے ہیں آؤ بیٹا۔''.......... اور پھر شاہنواز خان قیصر جس کا انہوں نے ان لوگوں سے تعارف بھی نہیں کرایا تھا۔ ان چاروں کو حیران چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ وہ چاروں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

''یار یہ کون سے دوست تھے ابو کے آج تک ان کا نام تو سنا نہیں۔'' زوہیب حیران سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''کیا نام تھا بھلا ان کا۔''.......... حارث نے پوچھا تو زوہیب بھی سوچنے

لگا کہ نام تو انہوں نے بتایا ہی نہیں تھا۔

''نام تو انہوں نے بتایا ہی نہیں تھا۔'' وہ کچھ کھسیانا سا ہوگیا۔

''تو پھر یہ کیسے پتا چلے گا کہ تایا ابو کے کون سے دوست ہیں مگر وہ جانتے ہیں تب ہی تو اتنا زیادہ بل ادا کیا ہے۔''

''یار وہ ساتھ والا بندہ بڑا ڈیشنگ تھا بیٹا ہی ہوگا ان کا۔'' زوہیب قیصر کی شخصیت سے متاثر نظر آرہا تھا اور پھر وہ چاروں اسی حیرت کے ساتھ واپس آگئے کہ وہ ابو کے کون سے دوست تھے گھر آکر بھی ذکر کیا تو عباس صاحب سے الٹا ڈانٹ پڑ گئی کہ تعارف حاصل کیے بغیر تم لوگوں نے ان کو بل کیوں ادا کرنے دیا۔

''ابو وہ بل ادا کر چکے تھے۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا وہ خود ہمارے پاس آئے تھے اور بتایا کہ آپ کے دوست ہیں۔''

''اوہو تو احمقو ان سے نام پتا تو پوچھ لیا ہوتا پتا تو چلتا ایسا کون سا ہمارا دوست ہے جو ہمارے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔''

عباس صاحب کو کوفت ہونے لگی تھی۔ کہ وہ کون سا ان کا دوست تھا۔

''بس ابو یہ ہی غلطی ہوگئی مگر تھے بڑی اچھی باوقار شخصیت کے مالک اور تایا ابو ان کی خاص پہچان یہ تھی کہ ان کے سر اور مونچھوں کے بال کچھ سیاہ اور کچھ سفید تھے۔'' حارث جلدی سے بولا تو وحید صاحب اس کو گھورنے لگے۔

''یہ کیا بات ہوئی کالے اور سفید بال تو جیسے کسی کے ہوتے ہی نہیں صرف ان ہی کے تھے بھائی صاحب اب تو آپ کو یاد آگیا ہوگا کہ ایسا عجوبہ کون سا آپ کا دوست تھا۔ بدتمیزو! اتنا زیادہ بل ادا کروا کے نہ ان کا نام پتہ پوچھا

اور نہ گھر آنے کو کہا۔''

''کہا تھا چچا جان کہا تھا وہ کہہ رہے تھے، آئیں گے ضرور آئیں گے بیٹا۔''

زوہیب نے حیدر صاحب کے شانے پر ہاتھ رکھ کر شاہنواز خان کے سے انداز میں کہا تو وہ انہیں سمجھانے لگے۔

''پروفیشنلز فیلڈ میں تم لوگ آچکے ہو مگر بچپنا نہیں گیا تم لوگوں کا، چلو جاؤ اب آئندہ احتیاط رکھنا سو سجن سو دشمن ہوتے ہیں کہ نجانے کون تھا وہ شخص۔'' عباس صاحب اور وحید صاحب دونوں سوچ میں پڑ گئے تھے کہ وہ کون شخص تھا۔

♥......♥......♥

''ابو وہ سفید لباس میں جو لڑکی تھی وہ نیہا تھی۔'' گھر آکر قیصر جھجکتے ہوئے شاہنواز خان کو بتا رہا تھا۔

''میں جانتا ہوں بیٹا جی پہچانتا ہوں وہی میرے بیٹے کی پسند ہے وہی تھی نیہا میں دیکھتے ہی پہچان گیا تھا بس اب تو میری بھی خواہش ہے کہ اتنی پیاری بیٹی کو جلدی سے گھر میں بہو بنا کر لے آؤں............ تمہاری دلہن بن کے تو وہ بے حد خوبصورت لگے گی، ہے ناں۔''

شاہنواز خان نے پیار سے قیصر کو دیکھا جس کے وجیہہ چہرے پر خوشیوں کی بارات اتر آئی تھی۔ نیہا کا خوب صورت چہرہ نگاہوں میں ٹھہر گیا تھا اس وقت بھی وہ کتنی سہمی ہوئی گھبرائی سی لگ رہی تھی وہ ہاتھوں کا تکیہ بنائے نیہا

کے بارے میں سوچتا چلا گیا۔ پھر اس نے سنا کہ شاہنواز خان ساجدہ آنٹی کو فون کر رہے تھے۔

"پھر بھابھی کیا پروگرام ہے۔ احمد صاحب کو کب چلنا ہے عباس صاحب کے گھر لگتا ہے آپ لوگ مجھے ٹرخا رہے ہیں۔" گفتگو میں ہلکا سا شکوہ بھی تھا، ان کو جتنی جلدی تھی اتنی ہی دیر ہو رہی تھی۔

"نہیں خان بھائی! ایسی کوئی بات نہیں احمد کی جاب کی مصروفیات ہی ایسی ہیں کہ بہت کم وقت ملتا ہے ان کو ابھی تو وہ حیدر آباد گئے ہوئے ہیں پرسوں واپس آجائیں گے تو انشاء اللہ ضرور چلیں گے ان کے ہاں اور یوں بھی جتنی دیر ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہو گی اسی میں.......... آپ یہ بتائیں آپ کی بیٹی فریال اور بیٹا ہنی کی بھی کچھ خبر ہے کہ نہیں۔"

"ٹھیک ہی ہوں گے بھئی مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں فریال کو اس کی خالہ زاد اور ہنی کو اس کے ماموں نے اس طرح رکھا ہوا ہے کہ وہ ان ہی کو اپنا والدین سمجھتے ہیں مجھ سے بس کبھی کبھار فون پر بات ہو جاتی ہے۔ سنا ہے آج کل دونوں اپنے اپنے والدین کے ساتھ باہر گھومنے گئے ہوئے ہیں۔ فریال تو سعودیہ اپنی دوسری خالہ کے پاس گئی ہوئی ہے اور ہنی کے بارے میں سنا ہے کہ اپنے ماموں زاد بھائی کے پاس امریکا گیا ہوا ہے گھومنے پھرنے.......... مزے ہیں بھی امیر لوگوں کے بھی.......... اچھا خیر احمد بھائی آجائیں تو اطلاع کر دیں مجھے ذرا جلدی ہے جتنی جلدی یہ کام ہو جائے اچھا ہے میرا بزنس متاثر ہو رہا ہے اور پھر قیصر بھی ادھر کا ہے نہ ادھر کا۔"

"پلیز ذرا جلدی یہ کام کروا دیں تو احسان مند رہوں گا"۔ شاہنواز خان

نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔

ہماری تو یہی کوشش ہو گی خان بھائی! آگے جو خدا کو منظور میں تو احمد کے آتے ہی آپ کو فون کر دوں گی۔

"ٹھیک ہے جی، اچھا پھر اللہ حافظ......خان صاحب نے خدا حافظ کہ کر فون رکھ دیا۔ کچھ دیر خاموشی سے سوچتے رہے کمرے میں ٹہلتے رہے پھر باہر نکل گئے۔ قیصر خاموشی سے ان کو دیکھتا رہا، وہ بہت حیران تھا اس تبدیلی اور رویے پر۔

آج ان دونوں کا کالج میں پہلا دن تھا، خوابوں کی تعبیر کا پہلا دن دونوں نے خاص طور سے نئے کپڑے بنوائے تھے۔ کالج جانے کے لئے رات ہی سے پریکٹس ہو رہی تھی کالج جانے کی۔ شہوار! میں تو سفید شلوار دوپٹہ اور یہ سیاہ پرنٹ والی شرٹ پہن کر جاؤں گی اور ساتھ کوٹ شوز اچھے رہیں گے۔

نیہا نے اپنے کپڑے نکال کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا مگر شوخ و شنگ شہوار قطعی اس سے متفق نہیں تھی۔ ''یہ کیا حرکت ہے بھئی.... پہلا دن ہے کالج میں اور پہلے دن تو اچھا امپریشن پڑنا چاہیے لوگوں پر اور پھر یہاں تو ہر طرح کے لوگ موجود ہوں گے۔ کوئی ڈھنگ کا لباس نکالو ذرا شوخ سا۔''

شہوار نے اپنا گہرے پرپل کلر کا سوٹ ہینگر پر لٹکاتے ہوئے شوخی سے اسے ٹھوکا مارا۔ نہیں میرے خیال میں یہی مناسب رہے گا۔ شوخ رنگ یوں بھی

لوگوں کو متوجہ کرتے ہیں۔ متوجہ تو جناب آپ ہر صورت میں کریں گی کمخواب پہن کر جائیں یا چیتھڑے لٹکا کر جائیں تب بھی لوگ آپ کو دیکھیں گے متوجہ ہوں گے یہ کیا بات ہے اور پھر تم جیسی کشش ثقل رکھنے والے چہرے تو خوامخواہ ہی لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔

شہوار نے پیار سے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا تو وہ جھینپ گئی۔ ہٹاؤ باتیں نہ بناؤ۔ یہ بتاؤ وہ جو لائٹ پنک لپ اسٹک تھی کہاں ہے؟ یہاں تو کہیں بھی نہیں ہے۔ ہاں وہ یاد آیا میرے بیگ میں ہمیشہ سے کتابیں کم اور میک اپ کا سامان زیادہ رہا ہے۔ بیگ نہ ہوا بیوٹی بکس ہو گیا۔

ارے بھئی ڈاکٹرز آج پہلا دن ہے اور پہلے دن ہی چھٹی کرنی ہے کیا... جلدی کرو ورنہ ہم لوگ گاڑی لے جائیں گے۔ آتی رہنا پھر بسوں پر خوار ہوتی یار قسم سے کالج ہو یا شادی پر ان کی تیاری میں ایک جتنا ہی وقت لگتا ہے۔

زوہیب خیر سگالی کے جذبات کے اظہار کے لئے دونوں کے انتظار میں کھڑا تھا کہ آج ان کا پروفیشنل کالج میں پہلا دن تھا اور وہ دونوں کو مبارکباد دینے کے لیے اپنی یونیورسٹی کی بس مس کر کے ان کے انتظار میں کھڑے تھے۔

''لڑکیوں کیا ہو رہا ہے بھئی تم لوگ بھول رہی ہو کالج جانا ہے تم لوگوں کو کسی ولیمے پر مدعو نہیں ہو۔ حارث نے زور سے دروازہ پیٹا تو آئی لینز لگاتی شہوار ڈر گئی۔ کیا مشکل ہے تم لوگوں کو چین نہیں ہے آ رہے ہیں جلدی کیا ہے ہمیں گاڑی میں جانا ہے۔ دونوں اطمینان سکون کے ساتھ تیار ہو کر باہر آئیں تو وہ دونوں ایک دوسرے کے کندھوں پر سر رکھے مصنوعی خراٹے لے رہے تھے۔

چلئے بھئی ابھی نیند ختم نہیں ہوئی تم لوگوں کی اور ہم لوگ کب سے تیار کھڑے ہیں۔ شکریہ آپ لوگ آج ہی تیار ہوگئیں ورنہ تو ہمیں آئندہ صدی... بہرحال ہماری طرف سے پروفیشنل کالج میں پہلا دن مبارک ہو۔

زوہیب نے شہوار کی طرف ہاتھ بڑھایا اور حارث نے نیہا کی طرف تو وہ اچھل پڑیں۔ ارے یہ ہمارے لئے ہیں ہم تو سمجھے تھے یہ تم لوگوں نے محلے کی بہنوں کے لئے خریدے ہیں شکریہ بہت بہت شکریہ۔ شہوار نے زوہیب کے ہاتھ سے گجے لیتے ہوئے چھیڑا جو بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ محلے کی بہنوں کا بھائی تمھارا بھائی ہے سمجھیں اور اپنا آئی لائینیز درست کرو یار قسم سے تم لوگوں کو تو میک اپ بھی ڈھنگ سے نہیں کرنا آتا، بتاؤ بھلا تم ایسے ہی چلی جاتیں تو، یہ لو ٹشو سارا پھیل رہا ہے۔

اور پھر زوہیب نے اسے آئینہ دیکھنے کی اتنی مہلت ہی نہیں دی ٹشو سے ان کی اچھی خاصی آنکھ کا میک اپ خراب کر دیا۔ اب ٹھیک ہے، شہوار نے اپنے اندازے سے آئی لائینیز درست کرتے ہوئے لڑکوں کو دیکھا تو وہ دونوں ہنستے ہنستے دوہرے ہوگئے۔ بالکل ٹھیک بالکل۔ زوہیب ہنسے جا رہا تھا کیونکہ شہوار اس کی باتوں میں آکر آنکھ رگڑ کر آئی لائنز پھیلا چکی تھی اور اچھی خاصی بھیانک لگ رہی تھی اس وقت نیہا واپس پلٹی تو شہوار کو دیکھ کر چیخ پڑی۔ شہوار کی بچی، تم بھی کس کی باتوں میں آجاتی ہو اچھا خاصا میک اپ خراب کر لیا ہے، یہ دیکھو۔ نیہا نے شیشہ اس کے سامنے کر دیا تو وہ واقعی اس کی چیخ نکل گئی۔

زوہیب کے بچے وہ اسے مارنے کے لئے آگے بڑھی مگر نیہا کو گھبراہٹ ہو رہی تھی کہ کہیں لیٹ نہ ہو جائیں اس نے اسے راستے میں روک لیا۔ شہوار پہلے ہی دیر ہو چکی ہے۔ اس مورچہ بندی میں اور ہو جائے گی جاؤ جلدی سے

منہ دھو کر آؤ۔ وہ تو شہوار کو ہی خیال آگیا ورنہ آج زوہیب کا حشر کر دیتی وہ۔

❤ ...... ❤ ...... ❤

بزرگوں کی خواہش تھی کہ گھر میں کوئی خوشگوار سی تبدیلی آنی چاہیے۔ وحید کیا خیال ہے تمھارا، متفق ہو میری بات سے، عباس صاحب نے وحید صاحب کی طرف دیکھا۔ بھائی صاحب اس میں میری یا کسی کی رائے کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے وہی ہوگا جو منظور خدا ہوگا۔ اس کے بعد آپ بچوں کی رائے لے لیں کیونکہ زندگی تو بہرحال ان ہی نے گزارنی ہے۔

خیر بچوں کے کتابی چہروں سے تو میں پڑھ چکا ہوں، بہرحال اگر ان لوگوں کو اعتراض نہ ہو تو بسم اللہ کر کے زوہیب اور شہوار کی منگنی کر دی جائے... میں یہ بات اس لئے بھی کہہ رہا ہوں کہ بچے اب پروفیشنل لائن میں آچکے ہیں تو بجائے اس کے سوچ کے دھارے کوئی اور رخ اختیار کرلیں، ہمیں یہ کام کر لینا چاہیے... میری اور عذرا بیگم کی تو یہ ہی خواہش ہے آگے تم لوگ بتاؤ، عباس صاحب نے چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

آگے ہمیں کیا بتانا ہے بھائی صاحب! آگے جو خدا کو منظور ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور میرے خیال میں تو بچوں کو بھی کوئی اعتراض نہیں، کیوں شاکرہ کیا خیال ہے تمھارا، وحید صاحب نے اپنی بیگم کی طرف دیکھا، وہ خود بھی راضی تھیں اور بیٹی کی رضا مندی بھی جانتی تھیں، اس لیے زوہیب اور شہوار کی منگنی کی تاریخ طے کر دی گئی۔

چلئے مبارک ہو بھائی صاحب! اب بسم اللہ کر کے شہوار کو اپنی بیٹی بنا لیں۔ شاکرہ بیگم نے عذرا بیگم کے گلے ملتے ہوئے کہا۔ بھائی یہ تو زیادتی ہے کہ آپ شہوار کو تو اپنی بیٹی بنا رہی ہیں۔ ہم کیا کریں گے ایسا کریں نیہا کو ہماری بیٹی بنا دیں۔ شہوار اور زوہیب کے لیے تو خود شاکرہ بیگم بھی تیار تھیں مگر حارث کے لیے تو انہوں نے شروع سے ہی اپنی بہن کی بیٹی فرزین کو ذہن میں بٹھا رکھا تھا مگر آج وحید صاحب نے اتنی اچانک غیر متوقع بات کر کے ان دونوں کے ساتھ ساتھ ان کو بھی حیران کر دیا۔

عباس صاحب اور مسز عباس کو تو اعتراض بھی نہیں تھا مگر شاکرہ بیگم کا منہ کچھ بن گیا اور یہ بات ان دونوں نے بھی محسوس کر لی تھی اور وہ دونوں ایسی کوئی بات ہونے دینا نہیں چاہتے تھے جو دونوں بھائیوں میں اختلاف کا باعث بن جاتی۔

ہاں کیوں نہیں نیہا تم دونوں کی ہی بیٹی ہے مگر میرے خیال میں ایک جوڑا ہی اللہ بنا دے تو یہ ہی بہت ہے اور یوں بھی میں فی الحال نیہا پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالنا چاہتی، ابھی ماشاء اللہ عمر پڑی ہے، ہو جائے گی ابھی تو وہ پڑھے اللہ اس کا شوق پورا کرے.......... یوں بھی میرے خیال میں ادلے بدلے کی شادیوں میں پہلی رشتے داریاں بھی متاثر ہوتی ہیں۔ نہیں شاکرہ! یہ جو رشتہ آج ہوا ہے اسے اللہ تعالیٰ تکمیل تک پہنچا دے اور شہوار کو میری بہو بنا دے۔ عذرا بیگم کی اس دعا پر سب نے دل کی گہرائیوں سے آمین کہا۔

کیا..........کیا نیہا یہ نہیں ہو سکتا......قسم خدا کی یہ کیا خبر سنا دی تم نے، میں بیڈ سے کود کر جان دے دوں گا کہہ دو کہ یہ خبر مذاق ہے کہ......پلیز کہہ دو یہ سب جھوٹ ہے، جھوٹ ہے۔ نیہا نے یہ خبر سنائی تو شہوار کا سر حیاء سے جھک گیا، زوہیب اسے چھیڑنے کی غرض سے ایکٹنگ کرنے لگا اور دیوار سے سر ٹکرانے لگا شہوار کو بھی غصہ آ گیا وہ جلدی سے اٹھی اور مٹھی میں اس کے بال جکڑ لیے۔

خدا کی قسم، یہ جھوٹ نہیں بالکل سچ ہے۔ اس نے دانستہ طور پر اس کا سر زور سے دیوار سے ٹکرایا تو وہ درد سے چیخ اٹھا۔ ہائے میری ماں یہ کیا غضب کر رہی ہیں آپ۔ یہ ظالم لڑکی تو مار ڈالے گی مجھے۔ وہ سر کو مسل رہا تھا۔ سوچ لو میاں! ابھی بھی وقت ہے ورنہ یہ چار بال بھی ایک جھٹکے میں اتر جائیں گے،

میری ماں کو دیکھا ہے کتنی سمجھدار ہیں ایسی لڑکی تلاش کی ہے میرے لیے حد نہیں، کیا بات ہے فرزین کی بیچارہ زوہیب۔

حارث، زوہیب سے ہمدردی کا اظہار کر رہا تھا۔

شہوار بی بی! بیگم صاحبہ نے کہا ہے رات کو مہمان آ رہے ہیں تو آپ آ کر ان کی بات سن لیں۔ اشرف انہیں بلانے آیا تو وہ دونوں کو قہر آلود نظروں سے دیکھتی چلی گئیں۔تائی جان کون آ رہا ہے۔شہوار آتے ہی پوچھ رہی تھی، نیہا کو نجانے کیوں پریشانی لاحق ہوگئی تھی۔

وہ احمد صاحب۔ مسز عباس نے پان دان سے نظر ہٹا کر دیکھا تو اس کے ساتھ نیہا کو دیکھ کر کچھ چپ ہوگئیں کیونکہ وہ خود بھی پریشان ہوگئیں تھیں۔ احمد صاحب اور مسز احمد نیہا کے لیے اس قدر اصرار کر رہے تھے کہ خود ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انکار کریں یا اقرار جبکہ رشتہ تھا بھی بہت اچھا۔ یہ سب شش و پنج میں پڑ گئے تھے، ہاں اور ناں کے موڑ پر کھڑے کوئی بھی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے آج ہی تو مسز احمد کا فون آیا تھا کہ شاہنواز خان خود باضابطہ طور پر رشتہ لے کر آ رہے ہیں۔

ہاں میں تو کہہ رہی تھی کہ احمد صاحب آ رہے ہیں، ساتھ میں ان کے دوست بھی ہیں اور شاکرہ تو ان کے ساتھ مصروف ہوں گی تم دونوں رات کے کھانے کو دیکھ لینا، میں نے کباب اور کوفتے تیار کر رکھے ہیں اور قورمہ وغیرہ تم اچھا بنا لیتی ہو۔ نیہا تم بریانی بنا لینا۔ اور دیکھو کھانا وقت سے قبل ہی تیار ہو جانا چاہیے۔ احمد صاحب کے دوست پہلی بار آ رہے ہیں تو۔ عذرا بیگم نیہا سے نظریں چراتے ہوئے ان کو ہدایت دیتی رہیں ان کی بات پوری ہونے پر

نیہا ان کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

امی جان! دیکھیں میں جانتی ہوں انکل احمد کے ساتھ کون مہمان آ رہے ہیں مگر میں آپ کو بتا دوں کہ ابھی مجھے ڈاکٹر بننا ہے اور اس سے پہلے میں کسی اور چکر میں پڑنا نہیں چاہتی اور نہ ہی آپ ان کو کوئی آس امید دلائیں گی کیا مشکل ہے ان کو پوری دنیا میں' میں ہی نظر آتی ہوں۔

مہمانوں کی آمد کا سن کر نیہا کو ان کی آمد کا مقصد بھی پتا چل گیا تھا اور چڑ بھی ہو رہی تھی۔ نجانے کیوں خطرے کی گھنٹیاں اسے قریب سے سنائی دے رہی تھیں۔ بھئی تم چیز ہی ایسی ہو چندے آفتاب چندے مہتاب جو کوئی دیکھتا ہے، پھسل جاتا ہے اور ہڈی پسلی تڑوا لیتا ہے دل کی۔

شہوار تائی جان کی نظریں بچا کر آہستگی سے نیہا کو چھیڑ رہی تھی مگر اس وقت نیہا کو وہ مذاق کی طرح زہر لگی۔

چپ رہو اپنے ساتھ منگنی کی دم لگا لی ہے تو بے دُم برداشت نہیں ہو رہے تمہیں اور خبردار ایسا کوئی مذاق کیا ہو تم نے۔ وہ سنجیدگی سے شہوار سے لڑ رہی تھی۔ عذرا بیگم نے ان دونوں کی طرف دیکھا وہ نیہا کی بات سن چکی تھیں۔

نیہا بیٹا اس طرح ناشکری نہیں کرتے، اول تو ابھی ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے، رشتے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتے ہیں ان کو خوش دلی سے خوش آمدید کہنا چاہیے۔ اگر خدا نے جوڑا لکھا ہو تو ہو جاتا ہے نہیں تو بات ختم۔ تم کیوں دل چھوٹا کرتی ہو اور پھر وہ مسز احمد اور احمد صاحب کے رشتے دار ہیں، بحیثیت مہمان ہمیں ان کی بہت عزت کرنی چاہیے۔

عذرا بیگم نے خوب اچھی طرح ان دونوں کو سمجھا دیا تو وہ کچن میں آ

گئیں۔ اور دونوں کاموں میں ایسی مصروف ہوئیں کہ کسی بات کا ہوش ہی نہ رہا۔ شہوار نیہا کی ڈانٹ پھٹکار کے باوجود اسے چھیڑتی رہی۔

"ویسے نیہا! مسز احمد بتا رہی تھیں کہ لڑکا تو کسی شہزادہ گلفام سے کم نہیں' یار کر ڈالو منگنی' میری بھی تو ہو رہی ہے۔"

"بکومت' وہ شہزادہ گلفام ہو............ یا کچھ اور' مجھے ان **جھنجھٹوں** میں پڑنا ہی نہیں اور یوں بھی میں اپنے پروفیشن میں کرنے کے بعد ہی ایسا کوئی کام کر سکتی ہوں............ ابھی ڈھنگ سے چلنا آیا نہیں اور آ گئے کہیں سے اور تمہارا کیا ہے تم تو صدا کی نکمی ہو............ تمہیں تو اللہ تعالیٰ بس نوازے جا رہا ہے کوئی شوق ذوق تو ہے نہیں اور سنو۔"

وہ ابھی اور بھی صلواتیں سناتی اسے کہ اشرف آ گیا ہیڈ کوارٹر کا پیغام لے کر۔

"مہمان آ گئے اشرف؟۔ شہوار کباب پلیٹ میں رکھتی ہوئی اس کی طرف مڑی۔

"ہاں جی۔ آ گئے اور بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں کہ کام ختم کر کے آ جائیں۔"

"اچھا آ جاتے ہیں۔ یہ بتاؤ کون کون آیا ہے' وہ مسز احمد کے بیٹے بھی آئے ہیں کیا۔"

شہوار نے نیہا سے ڈرتے ہوئے یوں ہی پوچھا کیونکہ وہ لڑکے کے بارے میں پوچھنا چاہ رہی تھی مگر براہ راست لڑکے کا نہیں پوچھ سکتی تھی۔

"نہیں جی' ان کے بیٹے تو نہیں البتہ وہ جو مہمان آئے ہیں' ان کے بیٹے ہیں۔"

"اچھا کیسے ہیں میرا مطلب وہ۔" شہوار اشرف سے پوچھنے لگی تھی مگر نیہا کی گھرکی نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اشرف! تم جاؤ' ذرا امی کو بھیج دو۔" نیہا نے پہلے اشرف کو بھیجا اور پھر شہوار کی خبر لینے کے لیے پلٹی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"قسم سے جی چاہتا ہے سر توڑ دوں تمہارا' کیا سوچ رہا ہو گا اشرف کہ کتنا شوق ہے ان کو لڑکوں کو دیکھنے اور ان کے بارے میں جاننے کا۔"

اس نے شہوار کا سر گھما ڈالا اور وہ **ڈھیٹوں** کی طرح ہنسنے لگی۔

"او ہو بھئی' کچھ نہیں سوچتا اشرف ویسے آؤ دیکھتے ہیں بندہ ہے کیسا؟ آنٹی کی تعریفوں کا پول بھی کھل جائے گا۔"

اور پھر وہ ناں ناں کرتی رہ گئی مگر شہوار کہاں ٹلنے والی تھی' اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹ لائی کوریڈور عبور کر کے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ رہی تھیں کہ............ قیصر گاڑی میں کچھ بھول گیا تھا' وہ لینے آیا تو وہ لوگ ڈرائنگ روم کی کھڑکی سے جھانکنے کی کوشش کر رہی تھیں نیہا تو ہرگز بھی تیار نہیں تھی' اسے جب کرنا ہی نہیں تھا تو پھر اسے تجسس بھی نہیں تھا' یہ شہوار ہی گھسیٹ رہی تھی قیصر نے ایک نگاہ ان دونوں کی پشت پر ڈالی۔

"شہوار! چھوڑو مجھے کوئی شوق نہیں دیکھنے کا۔" نیہا نے اکتا کر ہاتھ چھڑایا۔

"او ہو تو میرا شوق کون سا پورا ہو گیا ہے' بندہ اندر ہے ہی نہیں............"

"بندہ یہاں ہے۔" قیصر نے گلا صاف کر کے کہا تو وہ دونوں ہڑبڑا کر مڑیں۔

"آپ.......... آپ ہی۔" یہ تو وہی بندہ تھا جس نے ان کا بل ادا کیا
تھا۔شہوار کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں اور منہ کھلا رہ گیا تھا نیہا جز بز ہو
رہی تھی۔

"جی میں آپ اس قدر حیران کیوں ہو رہی ہیں۔" قیصر کی نگاہیں ہاتھوں کو
آپس میں مسلتی نیہا پر تھیں۔

"نہیں آپ.......... آپ وہی ہیں جن سے ہم چڑیا گھر میں ملے تھے اور
ہم نے آپ کو کھانا کھلایا تھا۔"

اس کی بدحواسی پر نیہا کا جی چاہا اس کا گلا دبا دے جبکہ قیصر ہنس پڑا۔تو
وہ کھسیانی سی ہوگئی۔

"وہ میرا مطلب ہے کہ۔"

"ہوتا ہے.......... ہوتا ہے ایسا' جب کوئی خوب صورت حیران کن نظارہ
دیکھ لیتا ہے تو اسی طرح کبھی کبھی بدحواس ہو جاتا ہے ویسے آپ کی یادداشت
کے لیے چڑیا گھر میں نہیں بلکہ ایک ہوٹل میں ہماری ملاقات ہوئی تھی۔"

قیصر کی شوخ نگاہیں' اٹھتی جھکتی نیہا کی پلکوں پر تھیں جس کی عجیب حالت
تھی' شہوار پر ٹوٹ کر غصہ آ رہا تھا۔

"اچھا تو آپ تھے اور اسی لیے آپ نے۔" شہوار تو فوری طور پر فری ہو
جانے میں کمال رکھتی تھی اور اب وہ قیصر کی حیثیت پہچان کر شوخ ہونے ہی
والی تھی کہ نیہا اس کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی آگے بڑھ گئی تو قیصر آخر تک اس
کے سراپے کو دیکھتا ہوا اندر آ گیا۔

زوہیب اور حارث کو بھی ان دونوں باپ بیٹے کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔

اور خوشی بھی ہو رہی تھی کہ نیہا کے لیے اتنا اچھا رشتہ آیا تھا' قیصر تو سب ہی کو
پسند تھا اور شاہنواز خان سے مل کر بھی سب کو خوشی ہوئی تھی۔

"کیوں بھابھی کیسا ہے لڑکا۔" مسز احمد فاتحانہ انداز میں پوچھ رہی تھیں کہ
اب کیا ارادہ ہے۔

"ماشاء اللہ.......... بھابھی لڑکا تو واقعی بہت اچھا ہے' مگر۔"

"اگر مگر کچھ نہیں' اب انکار نہیں ہوگا ہاں بھابھی.........." عذرا بیگم کی
بات پوری ہونے سے پہلے ہی مسز احمد بول پڑیں۔

"نہیں انکار تو فی الحال ہم نہیں کر رہے بھابھی مگر پھر بھی سوچنے میں وقت
تو لگے گا ناں.........." شاکرہ بیگم کو بھی لڑکا پسند آیا تھا مگر اپنا بھرم وہ کھونا نہیں
چاہتی تھیں۔

"اچھا چلیے' جب تک چاہے سوچیے مگر فیصلہ ہاں میں ہونا چاہیے۔" جو
بات خواتین میں موضوع بنی ہوئی تھی وہی مردوں میں ہو رہی تھی' لڑکا عباس
صاحب اور وحید صاحب کو بھی بہت پسند آیا تھا مگر فوراً ہاں کر دینا بھی نہیں
چاہتے تھے۔

"عباس صاحب! مدعا تو ہم لوگ بیان کر چکے ہیں' اب آپ کے جواب
کے منتظر ہیں۔"

احمد صاحب نے پہلے شاہنواز اور پھر عباس صاحب کی طرف دیکھا جو قیصر
کی طرف دیکھ رہے تھے' وہ ان کو دل سے پسند آیا تھا۔

"آپ لوگوں کی عزت افزائی کا شکریہ احمد صاحب! مگر آپ تو جانتے ہیں'
یہ فیصلے لمحوں میں تو نہیں ہو جاتے ہم سب مل کر بیٹھیں گے تو پھر جو خدا کو منظور

ہوگا۔ ہم اس فیصلے پر سر جھکا دیں گے۔''

عباس صاحب نے شاہنواز خان کی طرف دیکھا جو اس تمام عرصے میں سگار پیتے ہوئے چپ چاپ دوسروں کی بات کا جواب ہوں ہاں میں دے رہے تھے' اور یہ بات وحید صاحب نے خاص طور پر محسوس کی تھی۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

''احمد صاحب ہی بولتے رہے خان صاحب تو چپ چاپ نظروں سے سب کو دیکھتے رہے کوئی بات وغیرہ بھی نہیں کی..........''

''محسوس تو میں نے بھی کیا ہے مگر ہوسکتا ہے۔ پہلی ملاقات ہونے کی وجہ سے کچھ ہچکچا رہے ہوں۔''

'' پھر بھی کہاں تو وہ اتنے بے چین تھے یہ رشتہ کرنے کے سلسلے میں اور کہاں اس قدر سرد رویہ۔''

وحید صاحب کو شاہنواز خان کا رویہ پسند نہ آیا تھا جبکہ خواتین دونوں بے صبری ہو رہی تھیں جلدی سے ہاں کر دینا چاہتی تھیں خود عذرا بیگم جو ابھی نیہا کا رشتہ کرنا ہی نہیں چاہتی تھیں' قیصر کو دیکھ کر وہ بھی مان گئی تھیں۔

'' ویسے لڑکا تو ماشاء اللہ ایسا ہے کہ انکار کرنے کو جی نہیں چاہتا بھابھی آپ لوگ ضرور غور کریں اور وحید آپ تو خواہ مخواہ خان صاحب کی خاموشی کو زیر بحث لا رہے ہیں ورنہ ایسی کوئی بات نہیں' ایسے اچھے لوگ' ایسا لڑکا قسمت سے ملتا ہے' ہماری بیٹی کی قسمت ماشاء اللہ بہت اچھی ہے تو آپ لوگ ناشکری نہ

کریں۔'' شاکرہ بیگم کو قیصر بے حد پسند آیا تھا' اور عذرا بیگم بھی دیورانی کی ہم خیال تھیں۔

'' ٹھیک ہے بھئی مگر سوچ سمجھ کر ہر قدم اٹھانا ہے اگر خدا کو منظور ہے تو پھر کس کو انکار ہوسکتا ہے' سب خود ہی تیار ہو جائیں گے اللہ سے بہتری کی دعا کرو لڑکا تو واقعی اچھا ہے۔''

عباس صاحب کے اس جملے پر یہ محفل برخاست ہوگئی............ دوسری طرف حارث زوہیب اور شہوار نے نیہا کا ناک میں دم کیا ہوا تھا۔

''نہیں نہیں' ہرگز نہیں۔ دنیا بھری پڑی ہے اچھی لڑکیوں سے ان سے جا کر کریں..........'' نیہا کو زبردست قسم کا غصہ آرہا تھا۔

'' لڑکی! اتنا اتراتی کس لیے ہو اللہ نے قسمت اچھی کی ہے تو ایسا خوبرو ہیرو ٹائپ بندہ مل رہا ہے' یار قسم سے وہ کس قدر خوبصورت اسٹائل سے بات کرتا ہے کہ سننے والا بس آنکھیں کھولے سنتا رہے۔''

'' ہاں تم جیسے جو آنکھوں سے سنتے اور کانوں سے دیکھتے ہیں' ان کو ہی گلفام نظر آتا ہے.......... اور خبردار جو کسی نے اس کی حمایت کی ہو تو............ میں جان عذاب میں کر دوں گی۔''

''کس کی؟ قیصر کی ناں' وہ تو ہمیں پتہ ہے۔''

'' چپ رہو میں سب کی جان عذاب میں کر دوں گی اگر مجھے ابھی ڈسٹرب کیا گیا تو کچھ پتہ بھی ہے ایگزامز ہونے والے ہیں' آئندہ چند ماہ میں اور یہ منحوس کہاں سے ٹپک پڑے ہیں' خبردار جو آئندہ اس کا ذکر ہوا میرے سامنے تو۔'' نیہا روہانسی ہو رہی تھی۔

"ایسے نہ کہو نیہا! سچ انکار نہ کرو' اتنا اچھا لڑکا ہے اسمارٹ' خوبرو تعلیم یافتہ اور........... اور۔"

"اچھا بابا........... اچھا کرلے گی ناں نیہا اس سے شادی۔" وہ دونوں بہن بھائی اسے تنگ کر رہے تھے نیہا چیخ پڑی۔

"مرجاؤ خدا کرے تم دونوں۔" وہ مارنے کے لیے ان کے پیچھے لپکی۔

"ہائے نیہا! ایسے تو نہ کہو شہوار مرگئی تو میں شادی سے پہلے ہی بیوہ ہو جاؤں گا۔"

زوہیب بھی ان ہی کا ساتھ دے رہا تھا اس نے تینوں کو دھکے دے کر کمرے سے نکال باہر کیا اور بستر پر گر گئی اور بلا مقصد ہی روئے گئی۔

چونکہ لڑکے میں کوئی کمی نہیں اور احمد صاحب کے رشتہ دار ہونے کی وجہ سے کسی چھان پھٹک کی بھی ضرورت نہیں تھی اور لڑکا بھی سب کو پسند تھا اور کچھ ان کی طرف سے اصرار اس قدر تھا کہ ان لوگوں کو ہاں کرنا ہی پڑی مگر جیسے ہی ہاں ہوئی' نیہا نے رو رو کر برا حال کرلیا۔

"امی! میں بہت بری لگتی ہوں ناں آپ سب کو' بوجھ ہوں ناں آپ لوگوں پر' کہ جلد از جلد اتار پھینکنا چاہتے ہیں' لوگوں کی کئی کئی بیٹیاں ہوتی ہیں' تب بھی دیر سے کرتے ہیں اور آپ لوگ ایک کو بھی نہیں کھلا سکتے۔"

وہ الٹی سیدھی باتیں کرتے ہوئے روئے جا رہی تھی' اسے سب سے زیادہ اپنی پڑھائی کا غم ہو رہا تھا۔ وہ دل لگا کر پڑھائی کرنا چاہتی تھی اور اپنے شوق کی منزل تک جانا چاہتی تھی مگر ابھی تو اس نے پرواز کے لیے پر کھولے ہی تھے

کہ کاٹ دیے گئے تھے' یہ ظلم' یہ زیادتی وہ کس طرح برداشت کرتی۔ عذرا بیگم اس کے شوق کو جانتی تھیں اور وہ بھی نہیں چاہتی تھیں کہ اسے ڈسٹرب کیا جائے لیکن جب انہوں نے لڑکا اور اس کا روشن مستقبل دیکھا تو انکار کو خدا کی ناشکری جانا' اب اس کا یوں رونا بھی ان کو خاص متاثر نہیں کر سکا تھا۔

''نیہا میری جان! میری بیٹی' بیٹی ایک ہو یا دس ہوں' والدین امیر ہوں یا غریب' روٹی کا مسئلہ نہیں ہوتا' وہ کسی نہ کسی طرح روٹی تو کھلا ہی لیتے ہیں بیٹیوں کو' مگر شادی اہم فریضہ ہے بیٹی' بیٹیاں والدین کے گھر نہیں سسرال میں اچھی لگتی ہیں۔ شادی تو سنت رسول ﷺ ہے' اور صحیح وقت پر اچھے رشتوں کو قدرت کا انعام سمجھ کر قبول کرنا چاہیے۔''

وہ بیٹی کے سارے آنسو اپنے آنچل میں جذب کرتی بڑے پیار سے ممتا کے احساس کے ساتھ اسے سمجھا رہی تھیں۔ وہ ان تمام حقیقتوں کو تسلیم کرنے کے باوجود اتنی جلدی یہ سب نہیں چاہتی تھی۔ ابھی وہ آزادی کے ساتھ بغیر کسی ذہنی دباؤ کے پڑھائی کرنا چاہتی تھی۔ بہت اچھی قابل ڈاکٹر بننا چاہتی تھی اور ابھی سے منگنی کے جھمیلے اس کے خواب کو چکنا چور کیے دے رہے تھے۔

''امی میں' میں مانتی ہوں مگر امی پلیز ابھی مجھے قید نہ کریں پلیز ورنہ میں پڑھ بھی نہ سکوں گی' میں پڑھنا چاہتی ہوں ہر سوچ' ہر فکر سے آزاد ہو کر اپنی توجہ صرف اور صرف اپنی تعلیم پر دینا چاہتی ہوں۔ امی یہ سب درمیان میں چھٹ جائے گا۔ پلیز ان کو منع کر دیں۔ نجانے کیوں میرا دل نہیں مان رہا' امی آپ میرے شوق سے اچھی طرح واقف ہیں۔ آج جب اللہ تعالیٰ نے میری یہ خواہش پوری کی ہے تو امی پلیز ان کو منع کر دیں۔''

وہ بڑی سنجیدگی سے آنکھوں میں آنسو بھرے ملتجی لہجے میں ماں سے کہہ رہی تھی۔ کچھ دیر کے لیے ممتا ڈول گئی مگر بات آگے بڑھ چکی تھی۔ بڑے اقرار کر چکے تھے۔ انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی۔

''میری جان! اس طرح نہیں کرتے' وہ کون سا تعلیم ختم کروا دیں گے۔ انہوں نے تو کہا ہے کہ تم آزادی کے ساتھ پڑھ سکتی ہو۔ میری خود قیصر سے بات ہوئی ہے۔ وہ تو اس قدر سعادت مند ہے کہ حد نہیں' اور بیٹے تم جانو میں خود تمہارے اتنے جلدی رشتے پر تیار نہیں تھی مگر قیصر کو دیکھا۔ بات ہوئی اور دل خوش ہو گیا اور انکار کو کفران نعمت جانا اور بسم اللہ کر کے ہاں کر دی۔ تم بھی دل چھوٹا نہ کرو۔ اللہ بہتر کرے گا۔ اس طرح کر کے تم ناشکری نہ کرو اور خدا کا شکر ادا کرو۔ اٹھو شاباش منہ دھو لو۔''

انہوں نے پیار سے اسے سمجھایا اور اٹھ کر چلی گئیں۔ وہ وہیں لیٹی رہی' سوچتی رہی' اسے رہ رہ کر قیصر پر غصہ آ رہا تھا۔ اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ اس کا سر توڑ دیتی' اسے تو اپنے شوق کی ناؤ ڈولتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ کس سے بات کرتی جس سے بھی کرتی وہ یہی کہتا۔ تمہیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اتنا اچھا لڑکا مل رہا ہے اور تم ناشکری کر رہی ہو۔ اس نے بے بس ہو کر ہاتھ پیر مارنا چھوڑ دیے تھے۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

عباس صاحب کا خیال تھا کہ زوہیب اور شہوار کی منگنی اور قیصر اور نیہا کی منگنی کی رسم ایک ہی دن کر دی جائے مگر شاہنواز خان کو یہ بات پسند نہ آئی' وہ قیصر اور نیہا کا نکاح کرنا چاہتے تھے گوکہ یہ بات ان کو اتنی پسند تو نہیں آئی تھی مگر چونکہ احمد صاحب اور شاہنواز خان کا اصرار زیادہ تھا' اس لیے منگنی اور نکاح کے لیے ایک ہی دن مقرر ہو گیا۔ شاہنواز خان کا اصرار تھا کہ یہ تقریب خالصتاً گھریلو ہو گی۔ دونوں طرف کے مہمان نہیں ہوں گے۔ صرف گھر کے افراد ہی ہوں گے۔ عباس صاحب نے اپنے بڑے بیٹے کو اطلاع کر دی تھی' وہ بھی بچوں بیوی سمیت آ گئے۔ نیہا اپنی ہمدرد بھابھی ثمرین کے گلے لگ کر شدت سے رو پڑی۔

''بھابھی دیکھئے ناں' یہ کیا ہو رہا ہے۔'' وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی اور وہ ہنس رہی تھی۔''

نیہا! یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ پڑھائی تو لڑکی کے لیے ثانوی حیثیت رکھتی ہے دیکھ لو میں نے بھی آئی آر میں ایم اے کیا ہے تو کیا کارنامہ انجام دے رہی ہوں۔ بچے پال رہی ہوں چولہا جھونک رہی ہوں' میری جان یہ عورت کا مقدر ہے۔''

وہ اس کا تر چہرہ صاف کرتے ہوئے سمجھا رہی تھی۔

''جائیے میں آپ سے نہیں بولتی' میں آپ کو اپنا ہمدرد اور دوست سمجھتی تھی اور آپ بھی دشمنوں سے مل گئیں۔'' نیہا ثمرین سے خفا ہو کر الگ ہو کر بیٹھ گئی۔

''دیکھیے تو بھابی کیسی لڑکی ہے یہ' میری بھی تو منگنی ہو رہی ہے۔ میں تو

نہیں رو رہی؟۔ شہوار نے نیہا کو چھیڑا۔

''تم تو ہو ہی بے شرم بدتمیز۔ بھابھی آپ پلیز امی ابو سے کہیں ناں۔''

وہ پھر ثمرین کے ہاتھ پکڑ کر منت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''بری بات ہے نیہا جان ٹھیک ہے تمہاری پڑھائی ہے مگر زندگی کی حقیقتوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ تمہیں معلوم ہے کہ آج کل اچھے رشتے ملنا کتنا مشکل ہے اور تمہیں تو خدا نے بن مانگے نواز دیا ہے اس لیے اس طرح ناشکری کرنے سے بہتر ہے' خدا کا شکر بجا لاؤ اور آئندہ زندگی کے لیے بہتری کی دعا کرو۔ چلو اٹھو فریش ہو جاؤ اور ایسی باتیں نہ کرو' شہوار اسے لے جانا آج کسی پارلر' فیشل وغیرہ کروا لانا۔ دیکھو چہرہ کیسا پھیکا ہو رہا ہے۔''

اور پھر وہ دن آ گیا جب قیصر اسے نکاح کے بندھن میں باندھنے آیا تھا۔ سیاہ ڈنر سوٹ میں سوبر سے قیصر کو سب ستائش بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ نیہا اور شہوار ایک ہی پارلر سے تیار ہو کر آئی تھیں اور نیہا سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔

'' ماشا اللہ چاند سورج کی جوڑی بنائی ہے اللہ تعالیٰ نے۔'' بھابھی نے نیہا کی پیشانی پر پیار کر لیا۔

'' اور بھابھی! ہماری جوڑی۔'' شہوار نے شکایتی نظروں سے ثمرین کو دیکھا۔

''ہاں بندر اور بندریا کی جوڑی۔'' نیہا نے جو جلی بیٹھی تھی غصے سے کہا۔

'' چپ رہو۔ ایک تو تم لوگوں کے نکاح نے ہماری منگنی کی اہمیت ختم کر دی ہے' اوپر سے باتیں بنا رہی ہو' جو کوئی آ رہا ہے محترمہ پر فدا ہو رہا ہے قیصر

صاحب تو جان سے جائیں گے آج۔"

"باز آؤ شہوار! مجھے یہ مذاق بھی پسند نہیں۔"

نیہا نے سنجیدگی سے کہا اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پروگرام کے مطابق پہلے زوہیب اور شہوار کی منگنی کی رسم ادا کی گئی اور بعد میں نیہا اور قیصر کا نکاح ہوا۔ نیہا نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا' اسے سب سے بہت شکوہ تھا۔ کسی نے بھی اس کا خیال نہیں رکھا تھا۔ رشتہ کرتے وقت یہ طے ہوا تھا کہ صرف نکاح ہو گا اور رخصتی نیہا کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد ہو گی مگر جیسے ہی نکاح ہوا ڈنر کے بعد شاہنواز خان نے اسی وقت رخصتی کا کہہ کر سب کو حیرت میں ڈال دیا۔

"مسز احمد! یہ تو طے نہیں ہوا تھا کہ رخصتی بھی آج ہی ہو گی' یہ تو غیر مناسب بات ہے کہ اپنی بات سے پھر جانا۔" عذرا بیگم جو رخصتی کے لیے قطعی تیار نہیں تھیں ان کو لگا جیسے کسی نے یکدم ان کا دل نکال لیا ہو۔

"میں تو خود حیران ہوں مسز عباس! خان بھائی نے ہمارے سامنے بھی ایسا کوئی ذکر نہیں کیا تھا' پھر یہ اچانک کیوں پروگرام بنا لیا۔ خیر آپ فکر نہ کریں' میں ابھی احمد صاحب سے پوچھتی ہوں۔"

رخصتی کے تقاضے سے اچھا خاصا ماحول سنجیدہ ہو گیا تھا' رخصتی کے مطالبے پر سب ہی پریشان ہو گئے تھے مگر شاہنواز خان بڑی سنجیدگی سے اپنے مطالبے پر ڈٹے ہوئے تھے۔

"خان بھائی! آپ نے تو کہا تھا کہ رخصتی بچی کی تعلیم مکمل ہونے پر ہو گی پھر آپ نے رخصتی کا مطالبہ کیوں کر دیا۔"

احمد صاحب' خان صاحب کو ذرا دور لے جا کر پوچھ رہے تھے خان صاحب

نے لائٹر سے سگار سلگایا' ایک خاموش سی نگاہ ان پر ڈالی۔

"کیوں کوئی غلط مطالبہ تو نہیں کر دیا احمد بھائی! لڑکی اب ہماری امانت ہے اور پھر کیا فرق پڑتا ہے جب نکاح ہو گیا ہے تو پھر رخصتی میں کیا قباحت ہے۔ میرے خیال میں اچھا موقع ہے کر دیں۔"

شاہنواز خان کہہ رہے تھے اور احمد صاحب ان کو قدرے خفگی سے دیکھ رہے تھے۔

"بات غلط یا درست کی نہیں خان بھائی! اصول کی ہے' اس کمٹمنٹ کی ہے جو ہم نے ان سے کی ہے کہ لڑکی کی تعلیم مکمل ہونے تک رخصتی نہیں ہو گی۔ اب اچانک آپ نے یہ مطالبہ کر کے کچھ بے اصولی کا ثبوت دیا ہے۔"

"اوہو بابا! بچی پڑھے گی۔ ضرور پڑھے گی' میں نے یہ کب کہا ہے کہ اس کی تعلیم ختم کرا دی جائے گی بس میری خواہش ہے کہ آج ہی اپنی بہو کو ساتھ لے کر جاؤں' آپ ان سے کہیں' تیاری کریں۔"

شاہنواز خان نے سنجیدہ لہجے میں حتمی انداز اختیار کیا تو پھر سب کو دل پر پتھر رکھنا ہی پڑا۔ خود قیصر بھی حیران تھا کہ یہ اچانک رخصتی کا مطالبہ کیوں کر دیا ابو نے۔ اس نے کچھ کہنا بھی چاہا تو انہوں نے اسے چپ کرا دیا۔ وہ بیچارہ چپ ہو گیا پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ وہ نیہا کے ڈاکٹری والے شوق کو پورا کرنے میں اس کی مدد کرے گا اور گھریلو ذمہ داریاں اس پر نہیں ڈالے گا اور یہ ہی بات اس نے عذرا بیگم سے بھی کہہ دی۔

"وہ تو ٹھیک ہے بیٹا! مگر یہ بے اصولی کی بات ہے۔ مجھے اچھا نہیں لگا' ابھی تو شروعات ہے تعلق کی اور........" وہ باقاعدہ رو پڑیں۔ ان کا دل بیٹھا

جا رہا تھا' نیہا کی جدائی کے خیال سے جس پر رخصتی کی خبر بجلی بن کر گری تھی' وہ سنتے ہی بے ہوش ہو گئی تھی۔

قیصر نے پھر باپ کو سمجھایا مگر وہ کسی بات سے متاثر نہیں ہوئے۔

''ٹھیک ہے قیصر بیٹے! ویسے تو انسان کو اصول پرست ہونا چاہیے مگر خان صاحب کو جلدی ہے تو ہم بھی مردانگی کا ثبوت دیں گے وحید! نیہا کی رخصتی کی تیاری کرو۔''

عباس صاحب خود بھی اصول پرست آدمی تھے اور دوسرں کو بھی ایسا ہی دیکھنا چاہتے تھے مگر بیٹی کا معاملہ تھا' نکاح ہو چکا تھا' اس لیے وہ کوئی بدمزگی پیدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور یوں نیہا بدمزگی میں روتی اور رولاتی بابل کا آنگن چھوڑ آئی۔

اس وقت بھی اپنی زندگی میں آنے والے اس اچانک موڑ کے بارے میں سوچ رہی تھی' اور رو رہی تھی اس نے کب سوچا تھا کہ اتنی جلدی والدین سے' پیاروں سے بچھڑ جائے گی۔ اسے اپنا خواب ٹوٹتا نظر آرہا تھا۔ اس کی پڑھائی ہو رہی تھی کلاسز ہو رہی تھیں اور وہ دلہن بنی اپنی زندگی میں زبردستی گھس آنے والے شوہر قیصر کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے چڑ سی ہو رہی تھی قیصر سے' اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے' جی چاہ رہا تھا بھاگ جائے یہاں سے' جہاں اسے زبردستی بٹھایا گیا تھا کوئی خوشگوار خواب قیصر کے حوالے سے اس کی آنکھوں میں نہیں سجا تھا جب کہ وہ اسی روز سے اس کا خواب دیکھ رہا تھا جب اس نے اسے شادی میں دیکھا تھا اور اپنی قسمت پر نازاں تھا وہ اس وقت جب کہ وہ اس کی بن کر آگئی تھی وہ ابھی تک اس کے کمرے میں نہیں گیا تھا جو

گھونگھٹ نکالے اس کا انتظار کر رہی تھی ابھی کچھ لوگ گھر میں موجود تھے۔ وہ ان کے پاس بیٹھا تھا۔ جب مسز احمد کی فیملی چلی گئی تو وہ بھی اٹھ کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

'' قیصر بیٹا! کہاں جا رہے ہو۔'' اس نے پلٹ کر دیکھا تو شاہنواز خان آخری سیڑھی پر کھڑے پوچھ رہے تھے۔

''جی وہ............؟'' وہ کچھ جھجک کر ایک سیڑھی نیچے آگیا۔

دلہن کے پاس جانے سے پہلے اس پر دستخط کر دو بیٹا۔'' انہوں نے کچھ کاغذات اس کی طرف بڑھائے تو وہ کچھ حیران' کچھ پریشان سا نیچے اتر آیا۔

'' کیسے کاغذات ہیں ابو؟۔ وہ کاغذات دیکھنے لگا تو اسے ایسا لگا جیسے زلزلہ آگیا ہو اور چھت اس پر آگری ہو۔

"کیا طلاق نامہ!۔"

"طلاق!" عرش کانپ اٹھا قیامت خیز دھماکے سے زمین لرز اٹھی شاہنواز خان چہرے پر دنیا جہاں کی فیصلہ کن سختیاں لیۓ کاغذات قیصر کی طرف بڑھائے ہوئے تھے اور جھٹکوں کی زد میں قیصر ان کو یوں دیکھ رہا تھا گویا وہ پاگل ہو گئے ہوں یا وہ خود ہوش وحواس سے بے نیاز ہو گیا ہو' قریب تھا کہ وہ چکرا کر گر جاتا۔ اس نے سیڑھی کی ریلنگ کو مضبوطی سے تھام لیا۔ دل کی عمارت تو ابھی تک لفظ طلاق کے دھماکوں سے لرز رہی تھی۔

"ا......... ابو......... ابو! یہ سب کیا ہے؟ یہ......... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟......... پلیز ابو۔"

قیصر جو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا مہربان باپ' جس نے بچپن سے

آج تک اس کی ہر خواہش پوری کی تھی' اب ایسی فرمائش کرے گا۔ اس کے ارمانوں کے کھلے گلشن کو نذر آتش وہ کیونکر کر سکتے تھے۔ آواز اس کے اندر کہیں دب کے رہ گئی تھی۔

"قیصر بیٹے! میں جو کہہ رہا ہوں' بالکل ہوش و حواس میں کہہ رہا ہوں' تم اپنی دلہن کو طلاق دے دو ابھی اور اسی وقت' یہ میرا حکم ہے۔"

وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید ابو مذاق کر رہے ہیں اگر مذاق نہیں بھی کر رہے تو کچھ سوچ کر یا اس کی حالت کو دیکھ کر یا اس معصوم لڑکی کا سوچ کر وہ اپنا فیصلہ واپس لے لیں گے' مگر وہاں تو لہجہ اور ارادہ چٹان سے بھی سخت تھا جس نے اس کے خوابوں کے محل کو مسمار کر دیا تھا۔

"ابو پلیز' پلیز ختم کریں یہ سب' اگر یہ مذاق ہے تو انتہائی بھونڈا مذاق ہے اور اگر حقیقت ہے تو......... جان لیوا ہے' میں اس حقیقت کو ماننے سے انکار کرتا ہوں انکار کرتا ہوں.........؟۔"

قیصر بھی انسان تھا' کتنے ارمانوں سے اس نے نیہا کو چاہا تھا۔ اب جب کہ وہ اس کی دلہن بنی اس کی منتظر بیٹھی تھی تو' تو باپ اس دلہن کو طلاق دینے کا حکم کر رہا تھا اس نے گستاخی سے ان کا بڑھا ہوا ہاتھ جس میں طلاق کے کاغذات تھے جھٹک دیا۔ تو کاغذات دور جا گرے۔ شاہنواز خان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ کچھ دیر اسے خونی نظروں سے دیکھتے رہے پھر سیڑھیاں اتر کر نیچے گئے اور کاغذات اٹھا کر پھر اسی جگہ آ گئے جہاں قیصر کسی ریت کی عمارت کی طرح ڈھیر ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

"میرے پاس وقت ہے اور نہ یہ مذاق ہے' یہ حقیقت ہے اسی طرح

حقیقت جیسے تمہیں اس لڑکی سے محبت ہے اور وہ تمہاری دلہن بنی بیٹھی ہے۔ تم اس کو ابھی اسی وقت طلاق دو گے ان کاغذات پر دستخط کرو جلدی کرو۔''

''لیکن کیوں ابو......... کیوں آپ یہ ظلم ہم دونوں پر توڑنا چاہتے ہیں؟ یہ سب کیا ڈرامہ ہے۔ کچھ مجھے بھی بتائیں' کیوں آپ یہ ظلم کر رہے ہیں' کیا بگاڑا ہے اس معصوم نے آپ کا' پلیز ابو! ایسا مت کریں' یہ ظلم نہ کریں۔ کاش......... کاش......... ابو مجھے ذرا بھی پتہ ہوتا کہ......... کہ آپ یہ کرنے والے ہیں تو میں نیہا کی محبت میں جان تو دے دیتا مگر اس کو پانے کی تمنا نہ کرتا' اس سے نکاح کر کے اس کو برباد نہ کرتا' کاش......... کاش ابو مجھے پہلے پتہ چل جاتا......... ابو وہ اتنی معصوم ہے کہ.........''

وہ گھٹنوں پر سر رکھ کر بچوں کی طرح رو دیا تو شاہنواز خان نے سختی سے اس کا سر اونچا کیا۔

''میں نے کب کہا کہ نیہا معصوم اور بے گناہ نہیں' بیٹا! یہ بچی معصوم بھی ہے اور بے گناہ بھی۔''

''پھر......... پھر ابو یہ ظلم کیوں ایک بے گناہ معصوم پر' ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے کہ اس کے کردار اور پیشانی پر طلاق کا بدنما دھبہ لگا دیا جائے۔ ابو سوچیں ذرا اس معاشرے میں اس کا کیا مقام رہ جائے گا' اس کے کردار کے متعلق کیسی کیسی باتیں نہ کی جائیں گی ابو پلیز یہ ستم نہ ڈھائیں اس معصوم پر' پلیز ابو.........''

قیصر منت ساجت پر اتر آیا مگر وہاں وہ کسی چٹان کی سختی لیے کھڑے تھے۔

''قیصر میرے بیٹے! دکھ تو اس بات کا ہے کہ ستم ڈھائے ہی معصوم اور بے

گناہ لوگوں پر جاتے ہیں لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ جب ظالم ظلم کر رہا ہوتا ہے تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ کبھی وہ بھی مظلوم اور معصوم ہو سکتا ہے۔ کبھی وہ بھی ظلم کی چکی میں پس سکتا ہے۔''

کچھ دیر کے لیے ماضی کے تلخ واقعات کی تلخیاں کرب ناک سایوں کی صورت میں ان کے چہرے پر اتر آئیں۔

''ابو! میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا' آپ کیا کہہ رہے ہیں کیوں کہہ رہے ہیں' یہ سب میری سمجھ سے بالاتر ہے۔''

قیصر نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ اس کی دماغ کی رگیں پھٹ جانے کی حد تک تن رہی تھیں۔

''تمہیں کچھ سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں قیصر! تم صرف میرا حکم مانو' ان کاغذات پر دستخط کر دو بس۔''

''نہیں ابو پلیز! مجھ سے یہ گناہ نہ کروائیں' پلیز یہ ظلم ہے کسی بے گناہ معصوم پر' قیصر کو نیہا کا خیال مارے جا رہا تھا جو خود پر ہونے والے ظلم سے ابھی تک لاعلم تھی۔

اور تم جو دانستہ طور پر باپ کا ہاتھ بار بار جھٹک رہے ہو' یہ گناہ نہیں ہے کیا۔'' شاہنواز خان طیش میں آنے لگے۔

''ابو پلیز میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں' پلیز مجھے ایسا حکم نہ دیں جو میں مان نہیں سکتا۔''

قیصر نے باقاعدہ باپ کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ یہ بات نہیں تھی کہ اسے اپنا خیال تھا اسے نیہا کی عزت زیادہ پیاری تھی۔ اس کی بات پر

شاہنواز خان نے طنزیہ نظروں سے بیٹے کو دیکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

"قیصر! میں تم کو ایسا نہیں سمجھتا تھا میں شاید تمہاری سعادت مندی کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا۔ ایک لڑکی کی محبت تمہیں باپ کی نافرمانی پر مجبور کر رہی ہے۔ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔" شاہنواز خان کے لہجے میں جانے کیا بات تھی قیصر کا دل کٹ گیا۔

"ابو! یہ بات نہیں ہے ابو محبت.......... محبت.......... تو خیر اپنی جگہ پر ہے ابو! مجھے اس لڑکی کی عزت کا خیال ہے۔"

"اس کا تمہیں بہت خیال ہے اور باپ کا ذرا بھی احساس نہیں تمہیں۔"

"ابو! ایسا نہ کہیں۔ آپ کے لیے میری جان بھی حاضر ہے۔"

"مجھے تمہاری جان کی نہیں اس وقت تمہاری فرمانبرداری کی ضرورت ہے' کرو یہاں دستخط۔"

شاہنواز خان اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہلے تھے جب کہ اس کی بنیادیں تک ہل گئی تھیں۔

"ابو.......... ابو جان! میرا دل نہیں مانتا' یہ گناہ کرنے کو۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"اونہہ! اس لڑکی کو طلاق دینا گناہ ہے' گناہ ثواب کا اتنا ہی خیال ہے تو تمہیں یہ معلوم نہیں کہ والدین کی فرمانبرداری کا اللہ تعالیٰ نے کس حد تک حکم فرمایا ہے۔ والدین شرک کے علاوہ اولاد کو جو حکم دیں' ان کو ماننا چاہیے یہ گناہ نہیں ہے کہ تم مسلسل باپ سے بحث کر رہے ہو' فرمانبرداری کا یہ تقاضا ہے کہ تم فوراً میرا حکم مانتے تم اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر بحث کیے جا رہے ہو۔ پھر

بات کرتے ہو گناہ ثواب کی۔"

شاہنواز خان کی یہ دلیل اتنی جان دار اور حقیقت پر مبنی تھی کہ وہ لاجواب سا ہو گیا۔ اور بے جان بھی۔

"ٹھیک ہے ابو! جو آپ کا حکم مگر اس کا کچھ تو پس منظر ہو گا۔" مردہ لہجے میں بے جان سی آواز نکلی۔

"فرمانبرداری یہ ہے کہ تم پس منظر جانے بغیر میرا حکم مانو' پس منظر جان کر ایسا کرو گے تو صرف اس لڑکی کو حاصل کر سکو گے۔ مجھے کھو دو گے۔ یہ بات یاد رکھو بیٹے! کہ تمہیں باپ یا نیہا میں کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ جس کو جی چاہے رکھ لو جس کو جی چاہے چھوڑ دو لیکن فیصلہ اسی وقت ہو گا۔"

شاہنواز خان نے اسے کس عذاب میں ڈال دیا تھا۔

نیہا

اس کی پہلی محبت تھی۔ نیک سیرت قیصر نے زندگی میں پہلی بار نیہا کو چاہا تھا۔ نیہا کو چھوڑنا بھی موت تھا اور باپ کو چھوڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ فیصلے کی سولی پر لٹکا ہوا تھا۔

اس وقت خود کو تلوار کی دھار پر محسوس کر رہا تھا وہ زخم زخم تھا اس وقت ایک طرف باپ تھا اور دوسری طرف اس کی محبت'

اس نے دھندلی آنکھوں سے ابو کو دیکھا جہاں کسی نرمی کی گنجائش کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اس نے تصور میں دلہن بنی نیہا کو دیکھا اس کا روپ دلہن بن کر کیسا لگ رہا تھا۔ یہ دیکھنا تو اسے نصیب بھی نہیں ہوا تھا وہ تو خوابوں ارمانوں کے ساتھ اس طرف جانا چاہتا تھا مگر راستہ میں لٹ گیا۔ انجانے انتقام کی نذر

ہو گیا تھا۔

طلاق کے کاغذات پر دستخط کرتے ہوئے اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ موت کے پروانے پر دستخط کر رہا ہو۔

"لیجیے ابو! میں.......... میں نے دستخط کر دیے ہیں مگر شرمندہ ہوں تو صرف اس بات پر کہ آپ..........؟"

وہ اس وقت اتنا جذباتی اور دکھی ہو رہا تھا کہ خود پر قابو نہ رکھ سکا اور آنکھوں پر بازو رکھ کر شدت سے رو پڑا' شاہنواز خان پرسکون ہو گئے تھے ان کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مدتوں کی اندر لگی آگ پر آج کسی نے ٹھنڈا پانی ڈال دیا ہو مگر دوسری طرف باپ بھی تھے اور انسان بھی ان کو بیٹے کا دل ٹوٹنے پر اذیت ہو رہی تھی اور نیہا پر بھی دکھ ہو رہا تھا جو ان حالات سے بالکل بے خبر تھی۔ شاہنواز خان آہستگی سے اس کی طرف بڑھے' اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔

"اس طرح مت روؤ بیٹا! میں پتھر نہیں ہوں کہ مجھے تمہارا یا اس بچی کا دکھ نہیں ہوا' بہت دکھ ہے مگر بیٹا یہ جو کچھ بھی ہوا ہے یہ کسی دشمنی' کسی انتقام کی ابتدا نہیں ہے' بلکہ آج تو انتقام ختم ہو گیا ہے' میرے دل میں لگی آگ آج بجھ گئی ہے' تم خود کو اور نیہا کو بہت مظلوم اور دکھی سمجھ رہے ہو ناں' اور یہ انسانی فطرت ہے کہ جب وہ کسی درد سے' کسی دکھ کے کرب سے آشنا ہوتا ہے تو تب اس کو پتا چلتا ہے کہ اس کا دکھ پھر بھی کم ہے' میں بھی تمہیں اپنے زخم دکھاؤں گا' اس غضب کا پس منظر تم جانو گے تو تمہیں خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ میں نے یہ سب کیوں کیا میں مانتا ہوں کہ یہ زیادتی ہے' کسی بے گناہ بچی کو طلاق دینا مگر جب دل میں انتقام کی آگ جل رہی ہو تو کسی بات کا ہوش ہی کب رہتا

ہے اور بیٹا..........! میں تو تیس سال سے اس آگ میں جل رہا ہوں تیس سال ہو گئے ہیں نہ میں جی رہا ہوں' نہ میں مر رہا ہوں' میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا بیٹا' سب کچھ بتاؤں گا۔"

شاہنواز خان بے دم سے ہو کر قیصر کے قریب ہی سیڑھیوں پر بیٹھ گئے اور قیصر تو اب بالکل بے حس و حرکت سکتہ کی کیفیت میں بیٹھا خالی خالی نگاہوں سے ان کو دیکھ رہا تھا' اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے اندر اب کچھ بھی باقی نہ رہا ہو' طوفان آیا تھا اس کا سب کچھ بہا کر ساتھ لے گیا۔ اب وہ خالی دامن بیٹھا تباہ کاریاں سمیٹ رہا تھا' اب اسے کسی بات سے غرض نہیں تھی۔ کسی پس منظر سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو صرف یہ سوچ رہا تھا کہ ماضی میں کچھ ہوا بھی تھا تو معاف بھی کیا جا سکتا ہے مگر شاید انتقام میں واقعی انسان ہوش و خرد کھو بیٹھتا ہے۔ جنونی ہو جاتا ہے اور جنون کب دیکھتا ہے کہ کون تباہ ہو رہا ہے' کس کا گھر اجڑ رہا ہے۔ وہ بے حس سا بیٹھا تھا شاہنواز خان اسے کچھ دیر دیکھتے رہے اور پھر اسے وہ کہانی سنانے لگے جس کا وہ اہم کردار تھا۔ وہ زخم دکھانے لگے جو اس کا انتقام کا سبب بنے۔

"قیصر بیٹا! غربت نہ تو کوئی گناہ ہے نہ جرم' اور نہ ہی عیب مگر غریب لوگوں کو زندہ رہنے کا حق نہیں دیا جاتا ہمارے دادا کوئی بہت بڑے زمیندار یا جاگیردار نہیں تھے' بس تھوڑی بہت زمینیں تھیں لیکن جب پاکستان بنا تو دادا وہ بھی چھوڑ کر آ گئے اپنے ملک میں محنت مزدوری کر کے زندگی بسر کرنے لگے ہمارے والد اور چچا وغیرہ کو تعلیم دلائی تاکہ معاشرے میں اچھی زندگی بسر کر سکیں۔ ہمارے والد نے بی اے کر لیا تو ان کو اسکول میں جاب مل گئی آہستہ آہستہ زندگی کے شب و روز گزرنے لگے سب لوگ سیٹل ہو گئے بہت زیادہ نہ سہی پھر بھی اچھے طریقہ سے زندگی کی گاڑی چل رہی تھی۔

دادا کا انتقال ہو گیا۔ تو دونوں چچا بھی الگ ہو گئے۔ ہم لوگ بھی اپنے گھر میں خوش تھے' دو بھائی اور ایک بہن۔ بے حد لاڈلی پیاری ہم دونوں بھائی میں

اور رب نواز ابھی پڑھ رہے تھے میں بی اے کر رہا تھا جب کہ رب نواز انٹر میں تھا کہ ابا بیمار سے رہنے لگے جب مکمل طور پر چیک اپ کرایا گیا تو۔ ایک جان لیوا حقیقت نے ہماری راتوں کی نیند اور دن کا سکون چھین لیا' ابا جان کو بلڈ کینسر تھا ان کی طبیعت زیادہ خراب رہنے لگی۔ تو ان کو جاب چھوڑنی پڑی۔ جو کچھ تھوڑا بہت تھا ان کے علاج پر لگنے لگا۔ حالات سخت سے سخت تر ہوتے چلے گئے۔ ادھر بیماری ایسی خطرناک' دوسری طرف علاج کے لیے پیسے کی کمی نے ہم لوگوں کو پریشان کر کے رکھ دیا' ہم دونوں بھائیوں نے پڑھائی ادھوری چھوڑ کر جاب کی تلاش شروع کر دی مگر مجبوروں کو جاب پلیٹ میں رکھ کر تو پیش نہیں کرتا مگر بعض اوقات آزمائش کی گھڑیاں اتنی کڑی ہوتی ہیں کہ! اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ ہر طرف سے ناکامی اور مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہماری ماں تو بچپن میں ہی وفات پا چکی تھیں۔ اب ہمارے ابا جان ہی ہمارا سب کچھ تھے اور ہم دونوں بھائی اپنی زندگی کی بازی لگا کر ان کا علاج کرانا چاہتے تھے مگر بدنصیبی سے دونوں بھائیوں میں سے کسی کو بھی جاب نہیں مل رہی تھی۔ ابا جان کی حالت نازک ہوتی جا رہی تھی۔ ہم پاگلوں کی طرح سے مسائل کے سمندر میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے کہ رب نواز کو ایک پرائیویٹ فرم میں کیشیر کی جاب مل گئی۔

اس روز ہم بہت خوش تھے جب رب نواز اپنی پہلی تنخواہ لے کر آیا اس رات شائستہ نے کھانا بھی اچھا بنایا۔ وہ بھی بہت خوش تھی۔

"بھائی جان! میں نے صرف آپ کے لیے کوفتے بنائے ہیں؟۔" شائستہ نے کہا تو میں کچھ خفا سا ہو گیا۔

"شائستہ دیکھو جان! ابھی ایسے حالات نہیں ہیں کہ ہم کباب کوفتے اڑائیں۔ ایک اکیلا رب نواز بیچارہ کمانے والا ہے' گھر کا خرچ ہے اور سب سے بڑھ کر ابا جان کا علاج ہے' ہم ایسی فضول خرچی افورڈ نہیں کر سکتے۔"

میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار سے سمجھایا تو وہ ہنس پڑی' بڑی شرمندہ سی ہنسی۔

"سوری بھائی جان! آئندہ نہیں ہو گی ایسی فضول خرچی ابھی تو کھائیں ناں۔" پھر اس نے بڑے اصرار سے کوفتے ہم بھائیوں کو کھلائے۔

ہم زندگی سے کسی نہ کسی طرح لڑ رہے تھے مگر بگڑتے ہوئے حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ کہیں سے چھپڑ پھاڑ کر ہمیں مل جائے اور ہم ابا جان کا علاج کسی اچھے ڈاکٹر سے کروا سکیں اسی تگ ودو میں میرے کچھ دوستوں نے سعودی عرب جانے کا پروگرام بنایا' وہ بھی غیر کانونی طور پر' میں نے سوچا کچھ عرصہ بھی بچ بچا کر کام ہو گیا تو ابا جان کے علاج کے لئے رقم جمع کر لوں گا میں نے ابا جان سے بولا بہن اور بھائی کو بتا دیا دونوں مجھ پر ناراض ہونے لگے۔

"ہرگز نہیں بھائی جان میں آپ کو جانے نہیں دوں گی' ابا جان پہلے ہی اتنے بیمار ہیں اور آپ بھی چلے گئے تو۔" وہ باقاعدہ رونے لگی۔

"شائستہ! دیکھو جب تک ہم کوئی خطرہ مول نہیں لیں گے کس طرح وقت گزرے گا۔ ابا جان کب تک اسی اذیت میں زندگی گزاریں گے۔ تم بھی میرا دل چھوٹا کر رہی ہو' دیکھو میرا دوست ہے' اس کا بھائی ہے وہاں پر وہ کوئی نہ کوئی بندوبست کر دے گا۔ دیکھ لینا انشاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ میں

کافی دیر تک اسے سمجھاتا رہا' وہ کچھ بھی سمجھی اور کچھ نہیں۔

"اچھا۔ میں آپ کے لئے چائے بناتی ہوں پھر ابا جان کو دوائی بھی دینی ہے۔" وہ اٹھنے لگی تو ایک دم چکرا کر گر گئی۔ میں نے بڑھ کر پکڑ لیا۔

"کیا بات ہے شائستہ! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟۔" میں پریشان ہو گیا تھا۔

"پتا نہیں بھائی جان! سر میں جب بھی درد ہوتا ہے' اتنا ہی شدید ہوتا ہے کہ دل گھبرانے لگتا ہے۔"

"اچھا کب سے ہوتا ہے تمہیں ایسے؟۔" ہم دونوں بھائی پریشان ہو گئے' وہ اکثر اپنی تکالیف ہم لوگوں سے محض اس لئے چھپا لیا کرتی تھی کہ ہم لوگ گھبرا نہ جائیں۔

"پہلے تو کم کم ہی ہوتا تھا بھائی جان! اب تو کچھ زیادہ ہی ہونے لگا ہے۔"

تکلیف کے مارے اس کا برا حال تھا۔

"بے وقوف! تم نے ہمیں کیوں نہیں بتایا' ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتے' چلو اٹھو میں ابھی لے کر چلتا ہوں۔" ہم دونوں ہی گھبرا گئے تھے اس کی حالت دیکھ کر۔ میں نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا کہ ڈاکٹر کے پاس لے چلوں مگر وہ ٹال گئی۔

"نہیں بھائی جان ابھی صرف ابا جان کا علاج کروائیں' میرا کیا ہے سر درد ہی تو ہے ٹھیک ہو جائے گا آپ فکر نہ کریں بس۔" اس نے ہنس کر ٹال دیا۔

رب نواز کی جاب سے گھر کا چولہا تو جل ہی رہا تھا مگر ابا جان کا علاج

نہیں ہو پا رہا تھا‘ چنانچہ میں نے ان لوگوں کے منع کرنے کے باوجود رسک
لے لیا اور اپنے ہی جیسے حالات کے مارے دوستوں کے کہنے پر میں ان کے
ساتھ نکل گیا۔ میں کسی بھی صورت گھر کے حالات ٹھیک کرنا چاہتا تھا۔ ابا جان کا
علاج‘ میرا نصب العین تھا میں کوئی بھی خطرہ لینے کو تیار تھا‘ ابا جان اور گھر کے
لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھا مگر برا کام برا ہی ہوتا ہے ۔ ہم دونوں دوست
پکڑے گئے۔ اور جیل میں ڈال دیئے گئے وہ وقت میری برداشت کی آزمائش
کا وقت تھا‘ میں تو وہاں پابند سلاسل تھا اور یہاں والے بے خبری میں ہولتے
رہتے تھے کہ ان کو میری کچھ خبر تھی اور نہ ہی مجھے ان کی خبر تھی۔ ابا جان کے
لئے میں ہر وقت پریشان رہتا‘ خدا سے گڑگڑا کر ان کی زندگی کی دعائیں کرتا۔
وہ بے بسی‘ بے کسی کے لمحات بچھو بن کر کاٹتے تھے مجھے۔ میرا دل چاہتا کہ
سلاخیں توڑ کر بھاگ جاؤں مگر بے بس تھا پھر خدا کا کرم ہوا کہ ہمارے دوست
نے ہمارے لئے کچھ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں سن لیں اور ہم پاکستان
آ گئے گھر آیا تو پیروں تلے زمین نکل گئی کیونکہ ابا جان تو خیر ایسے مرض میں مبتلا
تھے کہ کمزور ہو چکے تھے مگر شائستہ کو دیکھ کر میرا دل کٹ کر رہ گیا۔ سوکھ کر کانٹا
ہو گئی تھی۔

”شائستہ! تمہیں کیا ہوا ہے‘ یہ کیا حال ہو گیا ہے تمہارا؟“ میں نے اسے
ساتھ لگا کر کہا تو وہ شدت سے رو پڑی تب رب نواز نے مجھے بتایا کہ شائستہ
کے سر میں جو اکثر درد رہا کرتا تھا‘ وہ خطرناک برین ٹیومر کی صورت میں ہماری
بہن کو کسی آسیب کی طرح چمٹا ہوا ہے۔ ایک تو ابا جان کی بیماری‘ اوپر سے
شائستہ کی بیماری کا سن کر میں اپنی ٹانگوں میں کھڑا نہ رہ سکا۔ کوئی اندازہ کر سکتا

ہے ہماری پریشانی کا کہ گھر میں باپ اور جان سے پیاری بہن موت کے منہ
میں جانے کو تیار تھے اور ہم تہی دامن بھائی کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ابا جان
اپنی ساری تکلیف بھول کر شائستہ کے لیے فکر مند رہتے مگر ان کی اپنی حالت
دن بدن بگڑتی جا رہی تھی۔ اب تو شائستہ کو دورے جلدی جلدی پڑنے لگے
تھے۔ وہ تڑپتے تڑپتے بے دم ہو جاتی۔ ہم دونوں بھائی جان تک دینے کو تیار
تھے مگر مالی طور پر اتنے بے بس تھے کہ اس کا علاج بھی نہیں کرا سکتے تھے۔
شائستہ کی اتنی سیریس حالت ہو گئی تھی کہ ڈاکٹر نے اس کا آخری علاج آپریشن
بتایا تھا۔ اور اس کا آپریشن بہت جلد ہونا تھا۔ آپریشن پر پچاس ہزار کا خرچ آ
رہا تھا۔ میں تو خیر اتنا بدنصیب تھا کہ اپنے باپ اور بہن کے لئے کچھ بھی نہیں
کر سکتا تھا۔ رب نواز بیچارہ ایک پرائیویٹ فرم میں کیشیئر تھا اس کی تنخواہ سے تو
بمشکل چولہا جلتا تھا یا پھر ابا جان کا تھوڑا بہت علاج ہو جاتا تھا۔ شائستہ کے
آپریشن کے لئے پچاس ہزار کہاں سے جمع کرتے‘ ہماری کوئی جمع پونجی بھی نہیں
تھی۔

”بھائی! اب کیا کریں‘ شائستہ کی حالت تو ابا جان سے زیادہ بگڑتی جا رہی
ہے۔“

”میں کیا بتاؤں میرے بھائی میں تو تم سے زیادہ بے بس ہوں‘ تم تو کچھ
نہ کچھ کر ہی رہے ہو ناں‘ میں اپنے باپ اور بہن کے لئے کیا کر رہا ہوں
سوائے دعاؤں کے۔“

میں بے بسی سے رو پڑا اس رات شائستہ کو درد کا شدید دورہ پڑا۔ وہ لوٹ
پوٹ ہو گئی۔ ڈاکٹر نے پھر آپریشن کے لئے دباؤ ڈالا۔

ہم لوگ تڑپتی ہوئی بہن کو لے کر گھر آ گئے' بے بسی اور بے کسی کی ان گھڑیوں کو میں زندگی بھر نہیں بھلا پاؤں گا' وہ وقت ایسا تھا کہ ہم اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کہیں ڈاکہ بھی ڈالنے کو تیار تھے۔

''رب نواز تم.......... تم اپنی فرم کے مالک سے بات تو کر کے دیکھو' یہ پیسہ ہم قرض کے طور پر لیں گے' پھر انشاء اللہ پورے کا پورا پیسہ خواہ کسی طرح بھی سہی ادا کر دیں گے۔ تم بات تو کرو رب نواز! ہمارے پاس گنی چنی گھڑیاں ہیں ہمیں ان ہی میں کچھ کرنا ہے۔ موت کے حملے کو پسپا کرنا ہے' پلیز رب نواز سوچو مت' اتنا عرصہ تمہیں ہو گیا ہے کام کرتے ہوئے' اتنا اعتماد تو لوگ اپنے ملازمین پر کرتے ہی ہیں..........''

مگر ہماری بدقسمتی کہ رب نواز کے بات کرنے سے پہلے ہی فرم کا مالک امریکہ چلا گیا۔ ہم سر پکڑ کر بیٹھ گئے اباجان بھی اپنی بیماری بھول گئے تھے۔ اب ہم تینوں کو ہر وقت شائستہ کی فکر کھائے جاتی۔ کوئی ایسا نہیں تھا جو ہمیں اتنی بڑی رقم ادھار دیتا۔

''یار رب نواز تمہاری فرم میں اور بھی تو آفیسر ہوں گے ان میں سے کسی سے بات کرو یار' انسانیت کے نام پر ادھار لے لو بعد میں ایک ایک پائی احسان مندی کے ساتھ واپس کر دیں گے۔'' میں اور رب نواز ہر رات ایسی ہی باتیں کرتے اور سوچتے رہتے۔

''ہماری فرم کے ایم ڈی ہیں عباس صاحب' اچھے تو بہت ہیں میں بات کر کے دیکھتا ہوں۔''

رب نواز نے متذبذب سے انداز میں کہا۔ میں نے زور دیا کہ کل ہی

رب نواز عباس صاحب سے بات کرے۔

بات کرنے میں رب نواز کو بڑی دقت ہو رہی تھی کیونکہ عباس فرم کا ایم ڈی تھا اور رب نواز کیشیر تھا' جب رب نواز نے اپنی مجبوری بتا کر عباس سے رقم کے لئے کہا تو وہ اسے یوں دیکھنے لگا جیسے وہ پاگل ہو۔

''رب نواز! یہ درست ہے کہ میں ملازمین کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آتا ہوں' مگر اب اتنی بھی کیا بے تکلفی کہ تم نے منہ بھر کر پچاس ہزار کی رقم کا مطالبہ کر دیا۔ واہ یہ خوب رہی۔''

''مطالبہ' نہیں سر خدا نہ کرے کہ میں آپ سے مطالبہ کروں' میں نے تو فقط آپ سے مدد کی اپیل کی ہے۔ میری بہن کا آپریشن بے حد ضروری ہے۔ میں صرف انسانیت کے ناتے آپ سے درخواست کر رہا ہوں کہ آپ پلیز میری مدد کریں ایک انسانی زندگی کا سوال ہے سر پلیز۔'' رب نواز گڑگڑا رہا تھا۔

''دیکھو رب نواز! یہ کوئی معمولی رقم نہیں اور پھر تم کہاں سے لوٹاؤ گے۔ اگر لوٹا سکتے تو مانگنے کیوں آتے۔''

عباس نے انتہائی حقارت اور غرور سے کہا تو عزت نفس کرچی کرچی ہو جانے کے باوجود رب نواز نہیں ٹلا۔

''سر اللہ کی ذات بڑی مسبب الاسباب ہے۔ آپ اس وقت میری مدد کر دیں۔ پھر انشاء اللہ اسی طرح اللہ تعالیٰ رقم کی واپسی کا بھی وسیلہ بنا دے گا۔ سر پلیز' میری بہن کا ٹیومر پھٹ گیا تو وہ مر جائے گی' سر پلیز انکار نہ کریں۔''

میرا بھائی رب نواز بھکاریوں کی طرح اس سے درخواست کر رہا تھا مگر و مغرور انسان نرم پڑنے کی بجائے مزید اکڑ رہا تھا۔

"رب نواز تم اپنی حیثیت دیکھو' رقم دیکھو اور پھر میری تمہاری پہچان ہی کیا ہے۔ فرم کے علاوہ میں تمہیں جانتا تک نہیں' عقل کے ناخن لو' اتنی بڑی رقم میں تمہیں کیونکر دے سکتا ہوں۔"

اتنی منت سماجت کے باوجود اس ظالم نے رقم دینے سے انکار کر دیا۔

"سر! اگر آپ کو بے اعتباری ہے تو' تو میرا شناختی کارڈ رکھ لیں اور جب تک میں رقم واپس نہ کر دوں' آپ مجھے کارڈ مت دیجئے گا۔ اس سے بڑھ کر میری شناخت کیا ہو سکتی ہے سر۔"

رب نواز نے جیب سے کارڈ نکالا اور اس مغرور انسان کے سامنے رکھ دیا جسے اس نے حقارت سے دیکھا اور ہاتھ میں پکڑے قلم سے رب نواز کی طرف واپس کھسکا دیا۔

"بچوں والی باتیں نہ کرو' رب نواز میں تمہارے کارڈ کو کیا چاٹوں گا بیٹھ کر۔" وہ انتہائی سفاکی سے کہہ رہا تھا۔ رب نواز نے گرنے کی انتہا کر دی اور اس کے پاؤں پکڑ لیے۔

"سر! خدا کے لیے میری مدد کریں ورنہ میری بہن مر جائے گی' سر اس کا آپریشن بے حد ضروری ہے' سر پلیز انکار نہ کریں' آپ کو خدا نے اتنا دے رکھا ہے میں تو قرض مانگ رہا ہوں ورنہ آپ جیسے لوگ خیرات کر دیا کرتے ہیں۔ سر پلیز.........."

رب نواز اس کے پاؤں پکڑے گڑگڑا رہا تھا مگر وہ سفاک انسان تنا کھڑا تھا۔ کسی قسم کی کوئی نرمی' کوئی خوف خدا اس کے دل میں نہیں آ رہا تھا۔

"رب نواز! یہ کیا حماقت ہے۔ کیوں تنگ کر رہے ہو بلاوجہ مجھے۔ جب

ایک بار میں نے انکار کر دیا ہے تو انکار ہے اور یہ بتاؤ پورے شہر میں ایک احمق میں ہی تمہیں نظر آیا ہوں! اونہہ! جان نہ پہچان' اور پچاس ہزار کی رقم میں تمہارے حوالے کر دوں۔ جاؤ اب سارا موڈ غارت کر کے رکھ دیا' میٹنگ میں بھی جانا ہے مجھے۔"

عباس نے انتہائی سفاکی سے انکار کر دیا۔ وہ رات بڑی بھاری تھی۔ ابا جان کو بھی تکلیف زیادہ ہو رہی تھی اور شائستہ کی حالت تو انتہائی خطرناک تھی۔ وہ تڑپ رہی تھی اور دونوں بھائی بے بسی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں تھا۔

"بھائی شائستہ کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔ کیا کریں' رب نواز بے بسی سے ٹہل رہا تھا۔

"رب نواز جب گھی سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے تو انگلیاں ٹیڑھی بھی کر لی جاتی ہیں"

"میں سمجھا نہیں بھائی۔" رب نواز فطرتا سیدھا سا آدمی تھا واقعی میری بات نہیں سمجھا تھا۔

"تمہارے پاس فرم کے لاکر کی چابیاں ہوتی ہیں ناں۔" میں اسے راستہ دکھا رہا تھا۔

"جی مگر.........." وہ میری بات سمجھ کر پریشان ہو گیا۔

"دیکھو رب نواز! میں مانتا ہوں' یہ چوری بد دیانتی ہے مگر ہم مجبور ہیں شائستہ کا آپریشن بے حد ضروری ہے تم وہاں سے اپنی ضرورت کی رقم نکال لو' آپریشن ہو جائے گا تو یا تو رقم کسی نہ کسی طرح جمع کر کے وہاں رکھ دیں گے'

اگر ظاہر ہوگیا تو میں خود کو پیش کر دوں گا۔ دیکھو رب نواز ہمارے پاس یہ ہی لمحات ہیں کچھ کرو ورنہ........... ورنہ۔''

میں نے رقم کے حصول کا جو پروگرام بنایا تھا' وہ خاصا خطرناک تھا مگر بہن کی خاطر ہم کوئی بھی رسک لینے کو تیار تھے پہلے تو رب نواز تیار نہ ہوا مگر میرے مجبور کرنے اور کچھ شائستہ کی حالت دیکھتے ہوئے اس نے لاکر سے پچاس ہزار نکالنے کا پروگرام بنا لیا۔ اس وقت ہم لوگوں کو احساس ہوا کہ کوئی بھی مجبور انسان چور یا ڈاکو کیوں بنتا ہے۔

اس روز رب نواز پروگرام کے مطابق دیر تک آفس میں رہا میں باہر کسی دکان میں چھپ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ قسمت نے ہمارا ساتھ دیا اور عباس جو کہ دیر تک آفس میں رہتا تھا' اس روز جلدی چلا گیا۔ میں آج تک عباس کے سامنے نہیں گیا تھا اور نہ ہی اسے معلوم تھا کہ میں رب نواز کا بھائی ہوں۔ عباس کے جانے کے بعد جب آفس خالی ہوگیا تو رب نواز نے چوکیدار کو کسی کام سے بھیج دیا اور خود لاکر کھولنے لگا۔ میں دھڑکتے دل کے ساتھ باہر منتظر رہا۔ رب نواز جب مطلوبہ رقم نکال کر لاکر دوبارہ بند کر رہا تھا تو میں نے عباس کو دوبارہ آفس میں گھستے دیکھا۔ میں رب نواز کے لئے دعائیں کرنے لگا مگر کبھی کبھی آزمائش اتنی کڑی ہوتی ہے کہ انسان سانس بھی نہیں لے سکتا۔

رب نواز کو عباس نے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب خیر نہیں' رب نواز اب پکڑا گیا۔ تو میں شائستہ اور اباجان کے خیال سے وہاں سے بھاگ گیا۔ رب نواز رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا معافی کیسے ہوسکتی تھی۔ اس نے بہت منت ساجت کی عباس کی کہ اسے چھوڑ دیا جائے مگر وہ نہیں مانا۔ وہ شخص

انتہائی جلاد اور سفاک ہو رہا تھا اس وقت۔

''سر! پلیز مجھے معاف کر دیں میں نے مجبوراً یہ کام کیا ہے' میری بہن اور باپ موت کے کنارے کھڑے ہیں' پلیز سر معاف کر دیں پولیس کو اطلاع نہ کریں۔'' وہ اس جلاد آدمی کے پاؤں پکڑے کہہ رہا تھا کہ پولیس کر اطلاع نہ دو مگر وہ سفاک آدمی نہیں مانا' رب نواز کو پکڑے رکھا اور پولیس کو فون کر دیا۔

''تم کو چھوڑ دوں' میں تم جیسے عیار چوروں سے اچھی طرح واقف ہوں' پہلے اپنی مجبوریوں کا رونا روتے ہیں۔ بھیک مانگتے ہیں پھر چوریاں ڈاکے ڈالنا شروع کر دیتے ہیں' پکڑے جائیں تو معافی مانگنے لگتے ہیں۔ مجھے تو تم شروع ہی سے مشکوک لگتے تھے تم جیسے تو پولیس کے ہاتھوں ہی راہ راست پر آتے ہیں' میں ہرگز تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔''

اس خبیث انسان نے ہماری کسی مجبوری کا احساس نہیں کیا' میرے انتہائی شریف بھائی کو نہ صرف پولیس کے حوالے کر دیا بلکہ کئی پچھلے الزامات اس پر ڈال دیئے۔

میں دن رات سجدے میں گرا شائستہ کی زندگی کی دعائیں خدا سے مانگتا رہتا مگر موت تو برحق ہے۔ زندگی کی امانت خدا کو لوٹانی ہی پڑتی ہے مگر جس طرح میری شائستہ نے تڑپ تڑپ کر میرے ہاتھوں میں جان دی۔ اس وقت میری جو حالت تھی' میرا خدا ہی جانتا ہے۔ اس ذلیل انسان کی وجہ سے میرا معصوم بھائی بہن کا آخری دیدار بھی نہ کر سکا۔ اباجان جو ایک عرصے سے جان لیوا بیماری سے لڑ رہے تھے۔ اس بڑھاپے اور بیماری میں جواں سال بیٹی کی اذیت ناک موت کو برداشت نہ کر سکے اور بیٹی کے تیسرے دن انہوں نے کلمہ

پڑھ لیا۔ میں پاگل ہوگیا دیواروں سے سر ٹکرا کر رونے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا' میرا معصوم بھائی جیل میں ناکردہ گناہوں کی سزا بھگت رہا تھا۔

وہ مجھ سے زیادہ بدنصیب ثابت ہوا کہ نہ تو بہن اور نہ ہی باپ کے جنازے کو کندھا دے سکا۔ جیل کی سلاخوں سے سر ٹکرا کر زخمی ہوتا رہا۔ ہم موت اور بیماری سے نہیں لڑ سکتے تھے مگر اس کم ظرف انسان عباس کی وجہ سے ہم دوہری مصیبت میں گرفتار ہو گئے تھے۔ غموں کا پہاڑ جو ہم بھائیوں پر ٹوٹا تھا' ہم چکنا چور ہو گئے تھے۔ میرے پاس نہ ہمت تھی اور نہ ہی کوئی سفارش اور نہ ہی پیسہ کہ اپنے بے گناہ بھائی کو چھڑا سکتا بے بسی سے اس سے ملنے جاتا تو ہر بار پہلے سے زیادہ بیمار نظر آتا۔

جب میں تنہا ہوتا تو میرے ذہن میں منفی خیالات آتے۔ عباس سے مجھے شدید نفرت ہوگئی تھی میرا بس چلتا تو میں اسے قتل کر دیتا اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے اسے قتل کرنے کا پورا پروگرام بنا لیا تھا۔ مگر خدا کی ہر بات میں مصلحت ہوتی ہے میری یہ کوشش رائیگاں گئی' جب کافی دن گزر گئے وہ آفس نہیں آیا تو میں نے یوں ہی ایک روز جا کر چوکیدار سے معلوم کیا۔

”خان بھائی! عباس صاحب ہیں آفس میں؟“

”عباس صاحب تو چلا گیا صاحب' آپ کون ہیں۔“

”چلا گیا............ مگر کہاں............؟“ جیسے میرے ارمانوں پر اوس پڑ گئی۔

”وہ تو یہاں کی نوکری چھوڑ کر امریکہ چلا گیا ہے۔ آپ کون ہو............“

خان نے دوبارہ میرے بارے میں پوچھا۔

”میں تو کوئی نہیں ہوں۔ ایک کام ان سے کہا تھا ہو سکتا ہے وہ کسی اور کو کہہ گئے ہوں اچھا شکریہ بابا۔“

میں دل میں بھڑکتی انتقام میں جھلستا ہوا واپس آ گیا اور جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا مزید آگ تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ میں زیادہ تر وقت بہن اور باپ کی قبر پر روتے گزارتا۔

رب نواز جیل سے باہر آیا تو بہت کمزور ہو چکا تھا۔ وہ اکثر بیمار رہنے لگا چیک اپ کرایا تو پتہ چلا وہ بھی چند روز کا ہی مہمان ہے میں اس سے لپٹ لپٹ کر روتا رہا مگر وہ اب پرسکون ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اب اچھی جاب بھی دے دی تھی' میں اس کا علاج کراتا رہا مگر موت اور زندگی کی کشمکش اب اس کے بس کا روگ نہیں رہا تھا۔ وہ مجھے اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔

جس انداز میں بھی لوں میرا باپ‘ میرا بھائی‘ میری کلیوں جیسی بہن مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ چکے تھے اس سے انتقام میرا مقصد حیات تھا میرے گھر کی تباہی کا ذمہ دار یہ سفاک انسان تھا۔ میں بھی اسے اذیت میں مبتلا کرنا چاہتا تھا............ پاکستان آ کر پہلے میں نے اسے تلاش کیا۔ میں چاہتا تھا کہ اس کی لڑکی سے تمہاری شادی کروں مجھے تم نے جب اس لڑکی کے لیے ضد کی تھی تو میں نے اسی لیے ناراضگی کا اظہار کیا تھا مگر جب مجھے پتا چلا تو میری مشکل آسان ہوگئی کہ ہم دونوں کی نظرِ انتخاب وہ ہی لڑکی ہے میں نے پھر اسی لیے اتنا شدید اصرار شروع کر دیا تھا‘ میں اس جلاد عباس کو ایسی سزا دینا چاہتا تھا کہ نہ تو وہ جی سکے اور نہ مر سکے‘ اور اب ایسا ہی ہوگا طلاق یافتہ کو دیکھتا رہے گا اور روتا رہے گا جو اذیت اسے اب ہوگی وہ ایک بار مرنے سے نہ ہوتی............

میں مانتا ہوں کہ اس بچی کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے مگر............ مگر کوئی مجھے بتائے کہ زیادہ بڑا مجرم وہ ہے یا میں ہوں............ زیادہ مظلوم وہ ہے یا میں ہوں............ بتاؤ‘ مجھے بتاؤ جلاد کون ہے۔“

بولتے بولتے شاہنواز خان پھٹ پڑے وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے ایک مدت کا روکا ہوا سیلاب آج بند توڑ گیا وہ زخم زخم ہو رہے تھے۔ اپنے دل‘ اپنی روح پر لگے یہ گھاؤ تو انہوں نے کبھی کسی کو دکھائے ہی نہیں تھے آج قیصر کو پتا چلا تو وہ تڑپ اٹھا۔

”ابو‘ یہ پانی پی لیں۔“ اس نے ان کا سر اپنی گود میں رکھ کر پانی کا گلاس ان کے منہ سے لگا لیا‘ وہ بری طرح ہانپ رہے تھے۔

”سوری بیٹے! تم بھی کیا سوچتے ہو گے کہ اپنا انتقام پورا کرنے کے لیے میں نے تمہیں استعمال کیا مگر بیٹا آج جو سکون مجھے ملا ہے وہ شاید تم محسوس نہیں کر سکتے...... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ کم ظرفی ہے مگر...... میں بہت کمزور‘ کم ظرف ہوں۔“

”ابو ٹھیک ہے جو کچھ ہوا ہے‘ اب یا ماضی میں غلط ہوا ہے مگر آپ کی فرمانبرداری میرے لیے اہم ہے۔ آپ کے دکھ میرے دکھ ہیں آپ............ آپ خود کو نارمل کرنے کی کوشش کریں ابو! جو ہونا تھا ہو چکا‘ میں نیہا کے پاس جا رہا ہوں‘ لائیے کاغذات مجھے دے دیں۔“ اپنے دل میں اٹھتی ٹیسوں کو دباتے ہوئے قیصر نے ان کو لٹا دیا اور ان کے ہاتھ سے کاغذات لے کر کچھ دیر تک ساکن آنکھوں سے دیکھتا رہا‘ ابو کے زخموں کی ٹیسیں وہ اپنے دل پر محسوس کر رہا تھا مگر پھر بھی اندر سے کہیں آواز بھی آ رہی تھی کہ کاش وہ سب نہ ہوا ہوتا............ تو پھر یہ سب کیوں ہوتا............ وہ مردہ دھڑکنوں اور بے جان

قدموں سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے حجلہ عروسی کی طرف آ رہا تھا' جس کو انجانے میں اتنی خوب صورتی سے سجایا گیا تھا مگر اب سہرے کے پھول رو رہے تھے اور کلیاں سسک رہی تھیں۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے دروازہ کھولا تو۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

زندگی میں ہوگا کبھی یوں بھی زندگی سے سامنا
وہ بن کے بیٹھی ہوگی دلہن اور ہمیں ہوگا رخ موڑنا

ضبط کی یہ کون سی منزل تھی کہ وہ بے بس اور بے اختیار اپنی دلہن اپنی چاہت جس کو دیکھتے ہی وہ اپنا صبر و قرار گنوا بیٹھا تھا۔ وہ اس کی ہو کر بھی غیر ہو گئی تھی۔ بے بسی کا یہ کیسا مقام تھا' ارمانوں سے لائی ہوئی دلہن کا گھونگٹ بھی پلٹنے کا اس کو حق نہیں رہا تھا۔

''میرے خدا! یہ کیسی آزمائش ہے۔ میں اس بے خبر معصوم لڑکی کو کیسے کہہ دوں کہ اف میرے خدا یہ میرے ساتھ کیوں ہوا کاش...... کاش ابو معاف کرنے کا حوصلہ رکھتے یا پھر نیہا میری زندگی میں نہ آئی ہوتی۔ کاش نیہا! تم وہ لڑکی نہ ہوتیں جس سے ابو کو انتقام لینا تھا...... کاش...... کاش...... مگر نیہا! حقیقت کا زہر ہم سب کو پینا ہے۔ چاہے یہ زہر ہماری رگوں کو کاٹ ڈالے......''

نجانے کب سے قیصر اپنے حجلہ عروسی کے سامنے کھڑا تھا جہاں اس کی محبت' اس کی نیہا اس کی دلہن اس کی منتظر تھی یقیناً اس کی حسین آنکھوں میں اس کے نام کے سپنے سجے ہوں گے اور وہ دھڑکتے دل کے ساتھ رونمائی میں ملنے

والے حسین سے تحفہ کے بارے میں سوچ رہی ہوگی............ مگر نیہا کیا ستم ہے کہ مجھ جیسا بدنصیب بھی کوئی ہوگا کہ اپنی دلہن کو رونمائی میں طلاق کا تحفہ پیش کرنے جا رہا ہو............

اس نے ذرا سا دروازہ کھولا۔ پھولوں کی سیج پر وہ بھی اس مہکتے ماحول کا حصہ لگ رہی تھی۔ وہ غالباً تھک گئی تھی' تب ہی تو گاؤ تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر لیٹ گئی تھی۔ سہاگ کا سرخ بھاری آنچل بھی ڈھلک چکا تھا۔ معصوم حسن سج سنور کے دلہن کے روپ میں شعلہ جوالہ بن گیا تھا۔ قیصر کے دل میں قیامت گزر گئی کہ ابھی جب وہ اسے یہ تحفہ پیش کرے گا تو............ تو اس بہار حسن پر یکدم برسنے والی خزاں کیا منظر پیش کرے گی۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ کس منہ سے اس کا سامنا کرتا............ اس کے ہاتھوں سے دروازے کا ہینڈل آواز کے ساتھ چھوٹ گیا تو............ خوابیدہ حسن چونک گیا۔ نیہا جھٹ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور بھاری آنچل کا گھونگھٹ گرانے لگی تو قیصر تڑپ اٹھا۔

''گھونگھٹ مت گراؤ نیہا اس لیے کہ نہ اس کو الٹنے کا مجھے حق رہا ہے اور نہ ہی میرے پاس رونمائی میں تمہیں دینے کے لیے کوئی حسین سا تحفہ ہے۔ ہاں طلاق کے کاغذات کے کفن میں لپٹے میرے تمہارے ارمان ہیں۔ یہ لو میں نے تمہیں طلاق دیدی ہے۔''

زخم خوردہ لہجے میں یہ الفاظ تھے کہ تیر جو سیدھے نیہا کے دل میں پیوست ہو گئے تھے اور اس کے ہاتھ جو دوپٹہ درست کر رہے تھے وہیں جامد ہو گئے تھے۔ دھڑکنیں ساکن اور آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ وہ دلہن جو آہٹ پر اپنے دولہا کی آمد کے خیال سے سمٹ جاتی ہو۔ آنکھوں میں خوبصورت خواب سجائے

منتظر ہو، اسے رونمائی میں کسی خوبصورت تحفہ کی جگہ طلاق کے کاغذات تھما دیے جائیں تو اس کے حواس کہاں برقرار رہ سکتے ہیں۔ اسے تو گویا سکتہ ہو گیا تھا۔ قیصر کے بس میں ہوتا تو وہ اس حسین صورت کو دل میں بسا کر ساری دنیا سے بغاوت کر جاتا اور اسے لے کر کہیں غائب ہو جاتا۔ مگر اب اس کے پاس کوئی حق نہیں رہا تھا۔ وہ تو اتنا بے بس تھا کہ کچھ بھی نہیں کر سکا تھا۔ نیہا کو دیکھتا اس کے اپنے دل میں قیامت برپا تھی وہ ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے گزر رہا تھا۔

''مجھے معاف کر دینا نیہا! مگر خدا کی قسم میں انجانے میں لٹا ہوں.......... کاش.......... کاش تم میری زندگی میں نہ آئی ہوتی نیہا کاش.......... نیہا معاف کر دینا ظرف کا کام ہے مگر میرے ابو یہ کام نہ کر سکے اور ہماری محبت ہماری زندگی کو انہوں نے ماضی کی قبر میں دفن کر کے عباس صاحب سے انتقام لے لیا میں نہ چاہتے ہوئے بھی تمہارا مجرم ہوں۔''

قیصر کچھ دیر اس ساکت مورت کو دیکھتا رہا حتیٰ کہ اس کی حسین صورت آنکھوں میں اتری دھند میں گم ہونے لگی اس نے ذرا سا جھک کر اس کے پاؤں چھوئے اور تیزی سے باہر نکل گیا دوسرے کمرے میں آ کر وہ دیوار سے سر ٹکرا کر.......... بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

وہ تڑپ رہا تھا زندگی میں یوں بھی وہ لٹ جائے گا اس نے کہاں سوچا تھا۔ کہ اس جیسا صابر اور مضبوط انسان یوں بکھر جائے گا۔

ایک دن کی سہاگن کو دوسرے روز طلاق نامہ تھما کر والدین کی دہلیز پر پہنچا دیا جائے تو یہ قیامت اس خاندان کو پاگل کر دینے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ نیہا جس کو بڑے ارمانوں سے دلہن بنا کر رخصت کیا تھا۔ اگلے ہی روز طلاق نامہ ہاتھ میں لیے سکتے کی حالت میں جب واپس آئی تو ماں بے ہوش ہو گئی۔ باپ چچا نے دل پر ہاتھ رکھ لیے۔ بھائیوں کی غیرت کا یہ تقاضہ تھا کہ ابھی اور اسی وقت جا کر قیصر اور شاہنواز خان کو قتل کر دیں۔ شہوار کا رو رو کر برا حال تھا وہ پتھرائی ہوئی نیہا کو لپٹا لپٹا کر روتی رہی۔

''ذلیل کمینہ گھٹیا.......... میں.......... اس شخص احمد کو دیکھ لوں گا اس نے اس رشتے پر اصرار کیا تھا یقیناً وہ بھی اس سازش میں شامل ہو گا سمجھ لوں گا اس کو تو میں..........'' وحید صاحب کو سب سے زیادہ غصہ احمد صاحب پر آ رہا تھا۔

"نہیں، میں، میں.........تو اس خبیث انسان قیصر اور اس کے باپ کو قتل کر کے رہوں گا، نہیں چھوڑوں گا، میری معصوم بہن کو برباد کرنے والے زندہ نہیں رہیں گے۔" زوہیب غصے سے پاگل ہو رہا تھا، وہ تیزی سے گیا اور ریوالور لے کر باہر کی طرف بھاگا، پیچھے ہی حارث بھی بھاگا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔" حارث بھی اسی طرح بپھرا ہوا اس کے ساتھ ہو لیا۔

"عاصم......... عاصم......... دونوں لڑکوں کو روکیں، دیکھیں دونوں کیا کرنے جا رہے ہیں۔"

انیقہ نے دونوں کو گاڑی میں بیٹھے ریوالور پکڑے دیکھ لیا تو شوہر کی طرف بھاگیں۔ زوہیب گاڑی نکال رہا تھا کہ عاصم گاڑی کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"بھیا! خدا کے واسطے سامنے سے ہٹ جائیں، آج ہم ان خبیث انسانوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے، ہٹ جائیں۔"

غم و غصے میں زوہیب بالکل جنونی پاگل لگ رہا تھا، اس نے نیچے اتر کر بڑے بھائی کو دھکا دے کر پیچھے ہٹا دیا تو عاصم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"وہ صرف تمھاری بہن نہیں ہے؟ اس کا دکھ صرف تم دونوں کو ہی ہے کیا سمجھتے کیا ہو تم لوگ خود کو، تم لوگوں نے اس آئینے میں جو طلاق نامے کی صورت میں اس شخص نے بھیجا ہے اپنی صورت دیکھی ہے۔ نہیں دیکھی تو جاؤ دیکھو جا کر، کتنی مکروہ صورتیں ہیں ہماری، انسانیت کی کتنی گھٹیا تصویر چسپاں ہے اس پر اور وہ تصویر ہمارے باپ کی ہے زوہیب! جن کو ہم سب آئیڈیلائز کرتے ہیں۔ ہمارے اس ہی آئیڈیل شخص نے ماضی میں کتنا چھوٹا اور خود غرض

کردار ادا کیا ہے، لو دیکھ لو اس آئینے میں اس شخص کی تصویر اور پھر چلے جانا ان کو قتل کرنے۔"

عاصم نے جیب سے وہ خط جو شاہنواز خان نے عباس صاحب کے نام لکھا تھا اور طلاق کی وجہ اپنا انتقام بتایا تھا زوہیب اور حارث کے حوالے کیا۔ اور خود مردہ قدموں سے اندر چلا گیا۔

"اوہ نو! تایا ابو بھی کبھی اتنے سخت دل ہو سکتے ہیں کہ کسی مصیبت زدہ کی مدد نہ کریں۔" حارث تحریر پڑھ کر ڈھے گیا مگر زوہیب کے سر پہ خون سوار تھا۔

"خطا باپ کی تھی۔ سزا بیٹی کو کیوں دی اس کمینے نے، میں بھی اسے ایسا سبق سکھاؤں گا کہ باپ بیٹا یاد رکھیں گے۔" زوہیب کی نگاہوں میں خوفناک سی چمک ابھر آئی اس نے زور سے مکہ دیوار پر مارا کہ ہاتھ سے خون رسنے لگا۔

عذرا بیگم ہوش میں آئیں تو اپنے بال نوچنا شروع کر دیئے۔

"ہائے میری بچی، میرے خدا کاش یہ وقت دیکھنے سے پہلے مجھے موت آ جاتی، میرے اللہ میں کیا کروں کہاں لے کر چھپ جاؤں اپنی بے گناہ بچی کو لے کر جسے اپنے باپ کے اعمال کی سزا بھگتنا پڑی، کتنا ارمان تھا میری گڑیا کو بچپن سے ڈاکٹر بننے کا، میری بیٹی نے دن کا سکون رات کی نیند برباد کر کے محنت کی خدا نے جب اسے منزل عطا کی تو.........تو.........؟"

وہ ماں تھیں، کسی دلیل سے مطمئن نہیں ہو رہی تھیں۔ وہ نیہا کو دیکھتیں پھر رونا شروع کر دیتیں۔

"نیہا میری جان کچھ تو بولو کچھ تو کہو میں.........میں، میں نے ہی تو تمہیں مان جانے پر مجبور کیا تھا، ....نیہا بولو لڑائی کرو.........مجھ سے

کہو کہ میں تم کو ایسا مشورہ کیوں دیا۔'' شہوار اس کی دوست بھی تھی اس کی بے جان خاموشی پر تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی وہ خود کو بھی مجرم سمجھ رہی تھی جس نے قیصر کے ساتھ شادی پر بے حد اصرار کیا تھا مگر کسی کو اس انہونی کی کیا خبر تھی۔

♥......♥......♥

اس ساری قیامت اور ہنگامے کا سبب ماضی میں اہم کردار ادا کرنے والے عباس صاحب جب سے چپ چاپ دل پر ہاتھ رکھے اپنی سکتے کی حالت میں پڑی بیٹی کو دیکھتے رہتے جس کو ان کے گناہوں کی سزا ملی تھی۔ وہ وقت ان کی نگاہوں میں گھوم گیا۔

وہ وقت ان کی نگاہوں میں گھوم گیا۔ بعض اوقات دولت اور اختیار انسان کو آپے سے باہر کر دیتا ہے کتنا کمزور اور کم ظرف ہے یہ انسان کہ ذرا سا اختیار مل جانے پر جانے خود کو کیا سمجھنے لگتا ہے۔ اس وقت عباس صاحب' صاحب حیثیت اور مالدار آدمی تھے اپنا پیٹ بھرا ہوا تھا تو کسی اور کی بھوک کا ذرا بھی احساس نہیں تھا ان کو خاندانی دولت و ثروت اور عہدے نے ان کو مغرور کر دیا تھا کہ وہ کسی دوسرے کو انسان سمجھتے ہی نہیں تھے۔ تب ہی تو اپنے ملازمین کے ساتھ ان کا رویہ غیر انسانی ہوتا تھا۔ اب ان کو احساس ہو رہا تھا کہ اگر وہ روتے تڑپتے رب نواز کی مالی مدد کر دیتے، وقت پر ان کے کام آجاتے تو ایک طرف خدا خوش ہو جاتا اور انہیں بھی کسی غریب ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی خوشی مل جاتی۔ مگر اتنا ظرف کہاں تھا، ان کے پاس، انہوں نے تو

اس غریب رب نواز کے ساتھ اتنا برا سلوک کیا کہ اس کی شرافت کو جانتے ہوئے بھی اس کی مدد نہیں کی اور اس کا گھر برباد ہو گیا۔ معصوم بہن اور باپ ختم ہو گئے، خود رب نواز جیل میں بیمار رہ کر ختم ہو گیا۔

کبھی وہ صاحب اختیار تھے۔ آج بے بسی کی تصویر بنے اپنی بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔

''میری بچی! مجھے معاف کر دو، میں تمہارا مجرم ہوں، صرف میں تمہارا مجرم ہوں۔''

باپ کا ہاتھ دل سے ہٹا تو بیٹی کے پاؤں پر آپڑا عاصم جلدی سے آگے بڑھا۔

''ابو! کیسی باتیں کرتے ہیں اٹھیں آپ، طبیعت آپ کی پہلے ہی خراب ہے، اٹھیں پلیز جو ہونا تھا ہو چکا اب سوائے صبر کے اور کیا کر سکتے ہیں۔'' عاصم نے ان کو اٹھانا چاہا مگر وہ نیہا پر جھکتے چلے گئے۔

♥......♥......♥

''**نیہا** میری بچی! مجھے معاف کر دینا۔ میں ان کا خطا کار تو تھا اب تمہارا مجرم بھی ہو گیا ہوں۔ مجھے معاف کر دینا بیٹی! میری خود پرستی اور دولت پرستی کی سزا تمہیں مل گئی ہے' میری بچی میں کیا کروں' رب نواز میری کتنی خوشامد کر رہا تھا۔ کتنا جابر' خودغرض بن گیا تھا میں اس وقت' بالکل پتھر جس پر کسی کی آہ فریاد اثر نہیں کر رہی تھی میں انسانیت کے درجے سے گر گیا تھا۔ ہاں و

انسان ہی کیا جو دوسرے انسان کے کام نہ آئے۔میں تو وہ بد نصیب ہوں۔کہ۔کہ۔''

بولتے بولتے عباس صاحب کی سانس اکھڑ گئی تھی۔ وہ دل کے مریض تو تھے ہی' اب بیٹی کے صدمے نے نڈھال کر دیا تھا۔ ایک ماہ میں ان کو دوسرا اٹیک ہوا جو جان لیوا ثابت ہوا تھا' اور باپ کی موت کے صدمے نے نیہا کا سکتہ توڑا تو اس نے درودیوار کو ہلا کر رکھ دیا۔

''ابو۔'' عاصم تڑپ کر آگے بڑھا۔

''بھائی جان!۔'' وحید صاحب بھاگے..........مگر!!

نیہا کی طلاق اور عباس صاحب کی وفات نے زندگی کا نقشہ اور مفہوم ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔یہ وہ ہی گھر تھا' جہاں خوشیاں رقصاں رہتیں' اب سسکتی آہوں اور گھٹی چیخوں کی آماجگاہ بن گیا تھا گھر کے تمام افراد ایک دوسرے سے آنسو چھپائے پھرتے تھے گھر کے مرد خود پر ضبط کر کے سب کو سنبھال رہے تھے۔

''میرے خدا! میرے آشیانے کو کس کی نظر لگ گئی۔ اجڑ گیا میرا گھر بکھر گیا آشیانہ۔''

عذرا بیگم تو بالکل ہی بکھر کر رہ گئی تھیں۔اس وقت بھی وحید اور عاصم مسجد سے نماز پڑھ کر آئے تو سیدھے ان ہی کے پاس آ گئے۔

''بھابھی جان! موت زندگی کی اٹل حقیقت ہے' اس کو تو ہر ذی روح کو

تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ٹھیک ہے بھائی جان ہماری زندگی کا اہم ستون تھے‘ مگر اب کیا حاصل ہے اس طرح کرنے سے تو بہتر یہ ہے کہ آپ حوصلہ پکڑیں‘ صبر کریں اور قران پاک پڑھ کر بھائی جان کو بخشا کریں۔آپ کو بھی سکون ملے گا اور ان کی بھی مغفرت ہوگی۔‘‘

وحید صاحب کتنی دیر تک بیٹھے ان کو سمجھاتے رہے۔عاصم اٹھ کر نیہا کے پاس آگیا‘ جو زندگی سے قطعی کٹ کر رہ گئی تھی‘ عاصم خزاں پتے کی مانند اپنی اجڑی بہن کو دیکھ کر تڑپ اٹھا.......... سات ماہ قبل جب وہ آیا تھا تو وہ کتنی خوش وخرم تھی۔ اپنے کالج میں ایڈمیشن اور پھر فرسٹ ایرفول بن جانے پر جو ان کی درگت بنی تھی وہ تمام روئیداد اس نے کتنی خوشی خوشی سنائی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اپنے خواب کے پورا ہو جانے کی قندیلیں روشن تھیں جنہوں نے اس کی تمام ہستی کو گھیر رکھا تھا۔ آج یوں مایوسی‘ دکھ کے اندھیرے میں بال کھولے اجڑی بیٹھی تھی۔ عاصم کا دل کٹ کر رہ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس ساتھ لگا لیا۔

’’نیہا میری بہن۔‘‘ وہ خود بھی سسک پڑا۔

’’بھیا! یہ سب میرے ساتھ ہی کیوں ہوا؟ میں نے کیا بگاڑا تھا کسی کا؟ میری وجہ سے میرے ابوجان چلے گئے۔ ہوگئی کوئی مجھ جیسی بدنصیب لڑکی۔‘‘

نیہا جب سے ہوش میں آئی تھی۔ وہ خدا سے توبہ کر رہی تھی کہ نہ جانے اس سے ایسی کون سی خطا سرزد ہوئی ہے کہ اس کے ساتھ ایسا ہوا۔

’’نیہا! بڑی بات ہے جان! ایسا نہیں سوچتے‘ دکھ سکھ‘ موت زندگی بلکہ

سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ابو کی زندگی اتنی تھی‘ اس میں تمہارا کیا قصور ہے‘ اور پھر میں ہوں ناں۔ چچا جان ہیں۔ امی‘ زوہیب‘ شہوار‘ حارث خدا کا شکرادا کرو‘ تمہارے اس دکھ کو شیئر کرنے کے لیے اللہ نے تمہیں اتنے پیارے رشتے دیے ہیں۔ جو تمہارے دکھ سکھ کے ساتھی ہیں۔ شاباش آئندہ ایسی بات نہ کرنا۔ چلو اٹھو منہ ہاتھ دھو کر آؤ۔‘‘

پھر کتنی ہی دیر عاصم اسے سمجھاتا رہا۔ درد کی شدت میں قدرے کمی ہوئی۔ زندگی کے اتنے بڑے اور روح فرسا حادثے نے اس کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ حوصلہ بھی کس طرح پکڑتی۔قیصر کے ساتھ نکاح‘ پھر طلاق‘ اور پھر ابو کی وفات۔یہ تمام واقعات جان لیوا حد تک خطرناک تھے‘ یہ درد کے لمحے اس پر جو گزر گئے تھے‘ وہ پھر بھی حیران تھی کہ.......... زندہ کیسے بچ گئی۔

’’میرے خدا! یہ سب میرے ہی ساتھ کیوں ہوا؟‘‘۔ وہ یہ ہی سوچ کر ہلکان ہوتی رہتی۔

’’نیہا جان! ایسے نہیں سوچتے۔یہ سب نارمل زندگی کا حصہ ہے بس تم اب اٹھو۔ خدا سے صبر کی دعا کرو اور نارمل ہونے کی کوشش کرو۔‘‘

انیقہ نے اسے پیار سے ساتھ لگایا۔ پھر وہ مردہ قدموں سے اٹھ کر چلی گئی۔ تب اس نے سنا بھابی عاصم سے کہہ رہی تھیں۔

’’عاصم! اب نیہا کو ہم ساتھ لے جاتے ہیں۔ بہت کمزور ہوگئی ہے اس کو تو تسلی دے دیتے ہیں‘ مگر خود اپنا دل خون کے آنسو روتا ہے۔‘‘

’’ہاں‘ مگر اب کیا کیا جا سکتا ہے۔اب اس کے سامنے ایسی بات نہ کرنا۔

میں امی سے بات کروں گا' نیہا کو ساتھ لے جانے کی۔''

♥ ...... ♥ ...... ♥

''**کاش**۔کاش یہ شخص کہیں مجھے مل جائے تو اتنے ٹکڑے کروں کہ کوئی گن بھی نہ سکے۔''

باپ کی موت، بہن کی بربادی نے زوہیب کی رگوں میں انتقام کی آگ بھر دی تھی، وہ ہر وقت بھرا رہتا۔

''زوہیب! خود کو نارمل کرو۔ اس طرح تم اپنا ہی نقصان کر رہے ہو۔ کس سے انتقام لو گے۔ ان لوگوں کا تو نام ونشان بھی نہیں ملتا۔ انکل احمد۔ تو بارہا۔ معافی مانگ چکے ہیں کہ وہ لوگ انجان تھے۔ ماضی کے واقعات سے۔ اگر ذرا بھی ان کو علم ہوتا تو۔''

''بکواس کرتے ہیں۔ وہ لوگ اس سازش میں برابر کے شریک ہیں، لیکن چین سے میں بھی ان کو نہیں بیٹھنے دوں گا۔'' زوہیب نے زور سے دیوار پر مکا مارا تو اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔

''فضول باتیں چھوڑو۔ زوہیب کیا حاصل ہو گا ایسی باتوں سے۔''

شہوار نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سہلایا تو اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

''شہوار! میں آگ میں جل رہا ہوں' میں کیا کروں؟''

''یہ دُکھ تو ہم سب کا مشترکہ ہے زوہیب! تم تنہا تو نہیں ہو۔''

شہوار! جو اس کی پسند تھی، محبت تھی، اور اب دونوں ایک دوسرے کے منگیتر

تھے۔ اس کا ساتھ سدا ہی اس کے لیے خوشی کا احساس لاتا تھا مگر اب تو کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

زندگی کی گاڑی کے اس ایکسیڈنٹ نے سب کی زندگی کے رُخ اور مقاصد بدل دیے تھے۔ نیہا بڑے ارمانوں سے ڈاکٹر بننے جا رہی تھی، اس اچانک حادثے سے اپنی منزل گنوا بیٹھی تھی اب تو مثل تصویر بنی چُپ چاپ سب کو دیکھتی رہتی اور عذرا بیگم اسے دیکھ دیکھ کر جلا کرتیں۔

''امی جان! اگر آپ اجازت دیں تو ہم نیہا کو ساتھ لے جائیں۔'' انیقہ ان کے ہاتھ تھامے اجازت لے رہی تھی۔ انہوں نے خالی خالی نگاہوں سے انیقہ کو دیکھا۔

''امی جان! انیقہ درست کہہ رہی ہے۔ نیہا کا وہاں جانا بہت ضروری ہے۔ جگہ تبدیل ہو گی۔ ماحول بدلے گا تو وہ بھی زندگی کی طرف پلٹے گی اور دیکھیے گا انشاء اللہ بہت اچھا چینج آئے گا نیہا کی زندگی میں۔''

ٹھیک ہے بیٹے لے جاؤ، میری معصوم بچی کا مستقبل برباد ہو گیا، کتنا ارمان تھا میری بچی کو ڈاکٹر بننے کا، کیسے کیسے خواب دیکھا کرتی تھی، جانے کس کی نظر لگ گئی میری بچی کو، میرے آشیانے کو۔ بیٹی برباد ہو گئی۔ شوہر نہ رہا۔'' عذرا بیگم کے زخم پھر سے ہرے ہو گئے۔

''امی جان! جو ہوا اسے تقدیر کا لکھا سمجھ کر صبر شکر کریں۔ خدا کو یہ ہی

منظور تھا۔ رہی بات نیہا کے ڈاکٹر بننے کی تو انشاء اللہ اس کا اور آپ کا یہ خواب ضرور پورا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ جیسی ڈاکٹر بننا چاہتی تھی ضرور بنے گی۔"

"ٹھیک ہے لے جاؤ۔ خدا میری بچی کو یہ سفر مبارک کرے۔"

سب نے دل سے آمین کہا۔ رخصت ہوتے ہوئے شہوار اس سے لپٹ لپٹ کر روئی۔ کتنا مزا آتا تھا دونوں کو ساتھ پڑھنے میں۔ شرارتیں کرنے میں۔ اب تو سب کچھ ہی بدل کر رہ گیا تھا۔

عاصم گورنمنٹ آفیسر تھا۔ اس کا بنگلہ ایسی جگہ پر تھا، جہاں کے قدرتی مناظر۔ دیکھ کر انسان سب کچھ بھول جاتا ہے۔ عاصم کا گھر پھولوں اور پودوں میں گھرا تھا۔ وسیع و عریض لان کے سامنے ہرا بھرا میدان تھا۔ کچھ فاصلے پر پہاڑیاں تھیں، جو اکثر بادلوں سے ڈھکی رہتی تھی جہاں سے طلوع آفتاب کا منظر اس قدر حسین لگتا کہ غموں سے ماری نیہا سب کچھ بھول کر بے اختیار سبحان اللہ کہہ اٹھتی۔ پھر آنکھیں موندے وہ قدرت کے نظاروں میں کھوئی خدا کی حمد و ثنا کرتی تو روح تک سرشار ہوجاتی۔ وہ سب کچھ بھول جاتی۔ ٹمی اور نومی کو والدین کی طرف سے ہدایت تھی کہ ہر وقت اپنی پھپھو کا دل بہلانا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے اسکول اور کتابوں سے فراغت کے بعد کا وقت نیہا کے ساتھ گزارتے۔ نیہا بھی کافی بہل گئی تھی۔ ان کی معصوم باتیں اور لڑائیاں اسے

دوبارہ زندگی کی طرف لے آئی تھیں۔

اس روز صبح سے بارش ہو رہی تھی۔ موسم بڑا دلکش ہو رہا تھا، نیہا کو ایسے موسم میں جانے کیا ہو جاتا۔ درد جاگنے لگتے تھے، وہ بستر پر پڑی تھی۔ انیقہ اور عاصم چلے آئے۔ وہ اپنے کمرے میں کھڑکی سے باہر بارش میں بھیگتے پھولوں کو دیکھ رہی تھی، مگر پلکوں کی اوٹ میں گزشتہ واقعات پھر رہے تھے۔ عاصم اور انیقہ خاموشی سے پلٹ گئے، اور بچوں کو اس کے پاس بھیج دیا۔

''ارے پھپھو! آپ یہاں بیٹھی ہیں، سچ موسم اتنا پیارا ہو رہا ہے کہ حد نہیں۔''

نومی نے اپنی طرف سے بڑی نئی اطلاع دی۔ نیہا مسکرا دی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''جی اللہ تعالٰے نے پھپھو کو اتنی پیاری آنکھیں تو دی ہیں، وہ دیکھ رہی ہیں۔ پھپھو! میں آپ کو پیاری سی اسٹوری سناتی ہوں، ایک ہوتی ہے شہزادی بالکل آپ کی طرح، مگر یہ ہوتا ہے کہ وہ شہزادی بڑی اداس رہتی ہے، تو اس کے پپا ایک بندر کو بلاتے ہیں کہ اس کو ہنسائے، تو پتا ہے پھپھو، جیسے ہی بندر اچھلتا ہے ناں تو دوسری شہزادی نیچے سے چیئر ہٹا لیتی ہے اور۔ اور۔''

دراصل یہ کہانی ایکشن میں سنائی جا رہی تھی۔ ٹمی اسے کہانی سنا رہی تھی اور نومی جو اپنا لطیفہ سنانا چاہتا تھا۔ اسے اگنور کرنے کی غرض سے اچھل کود رہا تھا۔ اب کی بار جو اچھلا تو ٹمی نے چیئر ہٹا لی اور وہ دھڑام سے نیچے آ رہا، وہ دونوں ہنستے ہنستے دوہری ہو گئیں۔

''پھپھو! یہ فاؤل ہے، آپ اس کی بات پر ہنس رہی ہیں اور۔'' نومی منہ

بسورنے لگا تو وہ اٹھ کر اس کے پاس آ گئی۔

نومی چندا! میں کوئی اس کی کہانی پر تھوڑا ہنس رہی ہوں، میں تو تمہارے لطیفے پر ہنس رہی ہوں۔'' اس نے پیار سے اس کے گال چھوئے تو وہ بھی ہنسنے لگا۔ پھر ایک دم خفگی سے چپ ہو گیا۔

''مگر میں نے آپ کو لطیفہ سنایا کب ہے؟''

''ارے بھئی جب سناؤ گے تو ہنسی تو آئے گی ناں۔''

''پھپھو نے بنا دیا۔ بنا دیا۔'' ٹمی اس کے جملے پر قریب تھا جنگ شروع ہوتی، انیقہ اور عاصم آ گئے۔

''کیا مطلب ہے بھئی، تم لوگ تیار نہیں ہوئے۔ ٹمی بیٹا! میں نے کہا تھا کہ خود بھی تیار ہو جانا اور پھپھو کو بھی تیار کرنا۔''

'کیوں بھائی خیریت، کہیں جانا ہے؟'' نہیا نے حیران نظروں سے ان کو دیکھا۔

''آج ہم باہر کھانا کھائیں گے۔'' انیقہ نے مسکرا کر اطلاع دی۔

''کیوں کوئی خاص بات؟'' نیہا بالکل بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی۔

''آج کیا تاریخ ہے؟'' عاصم اس کے قریب آ کر پوچھ رہے تھا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی۔

''یکم مئی۔'' وہ حیرت سے کچھ نہ سمجھتے ہوئے زیر لب بولی۔

''اور تمہیں پتا ہے یہ دن کتنا اہم ہوتا ہے ہمارے لیے۔''

''اوہ کبھی تھا۔'' وہ کچھ سوچ کر دھیرے سے بولی جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا، اس کی برتھ ڈے بہت اچھے طریقے سے منائی جاتی تھی۔ خاص کر

ابو بہت خوش ہوتے تھے، ہمیشہ ہی سے یکم مئی کی صبح فجر کی نماز کے بعد وہ اس کے کمرے میں آتے۔ اس کی پیشانی پر پیار کرتے، اور ان کی آواز دُعاؤں میں ڈوب جاتی۔

”نیہا بیٹی! خدا کی رحمتیں اور برکتیں تم پر نازل ہوں۔ سالگرہ مبارک ہو۔ اٹھو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔“

تب وہ واقعی خدا کا شکر ادا کرتی۔ اب کے برس کیسی سالگرہ آئی تھی کہ اس کے دامن میں سوائے آنسوؤں کے کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ دن جو اس کی زندگی کا خاص اور اہم دن تھا۔ بالکل عام دنوں کی طرح لگ رہا تھا۔ ابو کا پیار اور نہ ان کی دعائیں بس سال گزشتہ کے دیے ہوئے زخم تھے جو رستے رہتے تھے۔

ہمارے لیے تو یہ دن اہم ہی رہے گا۔“

عاصم نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ اس کے ساتھ لپٹ کر شدت سے رو دی۔

”کیوں۔ کہاں ہوں میں اہم، میں تو سب سے بُری ہوں، میری وجہ سے کیا کچھ نہیں ہوا۔“

”نیہا۔ نیہا پلیز مت کرو ایسے، خدا کا شکر ادا کرنے کے بجائے ایسے کر رہی ہو۔ مصلحت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں۔ چلو جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ دیکھو بچوں کے چہرے کیسے اُتر گئے ہیں۔“

انیقہ نے بڑھ کر اس کا چہرا صاف کیا، تو اس نے بھیگی پلکوں سے ٹمی، نومی کو دیکھا جو اپنی پیاری پھپھو کو دیکھ کر رو دینے کے قریب تھے، اس نے جھٹ دونوں ہاتھوں سے چہرا رگڑ ڈالا۔

”پھپھو وعدہ کریں، آئندہ روئیں گی نہیں۔“ دونوں نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

”نہیں جان، آئندہ نہیں روؤں گی۔“ اس نے باری باری دونوں کو چوما۔

”اچھا بھئی، اب ہوگا مقابلہ کہ پھپھو پہلے تیار ہوتی ہیں کہ نومی، ٹمی۔ جو جلدی تیار ہوا اسے اسپیشل گفٹ دیا جائے گا۔ ہری اپ۔“ عاصم نے کہا تو وہ دونوں بھاگ گئے۔ نیہا اپنی جگہ پر جمی رہی۔ عاصم نے آگے بڑھ کر اس کا شانہ ہلایا۔

”پھپھو کو بچوں سے ہارنا نہیں چاہیے، ہری اپ۔“

وہ عاصم کی بات پر کھسیانی سی ہو کر اٹھ گئی۔ تو عاصم دکھ کا گہرا احساس لیے باہر آ گیا۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

برتھ ڈے پر اس کے لیے کراچی سے سب کے فون آئے تھے۔ شہوار اور زوہیب سے بات کرتے ہوئے بار بار آنسوؤں کا گولا حلق میں اٹک رہا تھا۔ سب کے گفٹ پارسل اسے مل گئے تھے۔ ایک ایک لمحہ کسک بن کر اتر رہا تھا دل حزیں میں اس کے دل کی ویرانی کسی صورت کم نہیں ہوتی تھی، نومی، ٹمی نے خاص طور پر اپنے جیب خرچ سے اس کے لیے گفٹ لیا تھا۔

”پھپھو! اب تو آپ نہیں روئیں گی ناں۔“ معصوم بچے سمجھتے تھے کہ جیسے وہ کھلونوں سے بہل جاتے ہیں۔ پھپھو بھی بہل جائے گی۔

"نہیں جان! اب کیوں روؤں گی، اتنا پیارا تو گفٹ دیا ہے آپ نے۔"

اس نے نازک سا رنگ اپنی انگلی میں پہن کر دونوں کو پیار کیا تو وہ دونوں مطمئن ہو کر چلے گئے۔ اسی وقت عاصم اور انیقہ آ گئے۔ وہ احتراماً کھڑی ہو گئی۔

"بھئی ہم نے سوچا کہ سب نے تمہیں گفٹ دیے ہیں۔ تم کیا سوچ رہی ہو گی کہ بھائی نے کچھ دیا ہی نہیں۔"

"ارے بھیا! یہ کیا بات ہوئی میں کوئی بچی ہوں۔ جو مجھے گفٹ دینا ہے، وہ بچے تھے میں نے۔"

"ہمارے لیے تو تم اب بھی بچہ ہو نیہا" عاصم نے شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"ارے بھئی نیہا ذرا دیکھو تو گفٹ ہے کیا؟" انیقہ کے چہرے پر انوکھی خوشی تھی۔

نیہا کچھ نہ سمجھتے ہوئے انیقہ کو دیکھنے لگی دونوں ہی خوش تھے۔

"ایسا کیا تحفہ ہے بھیا؟" اب اسے بھی تجسس ہونے لگا تھا۔

"تحفہ یہ ہے کہ اس ہفتے سے تم کالج جا رہی ہو۔"

"جی۔!" حیرت سے نیہا کا منہ کھلا رہ گیا۔ وہ تو کالج اور پڑھائی کو ایک ادھورا .... خواب سمجھ کر بھول چکی تھی۔

"اس میں اتنا حیران ہونے والی کون سی بات ہے میں تو تب سے تمہارے مائیگریشن کی کوشش کر رہا تھا" اور۔ خدا کا احسان اور شکر ہے۔ یہاں تمہیں سیکنڈ ایر میں ایڈمیشن مل گیا اور ہفتے سے تمہاری کلاسز ہیں۔

بے یقینی کی کیفیت میں ڈوبی نیہا کا چہرا دونوں ہاتھوں میں تھام کر عاصم نے پیار سے کہا تو ایک بار پھر وہ شدت سے رو پڑی۔

♥......♥......♥

"ارے بھئی نیہا! یہ شریر تو تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے آؤ اب۔"

"پھپھو! مما سے کہیں ناں ہمیں بھی ساتھ لے چلیں اتنا حسین موسم ہو رہا ہے۔" دونوں منت پر اتر آئے، خود اس کا دل یہ ہی چاہ رہا تھا۔ مگر بھابھی کا حکم تھا کہ دونوں کے ایگزام ہیں لہٰذا وہ پڑھیں گے۔

"چلیں بھابھی! میں تیار ہوں۔" پنک لباس پر اس نے سیاہ شال اوڑھ لی اور بیگ اٹھا کر باہر نکلی۔

"ایک تو تمہارے بھائی بھی بس عجیب ہیں۔ کہا بھی تھا کہ آج کلب نہ جائیں۔ ہمارے ساتھ شاپنگ کرنے چلیں، مگر مجال ہے جو میری سُنیں۔ ٹمی بیٹا! میں نے کچن میں چولہے پر دودھ رکھا ہے اسے دیکھ لینا کہ آنچ تو کم ہے، یہ نہ ہو واپسی پر جلا ہوا پتیلا ملے۔"

کوریڈور سے گزرتے ہوئے انیقہ نے ٹمی سے کہا پھر لاؤنج میں رُک کر گاڑی کی چابی لی اور باہر آ گئی۔

"بھابھی! ویسے موسم کا موڈ تو کچھ گڑبڑ ہی لگتا ہے، بھیا کل جانے کا کہہ رہے تھے، کل ہی چلیں گے۔" نیہا نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا، بادل گھر گھر کر آ رہے تھے۔

''ارے بس رہنے دو، اپنے بھائی کی باتوں میں آتی ہو، ان کی کل کبھی نہیں آئے گی۔ چلو بیٹھو اللہ مالک ہے۔''

انیقہ اچھی خاصی ڈرائیونگ جانتی تھی۔ اس لیے وہ شاپنگ خود ہی کرنے چلی جایا کرتی تھی۔ اس معاملے میں عاصم کی محتاج وہ کم ہی ہوا کرتی تھی۔ شاپنگ میں وہ خاصی چھان بین کی عادی تھی۔ ہر شے اس سے پسند کروا لیتی، پھر پرائس پر دوکان دار سے جھگڑا کرتی اور اپنی منوا کر ہی رہتی۔

نیہا شہوار کے ساتھ شاپنگ کرنے کی عادی تھی، وہ بس بار بار آسمان کو دیکھ کر بھابھی کو مطلع کر دیتی کہ بارش ہوا چاہتی ہے۔

''اوہو، تو بارش کا ہونا کوئی نئی بات تو نہیں، خدا کا شکر ہے، گاڑی ہے ہمارے پاس' لو چلو اب۔''

خدا خدا کر کے شاپنگ ختم ہوئی۔ ٹھنڈ بڑھنے لگی تھی۔ ہوا میں نمی بڑھ گئی تھی۔ دونوں نے کافی کے مگ لیے اور گاڑی میں آ بیٹھیں۔

''بھابھی! بس اب گاڑی بھگائیں، بارش ہو گئی تو۔''

''ارے بابا! تم بارش سے کیوں خائف ہو۔ نمک کی تو نہیں ہو کہ پگھل جاؤ گی۔ واہ سبحان اللہ قسم سے یہ چائے، کافی وغیرہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ سکون آ جاتا ہے پی کر، ہے ناں۔''

انیقہ نے کہا تو وہ چپ ہو گئی۔ گاڑی کچھ دور قدرے ویران سی جگہ پر جا کر رک گئی۔

''اوہو، لگتا ہے بھابھی! گاڑی خراب ہو گئی ہے۔ اب کیا ہوگا۔'' نیہا

ایک دم گھبرا سی گئی۔

''زندگی کی حقیقتوں کا سامنا کرنا سیکھو لڑکی ایک دم ہی گھبرا جاتی ہو، پریشان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں۔

آتی ہے گاڑی کی ڈاکٹری مجھے۔'' انیقہ نے گاڑی کو سائیڈ پر لگایا اور بولتے ہوئے باہر نکل گئی۔ وقت تو زیادہ نہیں ہوا تھا۔ مگر گھنے بادلوں کی وجہ سے۔ شام گہری لگ رہی تھی۔ انیقہ بونٹ کھولے اپنی ڈاکٹر استعمال تو کر رہی تھی مگر شاید انجن کی بیماری اس کی ڈاکٹری کی سمجھ میں نہ آنے والی تھی۔

''بھابھی! سائے گہرے ہو رہے ہیں، اب کیا ہوگا۔ یہاں آس پاس تو کوئی ورکشاپ ہے اور نہ۔'' نیہا کو سخت گھبراہٹ ہو رہی تھی حالانکہ ابھی اتنا زیادہ وقت نہیں ہوا تھا۔

''اوہو گھبراؤ نہیں اللہ مالک ہے۔'' کچھ کچھ گھبراہٹ تو خود اُسے بھی ہو رہی تھی، وہ کتنی ہی دیر جھکی دیکھتی رہی مگر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اندھیرا بڑھنے لگا تو اسے بھی گھبراہٹ ہوئی۔ اس روڈ پر ٹریفک بھی کم تھی، اکا دکا گاڑی آتی اور گزر جاتی۔ مگر اُب کی بار جو گاڑی آئی پہلے تو گزر گئی۔ پھر موڑ کاٹ کر آ گئی۔ نیہا گاڑی میں بیٹھی رہی اسے تو بہت خوف آ رہا تھا۔

''میڈیم! مے آئی ہیلپ یو۔'' اس نے سنا، کوئی مرد انیقہ سے پوچھ رہا تھا۔

''بھابھی! کوئی ضرورت نہیں۔ نجانے کون ہو۔ کوئی غلط آدمی نہ ہو۔'' وہ اندر بیٹھی کہہ رہی تھی۔

"اوہو نیہا! تم اندر بیٹھی رہو۔ اتنی بھی بے اعتمادی اچھی نہیں ہوتی۔ اللہ مالک ہے۔ ہاں پلیز ذرا۔ دیکھ لیجیے چلتے چلتے رُک گئی ہے۔" انیقہ نے پہلے دبی آواز میں نیہا کو جواب دیا، پھر مدد کی آفر کرنے والے کی طرف مُڑ گئی۔

"میڈیم! گاڑی ہمیشہ چلتے چلتے رکتی ہے، بہرحال دیکھتا ہوں اس کی نبض۔ اوہو، اس کا تو گلا بھی خراب ہے اور سینہ بھی بھاری سا ہے۔ لگتا ہے ٹھنڈ لگ گئی ہے اس کو، میں دوائیں لکھ دیتا ہوں، پابندی سے استعمال کرائیں۔ دوڑنے کیا اُڑنے لگے گی۔"

وہ بندہ گاڑی کو دیکھتے ہوئے مستقل ایسی باتیں کر رہا تھا، نیہا کو تو یقین ہو گیا تھا کہ کوئی غلط آدمی ہے، اب شاید ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھائے گا۔ وہ دل میں آیت الکرسیٰ پڑھنے لگی۔ انیقہ بھی کچھ گھبرا کر اسے دیکھنے لگی، گہری شام میں ڈھنگ سے اندازہ لگانا بھی مشکل تھا۔

"دیکھیں بھائی!۔ میں نے آپ کی مدد کی آفر قبول کر لی ہے، اور آپ کچھ جانتے ہیں تو۔ ورنہ اپنا راستہ ناپیں۔" انیقہ نے خوف زدہ لہجے میں دلیری کو شامل کر کے کہا۔

"کیا مشکل ہے یار، ایک تو جہاں کسی لڑکی نے کسی خوبرو مرد کو دیکھا۔ جھٹ بھائی بنا لیا۔ اب اندھیرے میں اندازہ بھی نہیں ہو رہا کہ بڑی ہیں کہ چھوٹی بڑی باجی کہوں یا چھوٹی۔ بہرحال باجی صاحبہ پریشان نہ ہوں انشاء اللہ۔ گاڑی ٹھیک ہو جائے گی۔ ہٹایئے ہاتھ!"

وہ بولتا ہوا آگے بڑھا مگر اندھیرا اتنا ہو چکا تھا کہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

اندر بیٹھی نیہا الگ ہول رہی تھی کہ نجانے کون بندہ ہے باتیں بھی اُلٹی سیدھی کر رہا ہے۔

"کچھ پتا چلا، کیا خرابی ہے۔" وہ جیسے ہی سر اٹھا کر ہٹا انیقہ نے پوچھا، تو وہ کمر پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"محترمہ باجی صاحبہ! میری آنکھوں میں کوئی خفیہ روشنی تو فٹ ہے نہیں کہ اتنے اندھیرے میں خرابی دیکھ لوں ٹارچ وغیرہ تو یقیناً آپ کے پاس نہیں ہو گی۔ اس لیے کہ میرے پاس بھی نہیں، آپ رکیں میں گاڑی قریب کر کے لائٹ آن کر کے دیکھتا ہوں۔" وہ خاصا چرب زبان اور شوخ تیز نوجوان لگ رہا تھا انیقہ کو۔

وہ اپنی گاری کو ان کی گاڑی کے خاصا قریب لے آیا اور لائٹ آن کر کے باہر نکل رہا تھا تو اسی وقت نیہا بھابی کو خبردار کرنے کی غرض سے باہر آئی۔ سیدھی لائٹ اس پر پڑی۔ وہ پوری کی پوری روشنی میں نہا گئی کچھ دیر کے لیے نوجوان کا ایک ہاتھ اسٹیرنگ اور دوسرا دروازے کے ہینڈل پر رہ گیا۔ کھویا کھویا سوگوار سا حسن بھیگی پلکوں سمیت آنکھوں میں اترتا چلا گیا۔

"یار احمر سجاد یہ پری کون ہے؟" وہ وہیں بیٹھا سوچ رہا تھا نیہا کو دیکھتے ہوئے۔

"کیا ہو گیا ہے بھائی۔" انیقہ نے ذرا زور سے کہا تو وہ باہر آ گیا نیہا الگ ہو کر کھڑی ہو گئی۔

"کیا ہو گیا ہے۔ اتنی سی دیر میں اگر بتا دوں گا تو بالوں اور ٹانگوں سے

ہاتھ دھو بیٹھوں گا، ویسے محترمہ اگر آپ اسی گاڑی میں تشریف فرما تھیں تو پہلے باہر آجاتیں۔

ناحق مجھ بے چارے کو گاڑی لا کر لائٹ آن کرنا پڑی!''

احمر نے ایک گہری نگاہ نیہا پر ڈالی جس کی رائے روشنی میں اس خوبرو اسمارٹ سے احمر کو دیکھ کر بھی نہیں بدلی تھی۔ وہ جھکا گاڑی دیکھ رہا تھا نیہا گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔

''کیوں بھائی، کوئی بات سمجھ میں آئی ہے؟'' اس کی بات پر احمر نے سر اٹھایا پلٹ کر دیکھا جہاں نیہا کھڑی تھی۔

''سمجھ، ارے باجی! اب کہاں کی عقل اور کیسی سمجھ، دل کے ساتھ سب کچھ گیا۔'' احمر نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھی نیہا کو دیکھ کر کہا انیقہ کے پلے اس کی بات نہ پڑی۔

''کیا مطلب؟'' انیقہ نے حیرت سے اسے دیکھا اسے سخت گھبراہٹ ہو رہی تھی کہ دیر بھی بہت ہوگئی تھی اوپر سے عاصم سے ڈانٹ کا خوف تھا اور پھر نیہا کا ساتھ،

''یا اللہ مدد فرما دے۔'' اس نے دل میں دُعا مانگی۔

''ایک تو آپ مطلب بہت پوچھتی ہیں۔ آخر شرما و حیا بھی کوئی چیز ہے میرا مطلب ہے یہ تار ہے۔ اس کو آپ یہاں لگا کر رکھیں، میں اسٹارٹ کر کے دیکھتا ہوں۔''

اس نے انیقہ کو تار تھمایا اور خود فرنٹ ڈور کھول کر اندر بیٹھ گیا اس کے بیٹھتے ہی نیہا نیچے اترنے لگی۔

''بیٹھی رہیے میں کوئی جادوگر نہیں ہوں کہ لے اڑوں گا خراب گاڑی کو آپ سمیت اور گیر پر سے ہاتھ ہٹایئے پھر نجانے کیا کچھ کہتی پھریں گی!''

عجیب تھا یہ اجنبی' مہربانی بھی کر رہا تھا آفر بھی خود ہی کی تھی اور اکڑ بھی رہا تھا۔ نیہا نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیے۔ احمر نے ایک نظر اسے دیکھا اور گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا وہ اپنے کام میں لگا تھا مگر نیہا کا دل ہولتا رہا، وہ دُعائیں پڑھتی رہی پھر تھوڑی دیر میں گاڑی اسٹارٹ ہوگئی۔ حفاظتی اقدامات کے تحت نیہا نے جھٹ دروازہ کھولا اور نکلنے لگی اس سے قبل احمر باہر نکل کر کھڑا ہوگیا۔

''بیٹھیے۔ اب میں تار جوڑ دیتا ہوں، گاڑی کا یہ ہی نقص تھا جو سمجھ میں آ گیا ہے۔''

کچھ دیر بعد وہ بونٹ بند کر کے مڑا۔

''یہ لیجیے! اب آپ کی گاڑی بالکل ٹھیک ہے۔

وقتی ٹریٹ منٹ تو میں نے کر دیا ہے، اب اس کا مکمل چیک اپ کسی بڑے ڈاکٹر سے کروالیجیے گا۔ اس نے کن اکھیوں سے نیہا کو دیکھتے ہوئے چابی انیقہ کی طرف بڑھائی۔ اب نیہا کے چہرے پر قدرے اطمینان تھا وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔

''اچھا بھائی جان! بہت شکریہ آپ کا۔ اپنا قیمتی وقت ہماری گاڑی پر صرف کیا!''

''ارے باجی صاحبہ! آپ وقت کی بات کرتی ہیں ہم تو اپنی قیمتی جان قربان کر دیں اس گاڑی پر۔''

احمر نے اپنے سیاہ ہاتھ بے دھیانی میں منہ پر رگڑ لیے تو سیاہی اس کے منہ پر لگ گئی، اسی وقت نیہا نے بھی دیکھا تو وہ بڑا عجیب سا لگ رہا تھا ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ گئی۔ وہ جھٹ انیقہ کی طرف مڑا۔

''آپ نے کبھی بھیگے گلاب کو مسکراتے دیکھا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' انیقہ بھلا کہاں سمجھ پاتی اس کی بات۔

''پھر وہی مطلب، اچھا یہ بتایئے۔ کہ آپ کا گھر خلد کے کس محلے میں ہے؟'' وہ آنکھوں میں شوخیاں لیے پوچھ رہا تھا۔ انیقہ کو ہنسی آ گئی۔

''چھوٹے بھیا! تم نے ہماری مدد کی خدا تم کو اس کا اجر دے تم خوش رہو تمہارے بچے جیتے رہیں۔''

انیقہ چابی لے کر مسکراتی ہوئی دُعا دیتی آگے بڑھی تو وہ دونوں ہاتھ اوپر رکھ کر اپنی گاڑی کے بونٹ پر بیٹھ گیا۔

''واہ! کیا بات ہے آپ کی، جن کا ابھی کوئی وجود نہیں، ان کو دُعائیں دے رہی ہیں اور جس نے دو گھنٹے منہ سر کالا کر کے گاڑی ٹھیک کی جس کے سر پر فرسٹ پراف کے بادل منڈلا رہے ہیں اس کو گھر کا ایڈریس تک نہیں بتایا قسم سے ایسی سنگدل بہن پہلی بار دیکھی ہے۔''

شوخ نٹ کھٹ سا یہ نوجوان انیقہ کو اچھا لگا تھا۔

وہ اسے ایڈریس بتانے کے لیے بڑھی تو نیہا نے ذومعنی انداز میں ہارن بجایا کہ ایڈریس بتانے کی کوئی ضرورت نہیں انیقہ کے ساتھ ساتھ احمر بھی اس کا پیغام سمجھ گیا وہ شوخی سے آگے بڑا ذرا جھکا۔

''رائٹ نہ بتایئے ایڈریس۔ انشاء اللہ کسی روز آپ کو شرف میزبانی بخشوں گا۔ خدا حافظ۔''

احمر نے اک گہری نگاہ نیہا پر ڈالی جو اسے ذرا بھی قابل اعتنا نہیں سمجھ رہی تھی۔

''او کے باجی اللہ حافظ۔''

''خدا حافظ جیتے رہو۔'' انیقہ نے بڑے خلوص سے اسے دُعا دی اور گاڑی اسٹارٹ کر دی اور جیسے ہی اس نے گاڑی گیٹ سے اندر کی، دونوں کی چیخ نکل گئی سامنے والے منظر کو دیکھ کر۔

''کتنا منع کیا تھا کہ خود مت جانا' میں آ جاؤں گا تو بازار چلی جانا اور اوپر سے بچوں کو کچن میں جا کر چولہا بند کرنے کا مشورہ بھی دے دیا اب خدا کا شکر ادا کرو کہ بچے بچ گئے' دودھ گر گیا تھا اور ٹمی کا پاؤں جل گیا ہے۔'' عاصم نے انیقہ کی اچھی خاصی کلاس لے ڈالی تھی جو اب نادم سی ٹمی کو اٹھائے اندر آ رہی تھی۔

''یا اللہ تیرا شکر ہے کہ بچی بچ گئی کسر تو واقعی میں نے کوئی نہیں چھوڑی تھی۔''

''میں نے تو آپ سے کہا بھی تھا بھابی! ٹمی زیادہ جلن تو نہیں ہو رہی۔'' نیہا نے آہستگی سے انیقہ سے کہا اور ٹمی کو دیکھا تکلیف جس کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔

''ٹھیک ہوں پھپھو! آپ لوگوں نے اتنی دیر کیوں کی۔'' ٹمی شکوہ کر رہی تھی۔

''جان! گاڑی خراب ہوگئی تھی ناں اس لئے۔''

''کیا گاڑی خراب ہوگئی تھی۔'' عاصم جو باہر جا رہے تھے انیقہ کی اطلاع پر واپس پلٹے تو دونوں چور سی بن گئیں اور ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں عاصم نے ڈانٹ کا سلسلہ جاری رکھا۔

''میں خواتین کے اکیلے باہر نکلنے کے اس لئے حق میں نہیں ہوں' گاڑی کا کیا بھروسہ کہیں بھی خراب ہو سکتی ہے مگر آپ کو تو اپنی ڈرائیوری پر بڑا گھمنڈ ہے ناں کیسے ٹھیک کروائی پھر۔'' عاصم کے نشانے پر صرف اور صرف انیقہ تھی کیونکہ وہ نیہا کو اچھی طرح جانتا تھا وہ اس کی حکم عدولی تو کر ہی نہیں سکتی تھی۔ انیقہ نے چور نظروں سے پہلے نیہا پھر عاصم کو دیکھا۔

''ٹھیک ہے عاصم! اکیلے جانے کی غلطی ضرور ہوگئی تھی مگر خدا کا شکر ہے کہ ایک بڑا اچھا لڑکا مل گیا تھا' اس نے جھٹ پٹ گاڑی ٹھیک کر ڈالی اور ہم آ گئے۔'' انیقہ نے بچوں کے انداز میں تفصیل بتائی تو عاصم چڑ گئے۔

''واہ کیا بات ہے' لڑکا مل گیا تھا۔ آج کل اعتبار کیا جا سکتا ہے کسی پر۔''

''عاصم! آپ تو ناحق خفا ہو رہے ہیں۔ اتنا اچھا شریف بچہ تھا اور یوں بھی ہم نے اعتبار کر کے کیا کرنا ہے کوئی رشتہ داری تو نہیں تھی ناں۔ وقت پڑا تھا اللہ نے اسے وسیلہ بنا دیا۔ بس اللہ اللہ خیر سلہ۔'' انیقہ نے اطمینان سے تفصیل بتائی۔

''ٹھیک ہے ہوگا وہ شریف بچہ مگر تمام بچے شریف نہیں ہوتے آئندہ آپ

تنہا کہیں نہیں جائیں گی۔''

''عاصم! آپ غصے میں اتنے مہذب ہو جاتے ہیں اور اتنی آپ جناب کرتے ہیں کہ جی چاہتا ہے آپ ہمیشہ غصے ہی میں رہیں۔'' انیقہ کچھ تو خوش خلق واقع ہوئی تھی اور یوں بھی جب غلطی ہوتی تو سب کچھ برداشت کر جاتی۔

''چپ رہیے'' عاصم نے پلٹ کر غصہ سے کہا اور باہر نکل گئے۔

♥......♥......♥

''**اک** اجنبی حسینہ آنکھوں کو بھا گئی ہے' آنکھوں کی راہ سے وہ دل میں سما گئی ہے یار! کیا چیز تھی' وہ پری پیکر مہ جبیں ایک بار دیکھا ہے۔بار بار دیکھنے کی تمنا ہے یار تنویر' کیا بتاؤں تمہیں میں کہ وہ میرے خوابوں کی پری ہے' یہ تو چپ کیوں ہے مجھے معلوم تھا سانپ سونگھ جائے گا' تمہیں بجو دیکھنا ذرا۔''احمر جیسے ہی پلٹا وہاں تنویر کے بجائے ان کے ہوسٹل کے وارڈن منیر صاحب تھے۔

''سر...... ......!........... میں .... سر آپ یہ منیر کہاں مر گیا تنویر صاحب اوہ نو۔'' وہ جو اس وقت بڑا رومینٹک ہو رہا تھا اور تنویر کو بتا رہا تھا اس کی پشت دروازے کی جانب تھی۔اب اسے کیا پتا کہ کب تنویر منیر صاحب کو دیکھ کر کھسک گیا تھا اور احمر بے خبری میں بولے گیا اور اب بھی بوکھلاہٹ میں الٹا جملہ کہہ گیا تھا۔

''شٹ اپ' دماغ جب لڑکیوں کے خیال میں کھوئے رہیں گے تو تنویر اور منیر میں فرق ہی کب نظر آئے گا منیر مر گیا اور تنویر کو عزت دی جا رہی ہے تنویر صاحب۔''

منیر صاحب جب منہ بگاڑ کر لڑکوں کو ڈانٹتے تو احمر کا شدت سے جی چاہتا کہ ان کو گدگدی کر ڈالے یا کہہ دے کہ سر ڈانٹیں ضرور مگر ڈرائیں تو نہیں۔

''سوری سر میں'...... میں تو آپ کو پتا ہے کہ کلاس کا بلکہ کالج کا بلکہ آل پاکستان کا کہیں تو زیادہ مناسب ہو گا کہ ذہین اور خوبرو اسٹوڈنٹ ہوں' وہ تو تنویر کو رات پڑھا جانے والا افسانہ سنا رہا تھا۔میں ابھی کسی اچھے موڑ پر پہنچا ہی تھا کہ۔''

''شٹ اپ' یہ تم یہاں میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے آئے ہو کہ افسانہ پڑھنے اور سنانے۔میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنا اور لوہے کے چنے چبانا برابر ہے اور .... تم لوگ نجانے کن چکروں میں رہتے ہو کہ والدین گھروں سے پڑھنے بھیجتے ہیں' روپیہ پانی کی طرح بہاتے ہیں' تم ہی لوگوں کے محفوظ اور خوشحال مستقبل کے لئے ناں اور تم لوگ...........!''منیر صاحب طبعاً اچھے نرم دل آدمی تھے مگر جب غصہ آ جاتا تو لیکچر جھاڑے چلے جاتے کہ اور ان کا لیکچر ایسا ہوتا کہ کوئی فرار بھی نہیں ہو سکتا تھا اور احمر کو غصہ تنویر پر آ رہا تھا۔

''یہ نک کٹا بندر کہیں مل جائے تو ٹانگیں توڑ کر ہاتھ میں پکڑا دوں گا۔''احمر منہ میں بڑبڑا رہا تھا۔منیر صاحب نے دیکھ لیا۔

''یہ کیا من من کر رہے ہو' یہ تم نے رول کیوں توڑا۔''

"جی سر! میں نے تو آج تک کوئی پھول نہیں توڑا۔ سر تو رول کیسے توڑ سکتا ہوں اتنا سخت ہوتا ہے۔"

"احمر بدتمیزی نہ کرو' میں رولر کی نہیں رول کی' اصول کی بات کر رہا ہوں جب ہوسٹل کے ٹائمنگ تم لوگوں کو پتا ہیں تو پھر تم لیٹ کیوں آئے اور پھر چوکیدار کو چکمہ دیتے ہوئے دیوار پھاند کر اندر آ گئے۔"

"نو سر.......... نو سر.......... چوکیدار بابا کو میں نے چکمہ نہیں دیا تھا بلکہ نسوار کی پڑیا دی تھی مگر پھر بھی جب انہوں نے گیٹ نہیں کھولا تو دیوار پھاندنا تو میرا حق بنتا تھا ناں۔" اس نے مسکین سی صورت بنائی' منیر صاحب نرم پڑ گئے۔ یوں بھی یہ زندہ دل سا نوجوان ان کو اچھا لگتا تھا۔

"مگر تم نے اتنی دیر باہر کہاں لگائی۔" منیر صاحب بھی سر پر سوار ہو گئے تھے۔

"سر! گاڑی خراب ہو گئی تھی۔" اس نے سر جھکا کر کہا۔

"بیچ ڈالو ایسی کھٹارا گاڑی کو۔"

"جی سر! آپ کا مشورہ ان تک پہنچا دوں گا۔"

"کن تک ......" وہ جاتے جاتے پلٹے۔

"سر! جن کی گاڑی ہے۔"

"اور گاڑی کس کی تھی۔"

"سر! وہ اک اجنبی حسینہ میرا مطلب سر.........." اس نے کان کھجاتے ہوئے کہا۔

"اوہ سمجھا ......" منیر صاحب کے ہونٹوں پر بھی نرم سی مسکراہٹ آ

گئی۔ انہوں نے بڑھ کر اس کا کان پکڑ لیا۔

"یہ تم ڈاکٹر بنتے بنتے حسیناؤں کی گاڑیوں کے مکینک کیوں بننے لگے ہو۔ دیکھو میاں! یہ حسینائیں اور ان کے گھر والے لڑکے کو اسی صورت میں لفٹ کراتے ہیں جب لڑکا کچھ ہو' سمجھے۔" منیر صاحب نے ایک پیار بھری نگاہ اس پر ڈالی اور اپنی چھڑی سنبھالتے باہر نکل گئے۔

"سر کہیں تنویر مل جائے تو ضرور بھیج دیجئے گا۔"

"کیوں؟" وہ ذرا سا مڑے۔

"اس لئے سر کہ آج میرا انسانی تکہ کھانے کو بڑا جی چاہ رہا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے چلے گئے اور تنویر گنگناتا ہوا آ گیا۔

"ذلیل کمینے یہ ہے تیری دوستی لعنت ہے تجھ پر۔" احمر اس پر ٹوٹ پڑا۔

"میں کیا کرتا جب تم اجنبی حسینہ کی آنکھوں میں ڈوبنے کا احوال سنا رہے تھے۔ سر پیچھے سے آ گئے اور مجھے خاموش رہنے کا کہہ کر باہر نکال دیا اور.........."

"اور تم نکل گئے ...... ارے دوست تو دوستوں کے لئے جان تک دے دیا کرتے ہیں' اب تو ...... تو مر بھی جائے گا ناں تو اک لفظ نہیں بتاؤں گا اور نہ ہی تیری ان چڑیلوں کے قصے سنوں گا جو بقول تیرے تجھ پر مرتی ہیں۔"

"اچھا چل' غصہ تھوک دے یار' آئندہ جب کبھی تو ڈوبے گا ناں تو۔" پھر تنویر نے بڑی منت سماجت کر کے منا ہی لیا تو اس نے بھی تمام کاروائی اس کے گوش گزار کر دی کیونکہ وہ جب تک اپنی ہر بات تنویر کو نہیں بتا دیتا تھا۔ اسے پیٹ میں تکلیف رہتی تھی۔

"ہوں تو کوئی اتا پتا۔"

"بیٹے! اللہ مالک ہے' دیکھنا پہنچ جاؤں گا کسی روز۔" احمر نے پریقین لہجے میں کہا۔

❤ ...... ❤ ...... ❤

"یار حسن! کتنی گریس فل ہے ناں یہ لڑکی حالانکہ اتنی زیادہ خوبصورت نہیں مگر پھر بھی کتنا وقار ہے اس کی شخصیت میں کہ خواہ مخواہ ہی انسان اس کے بارے میں جاننا چاہیے۔" زوہیب کی نگاہوں کے سامنے نئی آنے والی لڑکی عالیہ نجیب تھی۔ جو چند دن سے آنا شروع ہوئی تھی اور زوہیب کو وہ اچھی لگی تھی۔ اس کی بات پر حسن نے ذرا ترچھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"وہ تو خیر ہے ہی اچھی لڑکی اور صرف تم ہی نہیں جو اس سے متاثر ہوئے ہو مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم کیوں ہوئے؟ منگنی شدہ ہو کچھ شرم کرو۔"

"کیوں بندہ منگنی شدہ ہو جائے تو اسے آنکھوں پر پٹی باندھ لینی چاہیے اور کوئی حسین منظر نہیں دیکھنا چاہیے' یار منگنی اور پسند اپنی جگہ۔" زوہیب کی نظریں اب بھی لان میں بیٹھی عالیہ نجیب پر تھیں جو اپنی ساتھی لڑکی سے نوٹس لے کر اپنی فائل میں اتار رہی تھی اور وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ زوہیب کی نگاہوں کا مرکز ہے۔

"شہوار بھی تو تمہیں بہت پسند ہے اور خود ہی تم نے کہا تھا کہ تمہاری ضد

کی وجہ سے یہ منگنی ہو گئی ہے ورنہ..... اور اب تم ......" حسن نجانے کیا سمجھ رہا تھا کہ اگر اسے عالیہ پسند آ گئی ہے تو شاید وہ شہوار سے تعلق ختم کر لے گا' زوہیب نے منہ سے تنکا نکال کر پھینکا۔

"شہوار! مجھے صرف پسند ہی نہیں عشق ہے مجھے اس سے' وہ میری پہلی اور آخری محبت ہے مگر یہ لڑکی بھی ڈسٹرب کر رہی ہے مجھے۔" زوہیب نے عالیہ کے وقار کے سامنے گویا ہتھیار ڈال دیے تو حسن اسے گھورتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ سامنے سے حارث آ رہا تھا۔

"زوہیب! حارث شہوار کا بھائی ہے اگر اسے اندازہ ہوا کہ تم عالیہ۔"

"نہیں ہوگا یہ ہمارے گھر کی بات ہے' ہاں تم اگر اپنی چونچ بند رکھو تو۔"

"یہ تم لوگوں کا کلاس لینے کا ارادہ نہیں ہے کیا۔" حارث ان کے قریب آ کر پوچھ رہا تھا۔

"کیوں نہیں چلو" پھر تینوں فائلیں اٹھائے آگے بڑھے مگر عالیہ کے قریب آ کر زوہیب کے قدم آپ ہی رک گئے اس کی نظریں عالیہ کی سنہری رنگت والے ملیح چہرے پر ٹھہر گئیں مگر مخاطب وہ فریا سے تھا۔

"فریا آپ لوگوں نے کلاس نہیں لینی کیا۔"

"ہوں ...... ہاں سوری زوہیب! آج ہم کلاس نہیں لیں گے بلکہ تم لوگ دھیان سے لیکچر نوٹ کر لینا پھر ہم لوگ تم لوگوں سے لے کر لیکچر نوٹ کر لیں گے عالیہ ذرا لیٹ ہو گئی ہے میں اسے پچھلا کام کروا رہی ہوں۔" فریا نے بتایا تو زوہیب گھٹنوں تک جھک گیا۔

"اور آپ کی ٹرین کیوں لیٹ ہو گئی۔" زوہیب کی نگاہیں عالیہ کی لرزتی

پلکوں پر تھیں۔اس نے نظریں اٹھا کر زوہیب کو دیکھا۔

"بس ہم لوگ کینیڈا میں سیٹل ہیں اس وجہ سے" اس نے مختصر جواب دیا اور کام کرنے لگی۔

"ارے واہ! آپ لوگ کینیڈا میں ہیں پھر وہاں کیوں نہیں پڑھا۔جب کہ یہاں سے لوگ وہاں جاتے ہیں۔"

ذرا سی لفٹ ملنے پر زوہیب نے فائل گھاس پر رکھی اور ان دونوں کے درمیان بیٹھ گیا عالیہ نے ایک نظر اس پر ڈالی اور تیزی سے قلم چلانے لگی۔

زوہیب کی نگاہیں اطراف سے نکلتی اس کی لٹوں پر تھیں۔یہ سادہ انداز' دراز چوٹی اور کینیڈا کی شہریت۔حیران کن انکشاف تھا زوہیب کے لئے اور خاص کر اس کے انداز گفتگو اور نرمی پر۔

"شاید اس لئے ہمارے یہاں رہنے والے پاکستانی باہر کی حقیقتوں کو نہیں جانتے لیکن جب جان لیتے ہیں تو واپسی کے راستے اکثر کھو چکے ہوتے ہیں۔اس لئے میرے بابا نے واپسی کے راستے گم ہونے سے قبل ہی مجھے میرے ٹھکانے پر پہنچا دیا۔" نرم لہجے میں ڈھلے نپے تلے الفاظ زوہیب متاثر کن نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"اور اپنا یہ ٹھکانہ کیسا لگا آپ کو۔" زوہیب کا انداز انٹرویو جیسا تھا۔

"اپنے گھر کا سکون ہی کچھ اور ہوتا ہے خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور ہمارے ملک پر تو یوں بھی خدا کی خاص رحمت ہے' اللہ کا کرم ہے پاکستان پر۔" وہ دھیمے لہجے میں بول رہی تھی۔زوہیب خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

"یار! یہ زوہیب کہاں رہ گیا۔" بہت دور جانے پر حارث کو خیال آیا کہ زوہیب ساتھ نہیں ہے حسن نے پلٹ کر دیکھا تو زوہیب فریا اور عالیہ کے قریب بیٹھا پایا گیا حسن سمجھ گیا۔وہ گہرا سانس لے کر سامنے دیکھنے لگا۔حارث اسے بلانے کے لئے جانے لگا تو حسن نے روک لیا۔

"حارث! اسے واپس نہ بلاؤ' ہوسکتا ہے۔وہ اب واپس نہ آئے۔" یہ زوہیب کی دلچسپی ہی تھی جس سے حسن کو کچھ اور ہی اندازہ ہوا تھا۔حارث حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب کلاس نہیں لے گا؟ کیا باتوں کا تو ایسا شیدائی ہے کہ چلو آؤ بلائیں اسے۔" حارث نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کی طرف چل پڑا۔حسن نے خاموش رہنا زیادہ مناسب جانا۔

"السلام علیکم بڑی امی" کالج سے واپس آ کر شہوار نے اوور آل بیڈ پر اچھالا اور اسٹھتیکوپ کو ایک طرف رکھ کر لیٹ گئی' عذرا بیگم بڑے پیار سے اسے دیکھتی رہیں ایک تو وہ ان کے لاڈلے بیٹے زوہیب کی منگیتر تھی دوسرے اسے دیکھ کر ان کو نیہا جیسی ٹھنڈک پڑتی مگر اب جب وہ اکیلی کالج سے آئی تو اک پھانس سی دل میں چبھ جاتی کیا وقت تھا وہ بھی جب یہ دونوں ہنستی مسکراتی کالج جاتی اور آتی تھیں۔مگر اس جان لیوا حادثے نے زندگی ہی بدل کر رکھ دی تھی۔

"وعلیکم السلام بیٹی؟ جیتی رہو' خوش رہو' آباد رہو۔پڑھائی کیسی ہو رہی ہے؟"

"خاک پڑھائی بڑی امی! قسم سے نیہا کے بغیر تو لگتا ہے زندگی کا

مفہوم ہی بدل کر رہ گیا ہے' میرا دل ہی نہیں چاہتا کالج جانے کو دل چاہتا ہے پڑھائی چھوڑ دوں۔تمام دوست پوچھتے ہیں نیہا کہاں گئی؟ وہ تو تمہاری آکسیجن تھی میں نے کہہ دیا ہے کہ نیہا ملک سے باہر پڑھنے چلی گئی ہے' سچ بڑی امی سخت بوریت ہوتی ہے۔" بولتے بولتے شہوار کا لہجہ بھیگ گیا اس نے ان سے چوری آنکھیں رگڑ ڈالیں تو انہوں نے پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"زندگی ایسے ہی حادثات و واقعات کا تو نام ہے بیٹے! جب قسمت میں یہ ہی لکھا تھا تو ہمت سے ہمیں اس کا مقابلہ کرنا چاہیے اور خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اتنے بڑے امتحان سے ہمیں نجات مل گئی اور آئندہ پڑھائی چھوڑنے کا ذکر نہ کرنا۔مجھے تکلیف ہوتی ہے' خدا کی نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور میں نے سوچا ہے کہ اب تم امتحانات سے فارغ ہو جاؤ تو میں اور تم اسلام آباد جائیں گے' عاصم اور انیقہ کئی بار ضد کر چکے ہیں مگر تم لوگوں کی وجہ سے منع کر دیتی ہوں۔" اب نجانے عذرا بیگم اسے بہلا رہی تھیں یا خود کو مگر اس کا فائدہ یہ ہوا تھا کہ خوش آئندہ لمحوں کے اس احساس نے دونوں کو فریش کر دیا تھا۔

"سچ بڑی امی! ہم اسلام آباد جائیں گے ناں۔" شہوار بچوں کی طرح خوش ہو کر بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔انہوں نے اپنی مسکراہٹ سے یقین دلایا۔

"او کتنا مزا آئے گا' ہم خوب گھومیں گے نیہا اور میں تو خوب انجوائے کریں گے۔"

شہوار پر آج کل سخت بوریت کا بھوت سوار تھا سنا تو خوش ہو گئی۔

"کہاں جانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔سالگرہ مبارک ہو شہوار بیٹی' میں تو

رات دوا کھا کر سوئی تھی۔صبح نماز کے لئے بھی اٹھ نہ سکی جس کا ملال ہو رہا ہے۔'' شہوار کی امی نے کراس کی پیشانی پر پیار کر کے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ مبارک باد دی تو اسے یاد آ گیا کہ آج تو اس کی برتھ ڈے ہے۔

''ارے آج تو میری برتھ ڈے ہے اور زوہیب'' بے دھیانی سے منہ سے نکل گیا تو وہ اپنی امی اور زوہیب کی امی سے شرمندہ سی ہو گئی اور پھر فوراً ہی وہاں سے بھاگ گئی۔دونوں مائیں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیں پر پھر وہ کتنی دیر زوہیب کا انتظار کرتی رہی آج زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ زوہیب نے اسے وش کیا تھا اور نہ کارڈ اس کی میز پر رکھا ورنہ تو بائیس جون کو جب وہ سو کر اٹھتی تو زوہیب کی طرف سے خوبصورت سا کارڈ اس کی ٹیبل پر موجود ہوتا' وہ سو کر اٹھی تو مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔اس نے پہلے نماز پڑھی اور پھر سیدھی زوہیب کے کمرے میں آئی' وہ اسٹیڈی ٹیبل پر بیٹھا پڑھ رہا تھا اس نے کرسی سے کشن اٹھایا اور زور سے اس کے سر پر دے مارا' وہ چونک کر مڑا۔

''بدتمیز لڑکی! ابھی کشن ٹوٹ جاتا تو۔''

''تو کوئی بات نہیں اور آ جاتا' شکر کرو' سر نہیں ٹوٹا' کہ یہ بازار سے اور نہیں ملتا اور ویسے اس سر کو توڑنا ہی چاہیے جس کو یاد نہیں رہا کہ آج کیا ڈیٹ ہے بتاؤ بھلا آج کیا ڈیٹ ہے۔'' وہ کمر پر ہاتھ باندھے اس کے سر پر سوار تھی اور وہ سوچ میں پڑ گیا۔

''بائیس جون اوہ یار! آج تو تمہاری برتھ ڈے ہے ہیپی برتھ ڈے۔'' وہ بائیس جون کہہ کر چونک اٹھا اسے واقعی اس کی برتھ ڈے یاد نہیں رہی تھی۔

''خبردار خبردار' جو اب مجھے وش کیا ہو تو'' ایک دم ہی موٹے موٹے آنسو شہوار کی آنکھوں میں آ گئے تو وہ اس کے قریب چلا آیا۔

''شہوار! سوری یار! میں بھول گیا تھا'' اس نے تو بڑی آسانی سے کہہ دیا تھا کہ بھول گیا تھا مگر شہوار کے دل پر چوٹ پڑی تھی اس کے آنسو بہہ نکلے۔

''زوہیب اس سے پہلے تو میں اپنی برتھ ڈے بھولا کرتی تھی تم نہیں۔مجھے تو آج تک اپنی برتھ ڈے تمہارے وشنگ کارڈ سے یاد آتی رہی ہے۔''

''سوری آئی ایم ویری سوری شہوار! بندہ بشر ہوں...... بھول چوک تو ہو ہی جاتی ہے چلو ہم آج اسی خوشی میں ڈنر باہر کریں گے۔'' وہ اسے کتنی ہی دیر مناتا رہا تو وہ بہل گئی۔

''جی ہاں جیسے ہم کو اجازت مل ہی جائے گی ناں' جانے کی معلوم ہے ناں ابو کو یہ بات پسند نہیں۔''

''یہ میرے ذمہ رہا تم تیار ہو کر تو آؤ۔''

پھر وہ تیار ہونے چلی گئی واپس آئی تو زوہیب عذرا بیگم کے پاؤں دبا رہا تھا۔

''لڑکے تیری مت ماری گئی ہے شہوار ابھی پڑھ رہی ہے' ابھی سے کہاں چیک اپ کر سکتی ہے۔''

''اوہو امی جی! آپ سمجھتیں نہیں بعض لوگوں کو نفسیاتی طریقے سے بھی ٹریٹ کیا جاتا ہے وہ میرے دوست کی جو پڑدادی ہیں ناں بس ان کو یہ بتا دو کہ یہ ڈاکٹر ہے تو چاہے کبھی اس خاندان میں بھی کوئی ڈاکٹر نہ رہا ہو جھٹ اسے ڈاکٹر سمجھ کر فوراً اس سے دوا لے کر کھا لیتی ہیں۔ابھی میرے دوست نے

اسی لئے مجھے فون کیا تھا کہ شہوار کو لے کر آ جاؤ تا کہ وہ دوا تو کھا لیں۔'' وہ روانی سے جھوٹ بول رہا تھا۔

''اچھا زیادہ بک بک نہ کرو اور جاؤ لیکن جلدی آ جانا' وحید کو یہ بات پسند نہیں' پسند تو خیر مجھے بھی نہیں مگر بچوں کی خوشی کے لیے بعض اوقات چلو جاؤ جلدی آ جانا۔''

وہ دونوں تو دم دبا کر بھاگ گئے' وہ تینوں مسکرا دیے۔

خوابوں کا ٹوٹا ہوا سلسلہ دوبارہ شروع ہو رہا تھا۔واقعات پھر سے آنکھوں میں کرچیاں بن کر لہو ٹپکانے لگے پھر اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اسے دوبارہ سے یہ سب کچھ حاصل ہو رہا تھا' اس نے بکھرے خوابوں کو سمیٹا اور کتابیں نکال کر بیٹھ گئی' کیونکہ آئندہ چند روز میں اسے کالج جانا تھا۔وہ پوری توجہ سے صبح سے پڑھ رہی تھی دونوں کئی بار اپنی پیاری پھپھو کو تن من کا ہوش بھلائے کتابوں میں غرق دیکھ کر جا چکے تھے اور امی سے باتیں بھی سن چکے تھے کہ ''جن لوگوں نے کچھ بننا ہوتا ہے وہ اسی طرح کتابوں میں غرق ہو جاتے ہیں۔کتابوں سے محبت کرتے ہیں ایک تم لوگ ہو کہ مار مار کر ہوم ورک کروانے کے لیے بٹھانا پڑتا ہے مگر وہ لوگ تھے کہ ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیتے تھے پھر پھپھو کے کمرے کی طرف گئے' اب کی بار ان

سے نہیں رہا گیا' ڈھر سے دروازہ کھولا اور اندر آ گئے' وہ اتنی دور تھی کہ اسے ان
کے آنے کی خبر تک نہیں ہوئی' دونوں نے چڑ کر ایک دوسرے کو دیکھا اور اس
کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔

'' پھپھو! بس بھی کریں' بک کو ذرا آرام بھی کرنے دیں'' نومی نے کتاب
بند کر کے ایک طرف رکھ دی تو وہ چونک کر ان کو دیکھنے لگی۔

'' پہلی بات تو یہ کہ تم دونوں آئے کب دوسری بات یہ کہ بکس سے کیوں
چڑتے ہو تم لوگ۔''

'' پہلی بات تو یہ پھپھو جانی! کہ ہم کافی دیر سے کھڑے ہیں' دوسری بات
یہ کہ ہم کتابوں سے چڑتے نہیں' ہمیں کتابوں سے ہمدردی ہے۔قسم سے صبح
سے آپ ان کو پڑھ رہی ہیں' استعمال کر رہی ہیں تھک گئی ہیں بے چاری بکس
بھی' آخر ان کو بھی آرام کی ضرورت ہے' آخر یہ بھی انسان ہیں۔''

'' بکس کو پڑھنے سے جہالت کی تیرگی ختم ہوتی ہے کتاب سے بڑھ کر
انسان کا کوئی دوست ہوتا بھی نہیں مگر تم شریروں کو تو۔'' وہ ان کی بات پر مسکرا
دی۔

'' بہت ہو گئی پھپھو جانی! ہم کچھ نہیں جانتے اٹھیے بہت لحاظ ہو گیا آپ کی
پڑھائی کا۔چلیں باہر اتنا غضب ناک موسم ہو رہا ہے' کرکٹ کھیلیں گے اٹھیں
پلیز۔''

پھر وہ ناں ...... ناں ہی کرتی رہ گئی وہ مگر وہ کبھی ٹلے تھے جواب ٹلتے۔

'' نومی چندا اللہ کی مہربانی سے اتنا حسین موسم تو ہر وقت ہی رہتا ہے مگر
انسان کو ہر وقت موسم ہی تو انجوائے نہیں کرنا ہوتا اور کام بھی کرنے ہوتے

ہیں۔''

'' صبح سے تو آپ پڑھ رہی ہیں'' دونوں بضد تھے۔

'' اچھا تم لوگ چلو' میں عصر کی نماز پڑھ کر آتی ہوں۔'' وہ دونوں شرافت
سے چلے گئے' وہ نماز سے فارغ ہو کر آ گئی' وہ تو محض ان کی خوشی کی خاطر کھیلتی
تھی ورنہ اسے کب آنا تھا اس بار اس نے نومی کی باؤلنگ پر بال اچھالی تو گھر
کی باؤنڈری وال سے باہر چلی گئی۔

'' کیچ آؤٹ'' اس نعرے پر تینوں نے مڑ کر دیکھا تو نومی' ٹمی گیٹ کے
پاس چلے گئے نیہا بیٹ ہاتھ میں لیے سامنے کھڑے شخص کو پہچاننے کی کوشش
کرنے لگی اور کچھ کچھ پہچان بھی گئی تھی۔جبکہ احمر بے حد خوش تھا گیند ہاتھ میں
پکڑے بچوں کی طرف جھکا ہوا تھا۔

'' بھئی پہلے یہ بتایئے کہ آپ لوگوں میں سے کیچ آؤٹ کون ہوا ہے۔''

'' ہماری پھپھو'' ...... دونوں بچے ایک ساتھ بولے۔

'' آپ کی پھپھو'' احمر نے معصومیت کی اداکاری کی کیونکہ وہ دور کھڑی
نیہا کو فوراً پہچان گیا تھا۔

'' جی ہاں وہ ہماری پھپھو ہی تو ہیں وہ جو کھڑی ہیں جن کے ہاتھ میں بیٹ
ہے۔''

نومی نے بڑی معصومیت سے اس کی نشاندہی کی تو وہ مسکرا دیا۔

'' اچھا تو وہ آپ کی پھپھو ہیں میں سمجھا' وہ کوئی ملازمہ ہیں اور ان کے
ہاتھ میں جھاڑو ہے' دراصل میری نظر ذرا کمزور ہے ناں' اس وجہ سے بیٹ کو
جھاڑو سمجھ لیا آپ نے مائنڈ تو نہیں کیا۔''

اس نے نیہا کو دیکھتے ہوئے سہم جانے کی اداکاری کی جس کے کانوں میں یہ جملہ گونج رہا تھا نہ بتائیں ابا پتا' میں ایک روز خود ہی پہنچ جاؤں گا کہا بھی تھا بھابھی سے کہ مت لیں ایسے لوگوں کی مدد اس قسم کے لفنگے اٹھائی گیرے قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ذرا سی لفٹ مل جائے تو سر کو آ جاتے ہیں اور چرب زبان ایسے کہ بھابھی کو بھی شیشے میں اتار لیا اور اب بچوں کے ساتھ لگا ہوا ہے وہ دور کھڑی کڑھتی رہی۔

"ہاں تو بیٹے کیا نام بتایا تھا آپ نے" احمر نے گھسا پٹا جملہ کہا۔

"مگر ہم نے تو ابھی آپ کو اپنا نام نہیں بتایا" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

"تو بیٹا جی! اب بتا دیں" اس نے جھک کر ٹمی کے پھولے رخساروں پر پیار کیا۔

"بالکل بھی نہیں' پھپھو کہتی ہیں ہر کسی ایرے غیرے کو اپنا نام نہیں بتانا چاہیے۔"

"جی رہنے دیجیے اپنی پھپھو کی بات وہ تو کسی پر اعتبار کرنے کی قائل ہی نہیں' یوں ہی جو منہ میں آیا ہانک دیا اب بتائیے بھلا میں کوئی ایرا غیرا ہوا' اچھا خاصا خوبرو اسمارٹ بندہ ہوں اور وہ ہیں کہ۔"

وہ نیہا کو سنانے کی خاطر خاصی بلند آواز سے بول رہا تھا۔

"مگر آپ ہماری پھپھو کو کیسے جانتے ہیں۔" بچے بھی پھپھو کی طرح محتاط تھے۔

"جی اب سے جناب' جنم جنم سے جانتا ہوں ان کو" احمر نے نیہا کو دیکھا جو بچوں کو لینے کے لیے آ رہی تھی' وہ نہیں چاہتی تھی وہ الٹی سیدھی باتیں

بچوں کے ساتھ کرے۔

"انکل! آپ نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں" شوخ سا یہ بندہ دونوں بچوں کو اچھا لگا تھا۔

"بیٹا آپ نے پوچھا ہی نہیں' بہرحال لوگ اس خوبرو اسمارٹ بندے کو احمر سجاد کہتے ہیں اور آپ لوگوں کو بھی تو کچھ نہ کچھ کہتے ہوں گے' لوگ اور آپ کی پھپھو۔" اس نے قریب آتی نیہا کو دیکھ کر کہا۔

"نہیں ہمیں تو کچھ نہیں کہتے' سب لوگ پیار کرتے ہیں' پھپھو تو بہت چاہتی ہیں" معصوم سی ٹمی نجانے کہنے سے کیا سمجھی احمر کو اس پر پیار آ گیا۔

"بھئی اس پیاری سی بچی کا کوئی پیارا سا نام تو ہوگا ناں۔"

"بے وقوف انکل نام پوچھ رہے ہیں' انکل! میرا نام نومی ہے اور یہ میری بہن ٹمی۔"

"ویری گڈ کتنے خوب وصورت نام ہیں' چلیے آج سے دوستی پکی" اس نے گرم جوشی سے دونوں بچوں سے ہاتھ ملایا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر نیہا کو دیکھنے لگا جو غصہ سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بندے کو احمر سجاد کہتے ہیں اور آپ کو" اس نے شوخی سے نیہا کی طرف ہاتھ بڑھایا جس کو اس نے بری طرح نظر انداز کر دیا اور واپسی کے لیے وہ مڑ گئی اور جاتے ہوئے اس نے سنا وہ بڑے افسوس سے کہہ رہا تھا۔

"بھئی ٹمی اور نومی بڑا افسوس ہوا یہ جان کر کہ آپ کی پھپھو بیچاری بول بھی نہیں سکتیں اور سن بھی نہیں سکتیں ......چچ ...... چچ ...... چچ۔" وہ اسے سنانے کی غرض سے اور بھی اونچی آواز میں کہہ رہا تھا' بچوں نے پلٹ کر اپنی پیاری پھپھو

کو دیکھا پھر احمر کی طرف مڑے۔

''انکل! آپ نے ہماری پھپھو کو خفا کر دیا۔ ہماری پھپھو بول بھی سکتی ہیں اور سن بھی سکتی ہیں۔'' دونوں بچے بھرپور انداز میں اپنی پھپھو کا دفاع کر رہے تھے۔

''اچھا بھی سوری' آپ لوگوں کی خاطر ہم ان سے سوری کر لیں گے۔ بھئی اب آپ لوگ دوست ہیں نا۔''

''انکل! آپ کرکٹ کھیلنا جانتے ہیں ناں۔'' نومی کو تو کرکٹ سے عشق تھا گویا۔

''ارے ایسی ویسی' کرکٹ تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور میرے تو کئی شاگرد پھیلے پڑے ہیں' یہ اپنا جہانگیر خان ہے' اس کو کرکٹ میں نے ہی تو سکھائی ہے۔ اب دیکھو کتنی اچھی کرکٹ کھیلتا ہے وہ۔''

''مگر انکل جہانگیر خان تو اسکواش کھیلتے ہیں۔''

دونوں بچے اپنی دانست میں اس کی لاعلمی کا ماتم کرتے ہوئے ایک ساتھ بولے تو وہ کان کھجانے لگا۔

''اچھا بھئی آج کل کے بچے بھی بڑوں کی باتیں نہیں مانتے یہ بتاؤ کچھ' کرتے ہیں ...... کچھ نہیں دوستو! آپ لوگوں کے ہاں دوستوں اور مہمانوں کے ساتھ ایسا ہی رویہ رکھا جاتا ہے کہ ان کو گیٹ پر کھڑا رکھا جائے۔''

احمر کی بات پر دونوں بچے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کہ اب کیا کریں۔

امی سے ڈانٹ نہ پڑ جائے' پھپھو تو یوں بھی برہم سی گئی ہیں یہاں سے۔

''بھابھی! جائیں اب۔ آ گیا ہے آپ کا وہ موٹر مکینک۔'' نیہا نے

اطلاع پہنچائی تو انیقہ حیرت سے اسے دیکھنے لگیں پھر برتن ایک طرف رکھ کر اس کی طرف آ گئیں۔

''مگر میں نے تو کسی مکینک کو نہیں بلایا۔'' انیقہ نے قطعی لاعلمی سے کہا۔

''جی وہی فٹ پاتھی موٹر کلینک جب شاپنگ کے بعد گاڑی خراب ہو گئی تھی تو آپ نے اس بندے کی۔''

''اوہ اچھا ...... اچھا مگر مگر نیہا! تمہارے سامنے میں نے تو اسے اپنا کوئی ایڈریس وغیرہ تو نہیں دیا تھا۔''

''بھابھی! ان جیسے لوگوں کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہوتا بس ذرا لفٹ کرادی تو چپک گئے لسوڑے کی طرح باہر کتنی دیر سے بچوں سے اوٹ پٹانگ باتیں کر رہا ہے۔'' نیہا کو بہت غصہ آ رہا تھا احمر پر کہ کس طرح اس نے گھر تلاش کر لیا۔

''اچھا دیکھتی ہوں مگر کوئی غلط قسم کا بندہ تو نہیں لگتا۔'' انیقہ نے پھر احمر کا دفاع کیا۔

''بھابھی! کسی کی پیشانی پر تو نہیں لکھا ہوتا کہ وہ اچھا ہے کہ برا۔'' انیقہ کو بہت غصہ آ رہا تھا۔

''ارے بھئی کس بات پر الجھ رہی ہیں نند بھاوج' پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔'' ...... عاصم گھر ہی پر تھے۔

''عاصم وہ ...... وہ اس روز جس نے ہماری گاڑی ٹھیک کی تھی ناں' وہی بندہ آ گیا ہے۔''

انیقہ نے ڈرتے ڈرتے بتایا تو عاصم کو بھی بہن کی طرح غصہ آ گیا۔

''آپ کی جو یہ حماقتیں ہیں ناں' نجانے کیا رنگ دکھائیں گی' کوئی

ضرورت نہیں باہر آنے کی' میں خود دیکھتا ہوں۔'' عاصم نے انیقہ کو ڈانٹا اور خود باہر نکل گئے۔

'' ارے احمر! یہ تم ہو'' ...... عاصم بڑی گرم جوشی سے احمر کی طرف بڑھے اور ہاتھ ملانے لگے۔

'' السلام علیکم عاصم بھائی! کتنی دیر سے آیا ہوں مگر آپ کے بچوں کی انویسٹی گیشن ہی مکمل نہیں ہو پا رہی۔ آدھے گھنٹے سے ٹارچر سیل میں ہوں۔''

احمر نے بھی بڑی گرم جوشی سے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا جو بچوں کی باتیں سن کر ہنس رہے تھے۔

'' وعلیکم السلام آؤ اب تو اندر آؤ' سوری کوئی غلط بات تو نہیں کر دی ان شریروں نے۔''

'' ارے نہیں عاصم بھائی! بڑے پیارے بچے ہیں اور اب تو ہماری دوستی بھی ہو گئی ہے۔''

احمر نے ٹمی اور نومی کو ساتھ لگا لیا پھر عاصم جب احمر کو ساتھ لگائے اندر لا رہے تھے تو نیہا دانت پیس کر رہ گئی۔

'' دیکھا بھابی! میں نے کہا تھا ناں یہ شخص لفظوں کا جادوگر ہے' باتوں کے سحر میں قید کر لیتا ہے بندے کو۔ اب دیکھ لیجئے بھیا اسے خود ہی ساتھ لگائے لا رہے ہیں۔'' نیہا ان کو اندر آتا دیکھ کر دوسری طرف نکل گئی۔

'' ارے بھئی انیقہ! آؤ یہ تو اپنا احمر ہے۔'' عاصم کے بلانے پر انیقہ آ گئی تو احمر کھڑا ہو گیا۔

'' آداب! دیکھ لیجئے آپ نے تو ایڈریس نہیں دیا تھا مگر میں پہنچ گیا۔'' وہ

شوخی سے بولا۔

'' وہ تو ٹھیک ہے مگر تمہاری عاصم سے دوستی کیا پہلے سے ہے یا'' ...... انیقہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

جی نہیں جناب! اس کو کہتے ہیں اللہ کی مدد' ہوا یوں کہ ایک روز مال روڈ پر میں نے آپ کی کھٹارا' میرا مطلب ہے گاڑی دیکھ لی' بڑی روانی میں جا رہی تھی' میں نے کہا واہ آج تو اڑی جا رہی ہے مگر اسی وقت شاید میری نظر لگ گئی گاڑی کو' کچھ دور جا کر بند ہو گئی' میں نے اپنی گاڑی کی رفتار کم کر لی اور جب عاصم بھائی کو اکیلے پریشان دیکھا تو اتر آیا اور کہا کہ میں اس گاڑی کی دکھتی رگ جانتا ہوں' آپ کہیں تو دور کر دوں تو بولے کہ آپ کیسے جانتے ہیں' تب میں نے بتایا کہ ایک شام یہ گاڑی دو خواتین کے پاس تھی' تب بھی میں نے ٹھیک کی تھی پھر ہم دونوں نے دیکھا میں نے وہی تار لگا دیا اور گاڑی ٹھیک ہو گئی عاصم بھائی خوش ہو گئے' اور جھٹ جیب سے اپنا کارڈ نکال کر دے دیا' آپ سے تو یہ اچھے ہیں کم از کم اعتبار تو کیا ناں۔'' احمر کے لہجے میں شکوہ تھا۔

'' بھائی ہم عورتیں تو ہر حال میں ماری جاتی ہیں' مرد پر اعتبار کریں تو بری نہ کریں تو بری' اب کی بار انیقہ نے شکوہ کناں نظروں سے عاصم کو دیکھا۔

'' بہر حال بھئی انیقہ! اس بندے سے میں تو بڑا متاثر ہوا ہوں۔''

'' شکریہ عاصم بھائی! ہیرے کی پہچان کسی سمجھدار جوہری کو ہو سکتی ہے...... عاصم بھائی میں نے تو ان کو اپنی بہن بنا لیا ہے' باجی ہیں میری چاہے کچھ بھی کہیں آپ کو اعتراض تو نہیں۔''

'' لو بھائی! ہمیں کیوں اعتراض ہونے لگا ایک آدھ سالے' سالی کی تو

ہمیں بھی کمی کا احساس رہا ہے۔"

"تین چار بہن بھائی تھے ہم لوگ مگر خدا کو جو منظور نہ رہے اب میں اکلوتی ہی ہوں۔" اپنے بہن بھائیوں کو یاد کر کے انیقہ افسردہ ہو گئیں۔

"ارے باجی اب تو اداس نہ ہوں۔خدا نے آپ کو پلا پلایا بھائی دے دیا ہے۔آپ میری بہن ہیں' میں آپ کو بھائی بن کر دکھاؤں گا بھئی بچوں آج سے تم لوگوں نے مجھے انکل نہیں ماما کہنا رائٹ۔" احمر نے بچوں کی طرف دیکھا جو اس کے دائیں بائیں بیٹھے تھے۔

"جیتے رہو بھائی! خدا تمہیں سلامت رکھے اور کامیابیاں دے۔" انیقہ نے صدق دل سے بہنوں کی طرح دعائیں دیں' یہاں نئے رشتے استوار ہو رہے تھے اور وہاں نیہا کا کڑھ کڑھ کر برا حال تھا اس کے خیال میں یہ کوئی بہت بڑا فراڈ تھا اور اس کے سیدھے سادے بھائی' بھابی کو کسی مشکل میں ڈال دے گا۔جبکہ وہ اسے ایک نظر دیکھ لینے کی حسرت لیے کھڑا ہو گیا۔

"اب اجازت باجی" وہ انیقہ کے سامنے جھکا کھڑا تھا۔

"اب باجی کو بھول نہ جانا آتے جاتے رہنا۔" انیقہ نے اس کے شانے پر ہاتھ پھیرا۔

"ارے باجی یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے' او کے فرینڈز اللہ حافظ۔" وہ عاصم اور بچوں سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔

سر بشیر کی کلاس تھی۔ضروری فون سننے کے لیے سر باہر گئے تھے تمام لڑکے لڑکیاں نوٹ بک تھامے بیٹھے تھے۔

"مے آئی کم ان سر" سکوت کے اس سمندر میں اس آواز کا ارتعاش پیدا ہوا تو سب کی نگاہیں ایک ساتھ لیکچر روم کے دروازے پر کھڑی نیہا پر ٹھہر گئیں اور وہ جو پہلی کلاس میں ہی لیٹ ہو جانے پر ایک تو پہلے ہی شرمندہ سی تھی اوپر سے سب باجماعت انداز میں اسے دیکھ رہے تھے۔ان ہی میں احمر بھی شامل تھا جس کا منہ حیرت اور خوشی سے کھلا رہ گیا تھا وہ کہاں سوچ سکتا تھا کہ وہ بھی میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہو گی اور اس کے کالج میں آئے گی۔

"واہ اللہ میاں جی" وہ بھول ہی گیا کہ وہ کلاس روم میں ہے وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔اب سب کی نگاہیں احمر پر تھیں۔

"ارے آپ ......آیئے ناں آپ ......آپ تو کلاس روم تک چلی آئیں۔ آیئے ناں وہ کیا کسی نے کہا ہے کہ ان ہی ٹانگوں پر چل کر اگر آ سکو تو آؤ۔" وہ بڑی ڈھٹائی سے چلتا ہوا نیہا کی طرف بڑھا مگر سر منیر کی چھڑی اس کی گردن میں فٹ ہو چکی تھی۔وہ فون سن کر واپس آ گئے تھے۔

"وہ تو خیر اپنی ہی ٹانگوں پر آئی ہیں مگر میاں لگتا ہے۔تمہیں اپنی ٹانگیں عزیز نہیں تم اپنی جگہ سے کیوں اٹھے ہاں کیوں آئے یہاں تک۔" سر منیر نے اسے گردن سے کھینچ کر قریب کیا سب کے لبوں پر مسکراہٹ تھی کیونکہ جو حرکت وہ کرنے جا رہا تھا اس کا انجام یہ ہی ہونا چاہیے تھا۔

"کمال کرتے ہیں سر آپ بھی کوئی مہمان گھر آئے تو اسے ریسیو کرنے دروازے تک تو آنا چاہیے ناں کیوں بچو؟" اس نے شرارت سے سب کی طرف دیکھا۔

"اور یوں بھی سر! یہ میرے دوست کی بہن ہیں۔جی ہاں سر یہ مجھے بہت اچھی طرح جانتی ہیں' میرا نام اعزاز الحسن ہے۔یہ سب جانتی ہیں۔" اس کے انداز اور بات پر سب ہنس پڑے مگر نیہا کا چہرہ تپ گیا۔اس کو اس وقت یہ خوبرو سا احمر زہر لگا۔

"سر میں ان کو ہرگز نہیں جانتی میں نے اس نام کے اس جوکر کو نہیں دیکھا ہے۔" باقی سب تو جانتے تھے وہ شرارت کر رہا ہے مگر نیہا یہ سب مذاق میں بھی پسند نہیں کر سکتی تھی۔مگر اس کی اس بات اور انداز پر سب کو اندازہ ہو گیا کہ اس کے ساتھ محتاط رہنا ہے۔

"اندر آیئے بی بی آپ لیٹ کیوں آئی ہیں اور تم کیا کہوں تم کو اعزاز الحسن

یا جوکر۔"

"سر جوکر......!" پوری کلاس ہم آواز ہوئی تو احمر نے کان پکڑے اور توبہ توبہ کرنے لگا۔

"توبہ ...... استغفار سر ایسے نالائق اسٹوڈنٹ ہیں آپ کے آپ کی نئی اسٹوڈنٹ کے سامنے آپ کے ذہین شاگرد کو کیا کہہ رہے ہیں۔"

"اس سے پہلے کہ میں تمہیں سب کے سامنے مرغا بناؤں اپنی جگہ پر جاؤ۔" سر منیر نے ڈانٹا تو وہ کان کھجاتا اپنی سیٹ کی طرف مڑا۔

"یہاں آؤ بیٹی" منیر صاحب نے سنجیدہ کھڑی نیہا کو اپنے برابر کھڑا کر لیا اور سب سے مخاطب ہوئے۔

"بھئی یہ آپ لوگوں کی ساتھی ہیں ان کا نام نیہا احمد ہے کراچی سے مائیگریٹ ہو کر آئی ہیں اور آپ لوگوں کے ساتھ مل کر پڑھنا چاہتی ہیں۔چلیئے اب اپنی ساتھی کو اپنے ساتھ بیٹھنے کے لیے جگہ دیں۔" سر کا یہ کہنا کہ کلاس کے تمام لڑکے اپنی اپنی سیٹ چھوڑ کر کھڑے ہو گئے جب کہ احمر اور تنویر میں لگی ہوئی تھی۔

"یار اٹھ جانا" احمر نے منت کی مگر تنویر نے قطعی انداز میں انکار کر دیا۔یہ کلاس روم کی کرسی ہے۔اقتدار کی کرسی نہیں ہے۔" احمر نے غصے سے کہا اور تنویر کو کہنی ماری جس کی کرسی کی ٹانگ پہلے ہی ٹوٹی ہوئی تھی تنویر توازن برقرار نہ رکھ سکا اور کرسی سمیت زمین بوس ہو گیا تو تنویر نیچے اور کرسی اوپر والا منظر سب کو محظوظ کر گیا۔سر منیر بھی متوجہ ہو گئے۔

"یہ کون گرا ہے کرسی سمیت؟"

"سر گرا کوئی نہیں بس زمین کی کشش ثقل نے تنویر کو کرسی سمیت اپنی جانب کھینچ لیا ہے۔" احمر نے کن اکھیوں سے نیہا کو دیکھا جو نائلہ کی آفر پر اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ رہی تھی۔

"درست کہا تم نے احمر میاں! تمہاری گردن میں بھی جانے اتنی کشش کیوں ہے کہ میری چھڑی کھینچی چلی جاتی ہے۔ چلو ادھر آؤ اور جب تک میں لیکچر دوں تم یہاں کھڑے رہو؟ سر منیر بھی اسے بچوں والی سزائیں دیتے تھے اسے بلیک بورڈ کے ساتھ کھڑا کر دیا تھا اب وہ طرح طرح کی شکلیں بنا کر سب کو ہنسا رہا تھا مگر نیہا نے ایک بار بھی اسے نہیں دیکھا۔ اسے یوں بھی اس پر غصہ تھا کہ کس طرح وہ اس کے گھر تک پہنچ گیا تھا اور اس کے خیال کے مطابق وہ چرب زبان چھچھورا سا لڑکا تھا اور خواہ مخواہ لفٹ لینے کے چکر میں رہتا تھا اور اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اسے اپنی طرف بڑھنے نہیں دے گی۔ چونکہ کلاس میں پہلا دن تھا اس لیے اس کی کلاس فیلو نائلہ اور ارم نے اس کی دعوت کی تھی۔

"تم لوگ خواہ مخواہ تکلف کر رہی ہو۔" قدرے جھجکی۔

"ارے بھئی تکلف کیسا آج کے دن تو تم ہماری مہمان ہو کل سے پھر ہماری طرح ہو جاؤ گی۔ چھوڑو یہ رسمی باتیں اور اطمینان سے بیٹھو ہم تکلف پسند لوگ نہیں ہیں۔"

نائلہ نے کیفے ٹیریا کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کہا۔

"السلام علیکم عبد الرحیم بابا!" ارم اور نائلہ کے ساتھ اس نے بھی بابا کو سلام کیا جو اپنے کمزور شانوں پر کپڑا ڈالے چیزیں صاف کر رہے تھے۔

"وعلیکم السلام بیٹے جیتے رہو خدا تمہارے ہاتھ میں شفا دے۔"

"اور جیب میں برکت ڈالے۔" قریب سے گزرتے ہوئے کسی شریر لڑکے نے لقمہ دیا وہ دونوں ہنس پڑیں' نیہا بھی مسکرا دی۔

"نیہا یہاں تو ایسا ہی ہوتا ہے تمہیں عجیب تو نہیں لگ رہا۔" ارم نے بیگ شانے سے اتار کر ایک طرف رکھا اور نیہا کے برابر بیٹھ کر پوچھنے لگی۔

"عجیب کیوں لگے گا اسٹوڈنٹ لائف میں یہی ہوتا ہے۔" نیہا کو تو آج کالج آ کر یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اب زندہ ہوئی ہو یا اس سے پہلے جو کچھ ہوا وہ ڈراؤنا خواب تھا اور اب اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔

"بابا چھوٹے سے کہہ دیں آج ہم تینوں کھانا کھائیں گے۔ ہاں تو نیہا بتاؤ وہاں کیسا ماحول ہے؟" بابا کو کھانے کا کہہ کر نائلہ نیہا کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"تمام تعلیمی ادارے ایک سے ہوتے ہیں نائلہ! وہاں بھی بالکل ایسا ہی ماحول ہے۔" پھر اس طرح باتوں میں کھانا کھانے کا جو لطف آیا۔ وہ نیہا ہی جان سکتی تھی وہ زندگی کی تلخ ترین اذیت کرب کا ذائقہ چکھ چکی تھی۔ اب وہ ان لمحات کا سارا حسن اپنے اندر اتار لینا چاہتی تھی۔

"چھوٹو اب بل لے آؤ" ارم اور نائلہ نے ایک ساتھ اپنے اپنے بیگ کھولے۔

"بل تو جی ہو چکا ہے۔"

"ہو چکا ہے مگر دیا کس نے؟ کتنی بار منع کیا ہے کہ ہمارا بل کوئی دینے لگے تو ہمیں بتا دیا کرو۔" چھوٹو کی اطلاع پر نائلہ نے اسے جھاڑا جو اپنے

ماڑن سے ہاتھ صاف کر رہا تھا۔

"توبہ کریں ڈاکٹر جی مرغا بن جانے کے بعد تو میں نے توبہ کر لی تھی لیکن
پ کا بل تو احمر بھائی نے دیا ہے۔"

"احمر نے ؟" ارم نے مڑ کر دیکھا۔ احمر اور تنویر ان ہی کی طرف آ رہے
تھے۔

"ہمارا بل تم نے دیا ہے ؟" نائلہ اور ارم احمر کی طرف گھومیں جس کی
ظریں نیہا پر تھیں جس کے چہرے پر اس اطلاع پر ناگواری جھلکنے لگی تھی۔

"جی ہاں میں نے دیا ہے لیکن آپ لوگوں کو زیادہ خوش ہونے کی ضرورت
ہیں آج کا کھانا تم لوگوں نے ان کے صدقے میں کھالیا۔ میری جیب سے
ورنہ۔" احمر کی بات پر نیہا نے شعلہ بار نگاہوں سے احمر کو دیکھا۔ جھکی اپنا
یک اٹھایا اور ارم' نائلہ کو دیکھے بغیر کیفے سے باہر آ گئی۔

"تم تو بہت بدتمیز ہو احمر؟" نائلہ نے احمر کو گھورا۔

"یہ تو ذرہ نوازی ہے آپ کی ورنہ بندہ کو احمر سجاد کہتے ہیں۔" احمر نے
تیزی سے سیڑھیاں اترتی نیہا کو دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا وہ نیچے جا کر
نائلہ اور ارم کا انتظار کرنے لگی۔

"ارے نیہا تم احمر کی بات کو مائنڈ کر گئیں۔ بہت نائس لڑکا ہے شوخ
اور ذہین یہ سب کے ساتھ ایسے ہی رہتا ہے تم مائنڈ نہ کرو۔"

"مگر مجھے یہ سب کچھ چھچھورا پن لگتا ہے۔" اب وہ ان کو کیسے بتاتی کہ یہ
بندہ کیا چیز ہے کس طرح اس کے گھر تک پہنچ گیا تھا۔ وہ ایسی کوئی بات کر کے
نہ تو احمر کو اہمیت دینا چاہتی تھی اور نہ وہ کوئی افسانہ پسند کرتی تھی۔

"سب اچھا لگنے لگے گا نیہا سب کچھ ......" وہ ارم کی اس پیشن گوئی
سے قطعی متفق نہیں تھی مگر بحث کے موڈ میں بھی نہیں تھی۔ اس کے بعد ایک کلاس
تھی۔ وہ اٹینڈ کر کے باہر آ گئی کہ شاید عاصم لینے آ گئے ہوں' ارم اور نائلہ کو
جلدی تھی اس لیے وہ جا چکی تھیں وہ عاصم بھائی کا انتظار کر رہی تھی۔ اسی وقت
گرین مرگلہ آ کر رکی اور احمر برآمد ہوا۔

"ارے نیہا احمد! آپ یہاں ہیں میں وہاں سارے میں تلاش کر رہا
تھا۔" وہ یوں خوش دلی سے بولتا ہوا اس کے قریب آیا جیسے بڑے دوستانہ مراسم
ہوں۔

کیوں

"کیوں کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ بھئی آپ ہی کی طرف جا رہا ہوں۔ میں
نے تو عاصم بھائی کے آفس فون کر دیا تھا کہ چونکہ میں آ رہا ہوں لہٰذا آپ نہ
آئیں۔ میں آپ کو پک کر لوں گا۔" بڑی تسلی اور سکون سے اسے اطلاع دے
رہا تھا مگر اسے نہیں معلوم تھا کہ اس نے بھڑکتی آگ پر مزید تیل چھڑک دیا
ہے۔ نیہا کے دماغ کی رگیں تن گئیں۔ چہرہ تپ گیا وہ دو قدم اس کی طرف
بڑھی۔

"مسٹر احمر سجاد! یہ کالج ہے ہالی وڈ نہیں کہ آپ الٹے سیدھے طریقوں سے لڑکیوں سے لفٹ لینے کی کوشش کریں۔حد ہوتی ہے کسی بات کی پہلے کلاس میں غلطی کی پھر کھانے کا بل ادا کر دیا کیا ظاہر کرنا چاہتے ہیں آپ ان باتوں سے۔ذرا دھیان سے سن لیجئے مسٹر احمر مجھے آپ اور آپ کی یہ فلمی حرکتیں قطعی پسند نہیں ہیں اور نہ متاثر کر سکتی ہیں اور نہ ہی آپ مجھ سے کسی قسم کا تعلق ظاہر کرنے کی کوشش کریں اور نہ ہی میرے گھر آنے جانے کو اپنے لیے کوئی راستہ سمجھیں اور یہ آپ کو جرأت کیسے ہوئی کہ میرے بھائی کو فون کر کے یہ اطلاع دیں کہ آپ مجھے پک کر لیں گے۔کیا چاہتے ہیں آپ؟ میرا امپریشن کالج اور گھر میں خراب کرنا چاہتے ہیں تو بھول ہے آپ کی' میرا خدا میرا محافظ اور نگہبان ہے۔ہٹیے پیچھے۔آئندہ اس قسم کی حرکت نہ ہونے پائے۔" غصہ کی

حدت سے تپتے چہرے کے ساتھ وہ اسے اچھا خاصا لیکچر دے گئی اور وہ گاڑی سے ٹیک لگائے دور تک اسے دیکھتا رہا۔

"یار احمر! لڑکی تو اچھا خاصا ذلیل کر گئی ہے۔" اس خیال نے اس کے دل میں جوابی حملہ کرنے کی تحریک پیدا کی تو وہ زور سے چلایا کہ قریب سے گزرتی ہوئی لڑکیاں ایک دم خوف زدہ ہو کر اس سے ٹکرا گئیں اور ان کے ہاتھوں میں چاٹ کی بھری پلیٹیں احمر کے اوپر ہی آ گریں۔وہ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ کر لڑکیوں کو گھورنے لگا جو سوری یا معذرت کرنے کے بجائے اسے گھور رہی تھیں۔

"پھینکئے اور پھینکئے ڈس بن تو ہوں میں آپ لوگوں کا لیجئے پھینکئے۔" غصے میں اس نے باقاعدہ منہ کھول کر کہا تو لڑکیوں نے بچی ہوئی چاٹ کے ساتھ کوک بھی اس پر انڈیل دی اور اوپر سے رعب جھاڑنے لگیں۔

"جونیر لگتے ہو کس ایر کے ہو۔" لڑکیوں کا رعب دار لہجہ بتا رہا تھا وہ سینیر ہیں۔

"جی سیکنڈ ایر کا ہوں" اب کے احمر کے لہجے میں بھی رعب اتر آیا۔

"ہوں ہم لوگ فائنل ایر کے ہیں اور دو سال ہو رہے ہیں تمہیں کالج آئے مگر ابھی تک کالج کے منیرز نہیں سیکھے ڈاکٹر صاحب۔" انہوں نے بچی ہوئی چاٹ اس کے سر پر انڈیلتے ہوئے کہا اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنستی ہوئی چلی گئیں تو اس کا دل چاہا کہ کہہ دے کہ آپ لوگوں کو پانچ سال ہو رہے ہیں مگر منیرز نہیں آئے تو مگر وہ کچھ کہہ بھی نہ سکا۔کیونکہ کالج میں فائنل ایر کو باپ دادا والی حیثیت حاصل تھی جونیئر کو تو اپنی تفریح طبع کے لیے بھی تنگ کر جاتے تو جب غلطی ہوتی تب تو شامت ہی آ جاتی۔مگر یہ ساری صورت حال بھی نیہا

پر جوابی حملے کا خیال مٹا نہ سکی۔وہ اسی حلیے میں اس کی طرف بڑھا جو قدرے فاصلے پر عاصم کا انتظار کر رہی تھی۔وہ اسے اس حلیے میں دیکھ کر پہلے تو ڈر گئی پھر بڑے زور کی ہنسی آئی مگر ضبط کر گئی۔وہ کمر پر ہاتھ باندھے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''مس نیہا احمد آپ بھی خود کو الزبتھ ٹیلر نہ سمجھیں تو زیادہ بہتر ہے۔یہ آپ ہیں کن چکروں میں مجھے لڑکیوں سے ہرگز لفٹ نہیں چاہیے۔میں لڑکیوں کی عزت کرتا ہوں۔ان کو اپنا دوست اور ساتھی سمجھتا ہوں۔آپ اگر اس اعزاز سے محروم رہنا چاہتی ہیں تو آپ کی قسمت' رہی بات کلاس کی تو محترمہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جب کوئی مہمان آئے تو آگے بڑھ کر اس کا استقبال کرو' وہاں اگر آپ کی جگہ کوئی کالی بلی بھی آ جاتی تو میں آگے بڑھ کر اسے ویلکم کہتا اور جہاں تک کھانے کے بل کی بات ہے تو الحمد اللہ خدا نے جب دیا ہے تو صدقہ خیرات بھی کرنا چاہیے۔'' وہ اکھڑ انداز میں بولے جا رہا تھا اور اپنا چہرہ صاف کرتا جا رہا تھا اس کے آخری جملے پر وہ تپ گئی مگر اس کے منہ لگنا نہیں چاہتی تھی۔اس لیے چپ رہی نظریں سڑک پر تھیں۔وہ بھی بولتا ہوا آگے بڑھنے لگا مگر پھر واپس پلٹا۔

''اور سنیے کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی قطعی ضرورت نہیں مجھے بھی آپ سے کالج میں تعلق ظاہر کرنے کا کوئی شوق نہیں اور گھر میں' میں صرف بھابھی اور بچوں کے لیے آتا ہوں۔مس نیہا احمد آپ مستقبل کی ڈاکٹر ہیں اس لیے ٹین ایجر لڑکیوں کی طرح اس افسانوی دنیا سے نکل آیئے کہ میں محض آپ کی خاطر آپ کے گھر جاتا ہوں۔حد ہوگئی یار خوش فہمی کی۔'' وہ کمر پر ہاتھ رکھے

اسے گھورتا ہوا آگے بڑھ گیا اور چند قدم جا کر پھر پلٹا۔

''اور سنیے خدا ہی کل کائنات اور ہمارا خالق و مالک اور نگہبان ہے۔جایئے آگئے ہیں عاصم بھائی۔'' احمر نے عاصم کی گاڑی کی طرف اشارہ کیا اور خود دوسری طرف بڑھ گیا۔

''سوری نیہا! خاصی دیر ہوگئی اصل میں گاڑی بہت تنگ کرنے لگی ہے اسے اب بدلنا ہی پڑے گا۔وہ احمر ہے ناں وہ دراصل تمہارا کلاس فیلو ہے۔اس نے اپنے بارے میں بتایا تھا بہرحال گھنٹہ بھر پہلے میں نے اس کو فون کیا تھا کہ اگر میں نہ آسکوں تو تمہیں گھر چھوڑ دے وہ آیا تھا یا نہیں۔'' عاصم اسے دیکھے بغیر بولتے رہے اور حیرت سے عاصم کو دیکھتی رہی اسے یاد آیا کہ جب کلاس ہو رہی تھی تو چوکیدار نے آکر کہا تھا کہ آفس میں احمر کا فون آیا ہے۔

''اچھا تو آپ نے فون کیا تھا؟'' وہ جیسے خود سے بولی حالانکہ احمر نے کہا تھا کہ اس نے فون کیا تھا۔

''ہاں میں نے کیا تھا مگر حیرت ہے اس نے تم سے رابطہ نہیں کیا وہ ایسا ہے تو نہیں۔'' عاصم کے لہجے میں ایک اجنبی کے لیے اتنا اعتماد وہ چڑ سی گئی بھائی کی سادہ لوحی پر۔

''بھائی مجھے حیرت ہے کہ آپ نے ایک غیر اجنبی پر اتنا اعتماد کیسے کر لیا۔'' اسے انجانا سا دکھ ہو رہا تھا۔

''احمر بے حد اچھا شریف لڑکا ہے۔نیہا میں اس کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں اگر وہ ایسا ویسا ہوتا تو کیا میں اسے اتنی بڑی ذمہ داری سونپتا لیکن حیرت ہے کہ اس نے۔''

''وہ آیا تھا بھائی اس نے کہا تھا مگر میں ہرگز اس پر اعتماد نہیں کر سکتی اور بھائی! آپ آئندہ سے اسے میرا کوئی کام نہ بتائیں بلکہ اسے سختی سے منع کر دیں کہ کالج میں میرے ساتھ کسی قسم کا تعلق' واسطہ ظاہر نہ کرے۔ مجھے یہ بات ہرگز گوارا نہیں۔'' اس نے ذرا سخت لہجے میں کہا تو عاصم کو بھی کچھ دیر کے لیے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ نیہا ٹھیک کہہ رہی ہے اور احمر اگر اچھا ہے تو دوسرے لوگ تو باتیں بنا سکتے ہیں۔''

''اچھا تم اپنا موڈ بحال کرو میں اسے منع کر دوں گا۔'' گھر آئی بھابھی اور بچوں نے اسے سرخ گلابوں کے ہار پہنا کر پھر سے کالج جانے کی مبارکباد دی تو محبت کی اس پھوار میں کچھ دیر کے لیے وہ سب کچھ بھول گئی۔ نومی اور ٹمی اپنی سمجھ کے مطابق چھوٹے چھوٹے سوال کرتے رہے۔ ان کو یہ سب بتانا اسے بڑا اچھا لگ رہا تھا۔

''ہاں اب مجھے بتاؤ تمہیں پہلا دن کالج میں کیسا لگا۔'' انیقہ جو مسلسل کام میں مصروف تھی اب ہاتھ تولیے سے صاف کر کے اس کے قریب آ بیٹھی تو وہ انتہائی سکون سے مسکرا دی۔

''پتا ہے بھابھی مجھے یوں لگا جیسے میں گہری نیند میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہی تھی۔ آنکھیں کھلیں تو میں تپتے صحرا کی گرم ریت سے جیسے پھولوں کی وادی میں آ گئی ہوں۔ جیسے اک عرصے تک میں کسی تاریک غار میں قید تھی۔ اب آزاد ہو گئی ہوں۔ سچ بھابھی میں تو تمام وقت خدا کا شکرانہ ہی ادا کرتی رہی کہ میرے پروردگار نے ایک بار پھر مجھے یہ لمحات نصیب کیئے۔'' وہ کرب ناک اذیت اور اب ملنے والی خوشی نمی بن کر اس کی آنکھوں میں چمکنے لگی تو انیقہ

نے اسے ساتھ لگا لیا۔

''واقعی نیہا! یہ اللہ پاک کا خاص کرم ہوا۔ ہم جتنا خدا کا شکرانہ ادا کریں کم ہے لیکن اب تمہیں اور مضبوط ہونا چاہیے۔ کسی کو بھی اپنے بارے میں کچھ نہیں بتانا۔ انسان کی خوشیوں کی طرح اس کے دکھ بھی بہت معتبر ہوتے ہیں۔ اس لیے میری گڑیا آنکھ میں بوند نہ ہو دل میں سمندر رکھنا۔'' انیقہ نے آہستگی سے اس کے آنسو اپنے آنچل میں جذب کر لیے۔

''اور ہاں بھابھی وہ آپ کا جعلی منہ بھائی ہے ناں۔'' نیہا نے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں اور احمر کی شکایت لگانے کے لیے سیدھی ہو بیٹھی انیقہ بھی چونک گئی۔

''کیوں کیا پھر گاڑی خراب ہو گئی تھی اور وہ اتفاقیہ طور پر آ گیا تھا۔''

انیقہ تو اب تک یہ ہی جانتی تھی کہ وہ اتفاقیہ طور پر ہی مل جاتا تھا۔

''جی نہیں بھابھی! وہ اتفاقیہ طور پر نہیں میری بدقسمتی سے میرا کلاس فیلو نکل آیا ہے۔''

''ارے واہ! یہ تو بہت ہی حسین فلمی اتفاق ہو گیا۔ میرا مطلب ہے کچھ زیادہ مناسب اتفاق بھی نہیں ہوا۔'' یوں تو انیقہ کو یہ جان کر ازحد خوشی ہوئی تھی مگر اس کی خوشی کے اظہار سے چونکہ نند کا منہ بن گیا تھا۔ فوراً اپنی خوشی کا گراف نیچے کر لیا۔

''بھابھی وہ اچھا ہے برا ہے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں لیکن اب آئے تو آپ اس کو سمجھا دیں۔ کہ کالج میں میرے بارے میں یا مجھ سے تعلق ظاہر نہ کرے مجھے یہ سب پسند نہیں۔''

"اچھا ٹھیک ہے میں کہہ دوں گی ویسے لڑکا بہت اچھا اور قابل اعتماد ہے۔" انیقہ بھی اس معاملے میں عاصم کی ہم خیال تھی۔

"نجانے کیا نظر آتا ہے ان دونوں کو اس میں۔" وہ بولی کچھ نہیں اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی اور چونکہ کافی دنوں بعد کالج گئی تھی اس لیے تھکن بھی ہو گئی اور جب وہ لیٹی تو شام کو آنکھ کھلی۔وہ بھی نومی‘ ثمی کے شور پر جو خوشی سے چلا رہے تھے۔"انکل آ گئے۔" وہ نیند میں تھی سمجھ ہی نہ سکی کون آیا ہے اور یہ ہی جاننے کے لیے وہ لاؤنج میں آئی پردہ ہوا سے ہٹا تو احمر کی نظریں اس پر پڑی۔وہ ناگوار سا تاثر دیتی وہاں سے ہٹ گئی۔ موصوف خوامخواہ ہی کمبل ہو گئے اسے شدید تاؤ آ گیا اس پر وہ بھی کچھ کم نہیں تھا۔اس نے بھی کوئی خاص اچھے تاثرات نہیں دیئے تھے بلکہ اس نے سنا وہ کہہ رہا تھا۔

"ارے موڈ وڈ کو چھوڑیے بھابھی! آج کل کی لڑکیاں نجانے خود کو کیا سمجھنے لگی ہیں‘ ناک نہ نقشہ اور سمجھ لیتی ہیں خود کو الزبتھ ٹیلر ہونہہ۔" وہ جان کر بلند آواز میں بول رہا تھا۔

"کیا ہوا بھئی؟ کسی لڑکی نے کچھ کہہ دیا میرے بھائی کو؟"

"ارے بھابھی لڑکیوں کی چھوڑیے وہ تو کچھ نہ کچھ کہتی سنتی رہتی ہیں اور حسب توفیق خاطر خدمت بھی کر جاتی ہیں۔مگر جو ایک لڑکی ہوتی ہے ناں وہ ہی پوری زندگی پر بھاری ہو جاتی ہے۔" وہ خاص طور پر اسے سنا رہا تھا۔

"ہوا کیا ہے بھئی کیوں اتنا تپ رہے ہو۔"

"ہونا کیا تھا بھابھی! محترمہ پہلی بار آئی تھیں کلاس میں ذرا بڑھ کر ویلکم کر دیا تو نجانے خود کو کیا سمجھنے لگیں سر منیر سے بڑا لیکچر دے ڈالا ویسے ایک بات

ہے بھابھی! آپ کی قوم ہے بڑی خوش فہم ذرا کسی لڑکے نے اخلاق کا مظاہرہ کیا وہ بن گئیں ہیروئین۔"

"کیا مطلب؟ نیہا کے علاوہ بھی کوئی لڑکی نئی آئی ہے۔"

"نیہا یہ آپ کی کیا ہیں" وہ سب جانتا تھا لیکن بن رہا تھا۔

"لو تمہیں پتا ہی نہیں نند ہے میری عاصم کی چھوٹی بہن ہے کراچی میں پڑھ رہی تھی۔ابو کا انتقال ہو گیا تو ہم اسے اپنے ساتھ لے آئے۔" بھابھی اس کے بارے میں بتا رہی تھیں۔وہ اٹھ کر آ گئی اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ وہ اسے اس کے بارے میں بتائیں۔

"اوہ اچھا ...... اچھا وہ آپ کی نند ہیں عاصم بھائی کی بہن ہیں‘ سوری بھابھی! میں ان کو خواہ مخواہ ہی بداخلاق‘ بد دماغ کہتا رہا ویسے بھابھی ان کا اخلاق کس پر پڑا ہے۔؟" اس نے پردے کے نیچے اس کے پیر دیکھ کر شرارت سے کہا۔

"مسٹر احمر! غالباً میں آپ کو کالج میں بھی بتا چکی ہوں۔آپ اپنی دوستی بھابی اور بھائی تک ہی رکھیے۔زیادہ فری ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ......" وہ ایک دم ہی سامنے آ کر بولی تو انیقہ تو شرمندہ ہوئی ہی تھی۔احمر بھی کچھ دیر کے لئے چپ سا ہو گیا مگر پھر فوراً ہی سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔

"مس نیہا میری رائے بھی آپ کے بارے میں وہی ہے کہ میں آپ کو خوش فہم لڑکی سمجھتا ہوں نہ ہی میں نے آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے ...... یہ ارم کی نوٹ بک ہے۔اس نے اس لیے بھیجی ہے ...... کہ آپ کے جو لیکچر مس ہو گئے ہیں‘ وہ نوٹ کر لیں۔"

''ارم نے تو ذکر نہیں کیا تھا۔ دینی ہوتی تو اسی وقت دے دیتی ہو سکتا ہے دینا یاد نہ رہا ہو......''

یہی باتیں سوچتے ہوئے اس نے نوٹ بک کھولی تو ...... پہلے ہی صفحے پر بڑا کی ماؤس کانوں میں انگلیاں دیئے زبان باہر نکالے منہ چڑا رہا تھا۔ نیچے لکھا تھا How are you وہ تپ کر رہ گئی۔

''بدتمیز ...... نجانے بھائی' بھابھی کو کون سے سرخاب کے پر نظر آتے ہیں اس میں کہ تعریفوں کے پل باندھتے رہتے ہیں۔ زہر لگتے ہیں ایسے دوہرے روپ والے لوگ مجھے ......'' وہ غصے میں سرخ چہرہ لئے باہر آ گئی ...... جہاں وہ بچوں کے ساتھ کرکٹ کھیل رہا تھا۔

''احمر صاحب! یہ نوٹ بک ارم کی ہو نہ ہو البتہ ...... اس میں تصویر آپ ہی کی ہے۔'' نیہا نے نوٹ بک فضا میں اچھال دی تو اچھل کر کیچ کرنا پڑی۔

''دیکھو بچو تمہارے اتنے خوبرو اسمارٹ انکل کو تمہاری پھپھو نے مکی ماؤس بنا دیا ہے...... ہے ناں زیادتی ......؟'' وہ رونی سی صورت بنائے نیہا اور بچوں کو دیکھ رہا تھا۔

''احمر صاحب یہ جو آپ کی فلمی حرکتیں ہیں ناں مجھے قطعی پسند نہیں ہیں۔ برائے مہربانی مجھ پر اپنا وقت برباد نہ کریں تو زیادہ بہتر ہوگا......'' وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتی ہوئی اندر کی طرف مڑ گئی اور وہ اس کی پشت پر لہراتی چوٹی کو دیکھتا ہوا کچھ تاؤ میں آ گیا مگر اب غصہ فضول تھا۔ وہ جا چکی تھی۔

''یار بچو! یہ تم لوگوں کی پھپھو ہیں کہ گرم مسالا۔ توبہ معدے میں آگ لگ گئی ہو جیسے۔'' وہ بچوں سے مخاطب تھا جن کو اپنی پیاری پھپھو کی برائی ذرا بھی

نہیں بھائی تھی۔

''انکل ہماری پھپھو کو ایسا نہ کہیں بے حد اچھی ہیں ہماری پھپھو۔ آپ ان سے لڑتے کیوں ہیں۔ دوستی کر لیں ناں ......'' بچوں نے اپنی سمجھ کے مطابق بڑا صحیح قسم کا مشورہ دیا تھا۔

''دوستی ...... ہوں آئیڈیا تو اچھا ہے مگر یار بلی کے گلے میں گھنٹی باندھے گا کون ......''

اس نے مسمسی سی شکل بنا کر بڑی مظلومیت سے بچوں کو دیکھا۔

''ہم باندھیں گے ......؟'' دونوں بچے ایک ساتھ بولے کیونکہ وہ چاہتے تھے' اچھے انکل اور پیاری پھپھو کی دوستی ہو جائے۔

''یہ آپ نے ہماری پھپھو کو بلی کیوں کہا......'' دونوں بچوں کو اب خیال آیا تھا۔

''کیا کروں یار کہنا تو بہت کچھ چاہتا ہوں۔ چڑیل' بھتنی' جنگلی بلی وغیرہ......''

''انکل ......!'' دونوں بچے اس پر پل پڑے اور اسے گھاس پر گرا دیا وہ ہنستے ہنستے دوہرا ہو گیا۔

”یار! یہ لڑکیاں نجانے خود کو کیا سمجھتی ہیں ہر میدان میں کود پڑتی ہیں اور
لرکرا کچھ سکتی نہیں۔خواہ مخواہ سیٹ ضائع کرتی ہیں۔میڈیکل تو خیران کو سوٹ
لرتا ہے مگر انجینئرنگ میں تو ان کو آنا ہی نہیں چاہیے کیا تیر مار لیتی ہیں یہ
گ۔خواہ مخواہ ہی لڑکوں کی سیٹ پر قبضہ کرلیتی ہیں۔“

حسن قدرے دقیانوسی قسم کی سوچ کا مالک تھا۔اس کے نزدیک تو لڑکیوں
کو واجبی تعلیم حاصل کرنا چاہیے اور گھر داری کا تمام ہنر آنا چاہیے۔تعلیمی
داروں خاص کر انجینئرنگ یونیورسٹی اور کالج میں لڑکیوں کو دیکھ کر جلتا رہتا کہ
گریاں لے کر گھر داری میں لگ جاتی ہیں اور سیٹ ماری جاتی ہے اور تازہ
رین غصے کی وجہ یہ تھی کہ کالج میں نیو ایڈمیشن ہو رہے تھے۔اس کے کزن کو
یڈمیشن نہیں ملا تھا جبکہ ایک لڑکی کو مل گیا تھا۔اس کے خیال میں انجینئرنگ کا

شعبہ صرف لڑکوں کے لیے تھا' لڑکیوں کے لئے نہیں۔

”تم خواہ مخواہ تپ رہے ہو حسن! تم نے اس لڑکی کے مارکس دیکھے ہیں وہ میرٹ پر آئی ہے جبکہ تمہارے کزن کے نمبر بہت کم ہیں۔ذرا بھی مناسب ہوتے تو کوشش کی جا سکتی تھی......“

حارث نے حسن کی توجہ اس کے کزن کے مارکس پر دلائی تو چپ سا ہو گیا۔

”ویسے یار ایک بات ہے لڑکیاں ہوتی بڑی ذہین ہیں۔اس بار جتنی لڑکیاں بھی آئی ہیں میرٹ سے زیادہ مارکس ہیں......“

”یار یہ عالیہ نجیب کیا چیز ہے کس قدر تیز ذہن ہے اس کا فوراً ٹیچر کی بات پک کرلیتی ہے۔“

”یوں تو ان کے کالج میں لڑکیوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی مگر جتنی بھی تھی۔ان سب میں عالیہ سب سے نمایاں تھی اور لڑکے اس کی سحر انگیز اور پروقار پرسنلٹی سے تو متاثر تھے۔لیکن اس کی ذہانت سے خائف بھی تھے لیکن زوہیب تو بس اس سے متاثر تھا۔

”خیر ...... خیر مجھے تو اتنی ذہین فطین لڑکیاں ہرگز اچھی نہیں لگتیں ......“
حسن نے قطعی طور پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

”مگر مجھے تو بہت اچھی لگتی ہیں عالیہ ......“ زوہیب سامنے سے آتی عالیہ کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا تھا مگر پھر اچانک ہی حارث کی طرف نظر پڑ گئی تو اس نے جملے میں تبدیلی کرلی۔

”عالیہ جیسی ذہین لڑکیاں ......“ حارث کے دل میں چونکہ ایسا کوئی وہم

نہیں تھا اس نے توجہ ہی نہیں دی اس کی بات پر البتہ حسن اسے دیکھ کر رہ گیا۔
عالیہ اور فریا ان کے قریب سے گزر گئیں۔

’’فریا ......! فریا ...... !‘‘ زوہیب اصل میں تو عالیہ کو پکارنا چاہتا تھا مگر دل کے چور کی وجہ سے فریا کو پکارتا اس کی طرف بڑھا وہ دونوں مڑ کر اسے دیکھنے لگیں۔

’’خیریت ......‘‘ اس کے قریب پہنچنے پر فریا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔جس کی نظریں عالیہ پر تھیں۔

’’خیریت کہاں بھئی؟ وہ آج کلاس میں لیٹ آئے تھے ناں تو لیکچر مس ہو گیا تم دونوں کے ہاتھ تو کمپیوٹر ہیں جلدی جلدی نوٹ کرتے ہیں اگر ہوں تو دے دو......‘‘

’’زوہیب لیکچر تو تم لے لو مگر یہ تم لوگوں کی بات میری سمجھ میں نہیں آتی تم لوگ پروفیشنل کالج میں آ گئے ہو مگر لیکچر مس کر کے باہر بیٹھے گپیں ہانکتے رہتے ہو......‘‘

’’فضول تو نہیں بیٹھے تھے یار نہ ہی گپیں ہانک رہے تھے۔تمہیں معلوم تو ہے کہ ایڈمیشن ہو رہے ہیں اور؟‘‘

’’ہاں ہاں ...... ہاں ایڈمیشن ہو رہے ہوں تو آپ لوگوں کی مصروفیت کچھ زیادہ ہی بڑھ جاتی ہے ہاتھوں سے زیادہ آنکھوں کی مصروفیت بڑھ جاتی ہے۔پھر کیسی پڑھائی کہاں کے لیکچر......‘‘فریا شریر لہجے میں اسے چھیڑا تو عالیہ کے سامنے کچھ جھینپ سا گیا۔

’’کیوں ریکارڈ خراب کر رہی ہو لڑکی ہم ایسے بھی نظر باز نہیں۔ہماری

نظریں تو جہاں ٹھہر گئیں سو ٹھہر گئیں۔‘‘

’’عالیہ تم ہی اپنے لیکچر دے دو میری رائٹنگ تو کبھی بھی سمجھ میں نہیں آئے گی ......‘‘ فریا نے اس سے کہا تو اس نے خاموشی سے فائل اس کے حوالے کر دی۔

’’تھینک یو عالیہ ......‘‘ زوہیب نے آہستگی سے فائل اس کے ہاتھ سے لے کر شکریہ ادا کیا تو وہ لوگ آگے بڑھ گئیں۔زوہیب وہیں کھڑا رہا۔

''بڑی امی کب جانا ہے آخر اسلام آباد؟ سچ میں بری طرح بور ہو رہی ہوں......''

کالج سے آکر شہوار نے کتابیں بیڈ پر رکھیں اور عذرا کے قریب لیٹ گئی۔اب تو حارث اور زوہیب کو بھی نجانے کیا ہو گیا تھا پہلے اتنی شرارتیں کیا کرتے تھے تنگ کرتے تھے لیکن اب بالکل خاموش ہو گئے تھے۔اتنے بڑے گھر میں سناٹا ہی دندناتا رہتا تھا تو شہوار اکثر رو پڑتی۔خاص کر زوہیب کے رویے میں جو اک انجان سی سردمہری آ گئی تھی۔اس نے اسے دکھی سا کر دیا تھا۔انداز میں وہ گرم جوشی رہی ہی نہیں تھی۔

''میں تو خود تڑپ رہی ہوں چندا جانے کے لئے تم لوگوں کی چھٹیاں ہوں تو جائیں......''

''میری تو اگلے ہفتے سے چھٹیاں ہو جائیں گی۔بڑی امی آپ تیاری کر لیں......''

''اور لڑکوں کی......''

''لڑکوں کو چھوڑیں امی یہ لوگ تماشے کرتے رہتے ہیں۔نجانے کب فارغ ہوں،ہم چلتے ہیں......''

''یہ کیا چلنے کا پروگرام بن رہا ہے۔ہم لڑکوں کو چھوڑ کر...... ہیں امی جی......؟''

عین اسی وقت شہوار کی بات ختم ہوئی۔زوہیب اور حارث آ گئے۔حارث تو آگے بڑھ گیا مگر زوہیب اس کی دوسری طرف آ کر لیٹ گیا۔

''کہیں بھی جا رہے ہوں تم سے مطلب...... اور خبردار جو میری ماں سے بات کی ہو تو ہم دونوں تم سے خفا ہیں۔'' شہوار نے بڑی امی کا منہ اپنی طرف کر لیا تو زوہیب چلا اٹھا۔

''ارے واہ! کیا کہنے دن دہاڑے ڈاکہ یعنی کہ میری ماں پر قبضہ...... اوہ لڑکی قبضہ گروپ خبردار جو میری ماں کو چھینا ہو تو......'' زوہیب نے اس کے بال زور سے کھینچے اور پھر امی کا چہرہ اپنی طرف کر لیا۔

''ہرگز نہیں یہ میری ماں ہیں......'' شہوار نے بھی اس کے بال زور سے کھینچے۔

''ہرگز نہیں یہ میری ماں ہیں اور تمہاری ساس' ہے ناں امی......''

زوہیب نے شوخی سے کہا تو عذرا بیگم مسکرانے لگیں اور شہوار جھینپ کر پیچھے ہٹ گئی۔دل میں کافی دنوں بعد اک شوخ احساس جاگا تھا۔

"دیکھو تو ماں، کیسے شرما گئی پگلی کہیں......" زوہیب نے خالص فلمی جملہ کچھ یوں ادا کیا کہ عذرا بیگم اک عرصے کے بعد دل کھول کر ہنسیں۔

"ہرگز نہیں شرماؤں گی میں تم جیسے بانگڑو سے ......" شہوار نے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ تکیہ اٹھایا اور زوہیب کو دے مارا۔اسی وقت وحید صاحب اندر آگئے شہوار ایک طرف ہوگئی زوہیب بھی کھڑا ہوگیا۔

"ارے بھئی یہ کیا تم لوگوں نے ادھم مچا کر بھابھی جان کو پریشان کیا ہوا ہے۔"

"ناں وحید میاں ان کو کچھ نہ کہو ایک عرصے کے بعد تو گھر میں زندگی کے آثار پیدا ہوئے ہیں۔کتنی مدت کے بعد تو ان کی شوخ ہنسی کی جھنکار سنائی دی ہے ورنہ تو ان لوگوں نے تو ہنسنا مسکرانا ہی چھوڑ دیا ہے۔"

عذرا بیگم نے شہوار اور زوہیب کو پیار سے ساتھ لگا لیا، وہ شام سب کی بڑی اچھی گزری۔سب اپنی اپنی سنجیدگی کے خول سے باہر آگئے۔

اس وقت سب اپنے کمروں میں چلے گئے۔شہوار آہستگی سے زوہیب کے کمرے میں آگئی۔وہ واش روم میں تھا وہ اس کی اسٹڈی ٹیبل پر آکر بیٹھ گئی۔

"عالیہ نجیب کی رائٹنگ تو بڑی زبردست ہے۔لگتا ہے موتی پروئے ہوں......" شہوار نے پلٹ کر زوہیب کو دیکھا جو اب آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ایک نظر اس پر ڈالی اور چپ رہا۔

"کون ہے یہ ......؟" شہوار کا دوسرا سوال سن کر وہ واپس اس کے پاس آ گیا۔

"ظاہر ہے کلاس فیلو ہے ......؟" اس نے فائل اس کے ہاتھ سے لے

لی۔

"ہوں خود کیسی ہے ......؟" نجانے کیوں شہوار دلچسپی لے رہی تھی۔

زوہیب نے ایک نظر اس پر ڈالی اور دوسری طرف مڑ گیا۔

"بے حد نفیس، چارمنگ، اسمارٹ اور ذہین لڑکی ہے۔سوبر، پروقار اس قدر کہ کسی کو لفٹ نہیں کراتی اور لڑکے اس کے پیچھے آہیں بھرتے رہ جاتے ہیں......" زوہیب کی نظروں میں عالیہ کا خوبصورت سراپا گھوم گیا۔

"تمہارا شمار بھی آہیں بھرنے والے لڑکوں میں ہوتا ہے کیا ......؟" شہوار نے بغور اس کو دیکھا تو وہ نظریں چرا گیا۔

"اب تم جاہلوں کی طرح شک نہ کرنے بیٹھ جانا......" وہ کھڑکی کی طرف مڑ گیا۔وہ اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی اور اپنے ہاتھ سے اس کا جھکا ہوا چہرہ اوپر کیا مگر زوہیب نے نظریں پھر بھی نہیں ملائیں۔

"میں نے یوں ہی سادہ سا مذاق کیا تھا۔میرا تو اس طرف دھیان بھی نہیں گیا۔جس راستے پر تم نے مجھے ڈال دیا ہے ......" شہوار کے لہجے میں نجانے کیا بات تھی کہ زوہیب اسے دیکھنے لگا۔سادہ سے نقوش والی یہ لڑکی اسے کتنی شدت سے چاہتی تھی یہ وہ جانتا تھا اور خود بھی اسے اسی شدت سے چاہتا تھا۔اس وقت اس کے چہرے پر واقعی شکوک کا دھواں سا اٹھنے لگا تھا۔وہ زور سے ہنس پڑا۔

"یار یہ بڑا مسئلہ ہے تم خواتین کے ساتھ ذرا کسی دوسری لڑکی کا نام لے لیا۔ڈوب گئیں شک کے سمندر میں ایسی کوئی بات نہیں۔تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں......"

زوہیب نے اس کا معصوم چہرہ ہاتھوں میں تھام کر کہا تو ڈھیر سارے آنسو شہوار کے رخساروں پر پھیل گئے۔یوں تو دل کافی دنوں سے بھرا ہوا تھا۔آج ضبط کے بند توڑ کر بہہ نکلا یہ سیلاب۔"

"بہت برے ہو تم آئندہ نہ کرنا ایسا مذاق ......"

"او کے نہیں کروں گا ......" زوہیب نے اس کی طرف ٹشو بڑھاتے ہوئے کہا۔چھٹیاں تو سب کی ہو چکی تھیں۔عذرا بیگم تو چاہتی تھیں کہ لڑکے بھی ساتھ چلیں۔حارث تو تیار بھی تھا مگر زوہیب ہرگز تیار نہیں تھا چلنے کو۔اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ عالیہ نے کہا تھا کہ وہ ان چھٹیوں میں ایگزامز کی تیاری کرنے لائبریری آیا کرے گی اور وہ بھی ایسا ہی پروگرام بنا بیٹھا تھا۔

"ساتھ چلو تو سہی بیٹا! پھر جلدی واپس آ جانا۔نیہا بے حد اداس ہے بارہا تمہیں آنے کو کہہ چکی ہے......"

"وہ تو ٹھیک ہے امی! مگر ابھی میں ہرگز نہیں جا سکتا' میں بعد میں آ جاؤں گا۔"

زوہیب نے بڑے قطعی انداز میں انکار کر دیا تو سب سے زیادہ دکھ شہوار کو ہوا...... وہ لان میں ٹہلتے ہوئے زوہیب کے پاس آ گئی۔نجانے کس اعتماد' کس یقین کی راہوں پر چلتی وہ اس تک پہنچ گئی۔

"زوہیب ایسی کیا بات ہے کہ تم نہیں جا رہے...... ہم ساتھ جائیں تو کتنا مزا آئے گا۔وہاں گھومیں گے۔سچ ایک عرصے سے میری خواہش تھی کہ ہم مری' کاغان وغیرہ جائیں اور سب گھر والے جائیں......"

"ہاں سب گھر والے جا تو رہے ہیں......" اس نے ذرا اکتا کر منہ پھیر کر

کہا۔

"ہاں مگر تم تو نہیں جا رہے ناں...... اور میری ہر خوشی تو اب تم سے وابستہ ہے......"

شہوار نے گہرا سا سانس لیا اور اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"کم آن شہوار یہ کیا تم نے افسانوی باتیں شروع کر دیں۔میں نے کہہ جو دیا کہ ضروری کام ہے۔نہیں جا سکتا پھر کیوں ضد کر رہی ہو......" وہ چڑ سا گیا۔

"میرے خاطر بھی نہیں......" شہوار نے اپنے جذبوں کو بھی داؤ پر لگا دیا تو وہ زچ ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"شہوار پلیز...... بچوں کی طرح ضد مت کرو......" شہوار نے تو اپنے جذبوں کی عزت بھی داؤ پر لگا دی تھی مگر زوہیب نے اسے بھی روند ڈالا تھا۔اس کے بعد شہوار بھرم کا خالی کشکول لئے جب اندر آ رہی تھی تو اسے اپنا آپ خالی محسوس ہو رہا تھا۔اس نے آئندہ زوہیب کو کچھ نہ کہنے کا عزم کر لیا تھا۔

"یار حارث لائبریری چل رہے ہو۔نوٹس بنالیں پھر ایگزامز میں پرابلم ہو جائے گی......" زوہیب تیار ہو کر آئینے کے سامنے کھڑا اطراف سے خود کو دیکھ رہا تھا اور حارث بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ تم اپنا کچھ زیادہ ہی خیال نہیں رکھنے لگے ہو......" حارث کا لہجہ صاف اور قدرے شوخ تھا...... اسے تو کسی قسم کا شبہ بھی نہیں تھا مگر زوہیب چڑ گیا۔

"یار کیا ہو گیا سب کو سب مجھے ایسے دیکھتے ہیں۔جیسے میرے سینگ نکل آئے ہوں۔"

وہ اپنے دل کے چور کے تحت ہر کسی کی بات پر چڑ جاتا۔حارث اس کی بات پر ہنس پڑا۔

"کسی کو کچھ نہیں ہوا۔البتہ تمہیں ضرور ہوا ہے...... ٹھہرو میں تیار ہو کر آتا ہوں......" حارث اس کے گال تھپتھپاتا ہوا باہر نکل گیا۔

وہ تیار ہونے چلا گیا تو زوہیب کو یہ بھی ناگوار گزرا۔اس نے تو رسماً کہا تھا وہ دونوں کالج آئے تو سامنے ہی فریا اور عالیہ نظر آ گئیں۔

"ارے آپ لوگ کیسے نظر آ رہے ہیں چھٹیوں میں......" فریا نے ان کو قریب آتے دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں تمہارا کیا خیال ہے کہ تم دونوں کو ٹاپ کرنے کے لئے ہم میدان میں چھوڑ دیں۔تاکہ تم لوگ بلا مقابلہ ٹاپ کر جاؤ...... ایسی کسی خوش فہمی میں نہ رہنا...... اب ہم بھی سنجیدگی سے پڑھیں گے۔نوٹس بنائیں گے تم لوگوں کے ساتھ لائبریری میں بیٹھ کر......"

زوہیب عالیہ کے ساتھ گھاس پر بیٹھ گیا۔دوسری طرف حارث بیٹھ گیا۔

"ویری گڈ! لیکن آپ کے لیے خوشخبری ہے کہ ہم آپ لوگوں کو ٹاپ کرنے کے لئے خالی میدان دے رہے ہیں۔قسمت آزمائیے کوشش کیجئے۔"

"کیا مطلب......؟" فریا کی بات زوہیب کے پلے نہیں پڑی۔

"بھئی مطلب یہ کہ ہمارا پروگرام تو تھا کہ چھٹیوں کی فراغت کا بھرپور فائدہ اٹھائیں گے مگر اب عالیہ صاحبہ کو ان کی آنٹی نے بڑے اصرار سے اسلام آباد بلوایا ہے۔لہٰذا یہ محترمہ تو اسلام آباد جا رہی ہیں۔اب میں اکیلی کیا خاک پڑھوں گی۔ہاں البتہ اگر تم لوگ آؤ تو میں بھی آ جایا کروں گی کہو زوہیب! کیا ارادہ ہے پھر......؟"

فریا زوہیب کو دیکھ رہی تھی جو اس نئی اطلاع پر گم صم سا ہو گیا تھا۔حارث اور عالیہ بھی کوئی بات کر رہے تھے۔فریا نے پھر اس سے پوچھا تو وہ چونک گیا۔

"ہوں یاں...... دیکھو لیکن عالیہ آپ نے تو......" وہ عالیہ کو دیکھ رہا تھا۔

"جی پروگرام تو میرا بھی خراب ہو گیا ہے...... دراصل آنٹی بیمار بھی رہتی

ہیں۔انہوں نے بڑے اصرار سے بلوایا ہے تو کینیڈا سے امی کا بھی فون آ گیا کہ چلی جاؤں اس لئے جا رہی ہوں......"

"ہوں اچھا ...... ویسے ہمارے گھر والے بھی اسلام آباد ہی جا رہے ہیں۔آپ اپنا ایڈریس دے دیں تاکہ وہاں بھی ملاقات رہے ......" زوہیب بڑے اشتیاق سے پوچھ رہا تھا۔حارث چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"لیکن تم تو نہیں جا رہے کہ ایڈریس لے رہے ہو......؟" حارث کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"ہاں یہ بات تو ہے مگر کیا خبر پروگرام بن ہی جائے۔اب سب لوگ کہہ رہے ہیں تو ......"

زوہیب حارث سے نظریں چرا گیا تو اک انجانا سا دکھ کا احساس حارث کے دل میں اتر آیا۔عالیہ اسے اسلام آباد میں اپنی آنٹی کے گھر کا ایڈریس دے رہی تھی۔حارث وہاں سے اٹھ کر دور جا کھڑا ہوا اور زوہیب نے گھر آ کر جب ان کے ساتھ جانے کا اعلان کیا تو سب کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے سوائے حارث کے' اسے نجانے کیوں زوہیب برا لگ رہا تھا اور شہوار کا خیال تھا کہ زوہیب نے محض اس کی خاطر اپنا ارادہ بدلا ہے۔

"تھینک یو زوہیب ......!" اس نے آہستگی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو زوہیب کے ہونٹوں پر نادم سی مسکراہٹ آ گئی۔

"تمہارے ساتھ پرابلم کیا ہے۔سارا کھانا کھا گئے ہو۔" تنویر نے احمر کو گھورا۔

"یار میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں اور نہ کرو۔" اس نے دوسرا سنڈوچ بھی اٹھایا تو تنویر نے اس کے ہاتھ پر زور سے دھپ مارا۔

"گھامڑ کہیں کے پریشانی میں دوسروں کے پیٹ پر لات مارے جا رہے ہو' مسئلہ کیا ہے۔"

"یار وہ اے بیچ میں چلی گئی ہے۔"

"تو ظاہر ہے جانا ہی تھا یہ تو ہونا ہی تھا۔"

"لیکن میں یہ ہرگز نہیں ہونے دوں گا میں اوپر تک جاؤں گا۔"

"اوپر تک جاؤ گے واقعی' تو سن لو جو گیا پھر نہ لوٹا میری بات مان جاؤ۔"

''اب میں اتنی اوپر تک جانے کی بات نہیں کر رہا اور اگر نیچے والوں نے بات نہ سنی تو اوپر والے کے در پر دامن پھیلا دوں گا۔لیکن اسے بیچ میں ضرور جاؤں گا خواہ اس کے لیے مجھے کسی کو یہاں نہ لانا پڑے۔''

''یار وہ تو تمہیں گھاس نہیں ڈالتی اور تم۔''

''اس لئے کہ گھاس وہ تم لوگوں کے لئے سنبھال کر رکھتی ہے۔''

''بکواس بند کرو۔''

دونوں چونک کر آواز کی لہروں کی سمت مڑے۔

''لگتا ہے راشد دادا کو پھر غصہ آیا ہوا ہے۔یار کیا چیز ہے یہ اور کیا سمجھتا تھا خود کو ہر وقت غصے میں تنا رہتا ہے......''

راشد ان کا کلاس فیلو تھا اور کسی بڑے آدمی کا بیٹا تھا اور اس زعم میں وہ کسی دوسرے کو کچھ سمجھتا ہی نہیں تھا۔

''یار لینڈ کروزر میں گھومتا ہے ملازم ساتھ ہوتے ہیں۔ہرے نیلے نوٹوں سے جیب بھری رہتی ہے تو پھر ...... خیر آؤ ذرا حال احوال پوچھیں ورنہ تو یہ آج چھوٹے کا بنا دے گا قیمہ ......'' احمر اٹھ کھڑا ہوا تو تنویر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''احمر اس بندے کو اچھی طرح جانتے ہو ناں۔اس کے منہ لگنے کی ضرورت نہیں۔ہوگا چھوٹے کا بھی قصور ......'' تنویر کترا رہا تھا راشد کے منہ لگنے سے۔

''غریب ہمیشہ بے قصور ہی پٹتا ہے۔کوئی قصور ہو یا نہیں چھوٹے یار آؤ۔تحمل سے بات کرنے میں کیا ہرج ہے اچھا چلو تم جاؤ میں آتا

ہوں۔''

احمر اپنا ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھا تو تنویر بھی کھڑا ہو گیا۔

''اب میں اتنا بھی بے غیرت نہیں کہ تمہیں اکیلا چھوڑ دوں چلو۔''

''ذلیل کمینے! تم نے یہ حرکت کی کیسے کہ میرا آرڈر رد کر کے دوسرے کو پہلے لا دیا اور ......''

''ان کی تو خالی چائے تھی جی اور آپ کا آرڈر بڑا تھا اور تیار ہو رہا ہے جی اس لئے۔''

بکواس بند کر راشد نے اسے تھپڑ رسید کر دیا۔

''مظلوم اور بے بس پر طاقت کا مظاہرہ بہادری کے زمرے میں نہیں آتا اور یہ تو بچہ ہے ......'' احمر نے چھوٹے پر اٹھا ہوا راشد کا ہاتھ پکڑا تو وہ اسے گھورنے لگا۔

''تم سے مطلب ......؟'' راشد اسے گھورنے لگا۔

''مظلوم کی حمایت کا مطلب صرف انسانی ہمدردی ہوتا ہے ویسے اس کا قصور کیا ہے ......؟'' احمر نے بارہ تیرہ سالہ چھوٹے رفیق کو اپنی طرف کر کے پوچھا۔

''جب میں نے جلدی لانے کو کہا تھا تو اس نے پہلے اس کو چائے لا کر دے دی وہ بھی چوکیدار کو ......''

اپنی حیثیت کا غرور اور دوسرے کی کمتری کا احساس چہرے پر رعونت کی سختی بن کر اتر آیا۔

''دیکھو راشد کوئی انسان دولت کے زیادہ یا کم ہونے سے چھوٹا یا بڑا

نہیں ہو جاتا۔یوں بھی درس گاہ‘عبادت گاہ‘ قبرستان ایسی جگہیں ہیں جہاں
ڑے چھوٹے کی تخصیص نہیں ہوتی اور پھر بھی جب چھوٹا کہہ رہا ہے کہ تمہارا
آرڈر بڑا ہے۔اس کے تیار ہونے میں وقت لگے گا تو ایک غریب بندہ اتنی دیر
یں چائے کا ایک کپ بھی نہیں پی سکتا؟ طاقت کا بے جا استعمال بری بات
ہے۔یار! کول ڈاؤن ......‘‘ احمر نے آہستگی سے اس کا ہاتھ نیچے کیا اور شانہ
تھپتھپا کر اسے ٹھنڈا کیا تو وہ چڑ گیا۔

’’تم اگر غریبوں کے حقوق کے اتنے بڑے علم بردار ہو تو ان سے کہو تمیز
یکھیں یا تم سکھاؤ ان کو تمیز ......‘‘

’’جس دن یہ واقعی تم سے بدتمیزی کرے گا ناں تو میں اسے اٹھا کر باہر
چینک دوں گا کیوں چھوٹے ......‘‘ احمر نے مسکرا کر چھوٹے کے شانے پر ہاتھ
را جس کی نظروں میں احمر کی آج بہت عزت بڑھ گئی تھی۔

’’آپ جان سے مار دینا احمر بھائی ......‘‘ چھوٹے نے جاں نثارانہ انداز
یں احمر کو دیکھا۔

’’چلو پھر راشد بھائی کے لئے اور ہمارے لئے دوستانہ سی اچھی سی چائے
ؤ اور ساتھ پیٹیز بھی۔چلو شاباش ...... چلو آؤ یار راشد کول ڈاؤن یار بیٹھو......‘‘

’’آپ بیٹھو راشد بھائی میں ابھی ......‘‘

’’او شٹ اپ آ گیا کہیں سے راشد بھائی کہنے والا۔اوقات میں رہو
ں۔‘‘ راشد نے حقارت سے چھوٹے کو گھورا پھر ایک تیز نگاہ احمر اور تنویر پر
ال کر میز کو ٹھوکر مار کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔

’’احمر بھیا آپ آ گئے شکر ہے خدا کا ورنہ تو آج یہ مجھے مار دیتا ......‘‘

چھوٹے پر ابھی بھی خوف کے اثرات باقی تھے۔

’’ارے چھوٹے ہم نہ بھی ہوتے تو کیا ہوتا خدا تو ہوتا ہے ناں انسان کا
محافظ۔چلو اب چائے لاؤ اور اچھا ایسا کرو چائے وہاں لے آنا ......‘‘

بات کرتے کرتے احمر کی نگاہیں دروازے کی جانب اٹھیں جہاں سے
نیہا‘ ارم اور نائلہ آ رہی تھیں۔شوخ سی چمک سے اس کی آنکھیں روشن ہو
گئیں۔

’’ہیلو گرلز کیسی ہو ارم ......؟‘‘ احمر نے ایک گہری نگاہ نیہا پر ڈالی۔میز
پر فائل رکھی اور ارم کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔

’’اوہ شکر ہے احمر تم مل گئے ......‘‘ نائلہ اسے دیکھ کر خوش ہو گئی۔

’’ہائیں تو کیا میں گم ہو گیا تھا ...... اور کس قدر بدتمیز ہو تم لوگ کہ گمشدگی کا
اشتہار بھی نہیں دیا اور وہاں میں خود کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پریشان ہو گیا تھا۔اب تم
نے بتایا کہ میں مل گیا ہوں شکر ہے خدا کا۔‘‘

اس کی آنکھوں میں شوخیاں رقصاں تھیں۔

’’تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے‘ وہ میری بک دو۔نیہا کو
چاہیے......‘‘ اس نے شوخی سے نیہا کو دیکھا جو اس کو بری طرح نظر انداز
کئے کتاب کھولے بیٹھی تھی۔

’’کبھی تو سیریس ہو جایا کرو احمر......‘‘

’’سیریس ...... ارے میں تو شروع سے دیکھتے ہی سیریس ہو گیا تھا
مگر......‘‘

احمر نے ذرا سا جھک کر نیہا کو دیکھا تو اسی وقت اس نے بھی

یکھا۔اس کی شفاف آنکھوں میں شوخیاں رقصاں تھیں۔اس نے کچھ کہے بغیر
کتاب بند کر کے بیگ میں رکھ لی اور چائے پینے لگی۔بے اعتنائی کا تیر سیدھا
دل پر لگا مگر وہ ہنس کر سیدھا ہو گیا اور ارم سے بات کرنے لگا۔

"آں ...... آں یہ کیا کر رہی ہو نائلہ ...... ؟" احمر نے نائلہ کو بیگ سے
پیسے نکالتے دیکھ کر کہا۔

"یہ جو کچھ ٹھونسا ہے مفت نہیں تھا ...... نہ ہی کیفے والوں سے رشتے داری
وئی ہے کہ مفت میں ......"

"رکو ...... رکو ...... آج کیا دن ہے بھلا ......؟" احمر نے ہاتھ اٹھا کر اسے
یکھا پھر کن اکھیوں سے نیہا کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جمعرات ہے ......" ارم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"لو تو تمہیں پتا نہیں کہ جمعرات خیرات کا دن ہوتا ہے۔لہٰذا آج کی
چائے جناب احمر کی جانب سے ......" احمر نے شوخی سے نیہا کو دیکھا جو اس
کی اس بات پر اندر ہی اندر کھول اٹھی تھی۔

"کیپ دا چینج Keep the change ...... نیہا نے بیگ سے
دس روپے نکالے اور اپنی چائے کے پیسے اس کی طرف اچھال دیئے۔اس کا
انداز اس قدر حقارت آمیز' لہجہ اتنا سخت تھا کہ کچھ دیر کے لئے خوشگوار ماحول پر
سناٹا سا چھا گیا۔احمر کے چہرے پر سختی سی آ گئی۔

"مس نیہا احمد آپ کو شاید معلوم نہیں کہ آپ جنگل میں نہیں ہیں۔اب
آپ انسانوں میں آ گئی ہیں لہٰذا انسانوں کے انداز اختیار کیجئے ......"

احمر نے اس کا نوٹ پھاڑ کر اسی پر اچھالا اور تیزی سے کیفے ٹیریا سے باہر

نکل گیا اور کچھ دیر کے لئے وہ سن سی ہو گئی اور نائلہ ارم کے سامنے شرمندہ
بھی۔

"نیہا مائنڈ نہ کرنا مگر احمر کے ساتھ تمہارا یہ رویہ مناسب نہیں ...... وہ
دل کا صاف اور اچھا لڑکا ہے۔وہ یہ سب مذاق میں کرتا ہے ورنہ کسی کی دل
آزاری اس کا مقصد نہیں ہوتا ......"

ارم احمر کی عدم موجودگی میں اس کا دفاع کر رہی تھی تو وہ چپ چاپ اسے
دیکھ کر رہ گئی ...... مگر نجانے کیا بات تھی کہ احمر کو دیکھتے ہی اسے غصہ آ جاتا تھا۔

سوچ یار تنویر کوئی ترکیب سوچ ...... کس بندے کو یہاں وہاں کیا جائے......''

احمر مستقل ٹہل ٹہل کر سوچ رہا تھا اور جب سوچ کی دعوت اس نے تنویر کو دی تو اس نے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔

''گھاس وہ تجھے ڈالتی نہیں اور موصوف مرے جا رہے ہیں ان کے بیچ میں جانے کے لئے ......''

''اس لئے کہ اسے معلوم ہے میں گھاس نہیں کھاتا ...... مجھے ہر حال میں اس کے بیچ میں جانا ہے ...... چلو آؤ ...... سر منیر سے بات کرتے ہیں وہ تو انچارج بھی ہیں ......''

احمر نے کتاب تنویر سے لے کر الگ رکھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا۔

''کیا کر رہے ہو یار پڑھنے دو Substage آ رہی ہے مجھے بہت پڑھنا ہے۔ مارکس کم آنے لگے ہیں ......''

''او چھوڑ یار پاس تو ...... تو نے ہر حال میں ہونا ہے ...... میری نقل کر کے ...... چلو آؤ میرے ساتھ ......'' اور پھر تنویر کو گھسیٹتا ہوا منیر صاحب کے پاس لے آیا وہ کھانا کھانے ہی لگے تھے۔

''آؤ بھئی بچو کیسے آنا ہوا ...... ؟'' منیر صاحب نے پلیٹ اپنے سامنے کھسکائی۔

''سر آپ بھی ہوسٹل کا کھانا کھاتے ہیں ......''

تنویر اور احمر نے ندیدوں کی طرح ان کے کھانے کو دیکھا۔

''ظاہر ہے یہاں رہتا ہوں تو کھانا بھی یہاں کھاؤں گا کہو ......''

''یہی تو کہہ رہے ہیں سر کہ کاش آپ کا کوئی گھر ہوتا ...... گھر والی ہوتی ...... کھانا خود بنا کر کھلاتی ...... سب سے بڑھ کر فائدہ تو ہمارا ہوتا سر کہ اگر آپ ہماری بات نہ مانتے تو ہم آپ کی شکایت کر کے آپ کو ٹھیک کرواتے ...... مگر سر اب تو آپ کچھ بھی کر لیں ہم آپ کی کسی سے شکایت بھی نہیں کر سکتے ......''

احمر نے باقاعدہ رونی صورت بنائی تو سر گھورنے لگے۔

''احمر میاں میں کھانا کھانے لگا ہوں۔ ایسی شکل بناؤ گے تو اندر کا بھی باہر آ جائے گا ...... کہو ...... کس لیے آئے ہو ......'' سر نے کہا تو وہ سیدھا ہو گیا۔

''کام تو خاص نہیں سر وہ ذرا ایک بندہ یہاں سے وہاں کرنا ہے ......''

''کیا مطلب ہے مجھے کرائے کا غنڈا سمجھا ہوا ہے۔ بندہ یہاں سے وہاں کرنا ہے ......''

منیر صاحب اس کی بات سمجھ نہ سکے تو ...... ڈپٹ کر بولے تو وہ گڑبڑا گیا۔
یر کا مشورہ تھا کہ بھاگ چلو مگر وہ جما رہا۔

"نہیں ...... سر کرائے کا تو نہیں ...... وہ دراصل ......"

تب اس نے بھاگتی ہوئی مردانہ ہمت کو پکڑا اور ساری بات کہہ دی۔

"دو سال گزر جانے کے بعد تمہیں بیج بدلنے کا خیال کیسے آیا......"

سر نے نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے مشکوک سی نگاہ اس پر ڈالی تو وہ لاجواب
ا ہو کر سر کھجانے لگا۔

"سر وہ کشش ...... ہی اب آئی ہے میرا مطلب ہے سر کہ بس آپ کچھ کر
یں۔سمجھ لیں کہ کسی نے میری قابلیت اور میرے اختیارات کو چیلنج کیا ہے ......"

"احمق نہ بنو احمر تم مستقبل کے ڈاکٹر ہو ...... فلمی ہیرو نہیں کہ اس قسم کی
تیں کر رہے ہو۔جاؤ جا کر ٹیسٹ کی تیاری کرو۔پچھلی دفعہ تمہارے نمبر کم آئے
تھے ......"

سر منیر نے بری طرح جھاڑ دیا۔

"سر نمبروں کی بات نہ کریں میں آپ کو دس نمبری بن ...... اوہو میرا
طلب ہے کہ خدا کے فضل سے میں بہت محنت کروں گا اور اچھے مارکس لاؤں
گا بس آپ میرا یہ کام کر دیں ......"

احمر جیسے شریر اور کھلنڈرے لڑکے کے اس مطالبے میں شوخی کے ساتھ
سنجیدگی بھی تھی۔انہوں نے بغور اسے دیکھا اور کچھ دیر دیکھتے رہے۔

"یہ معاملہ کیا ہے؟ کہیں سیاست میں تو نہیں پڑ گئے۔اگر ایسا ہے تو ......"

"نو ...... نو ...... سر! سیاست کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔سیاست اور میں دو

مختلف چیزیں ہیں ...... میری تو زندگی کا نصب العین ہی محبت ہے۔میرا پیغام
بھی محبت ہے اور اس بیج میں جانے کا سبب بھی محبت ہے ...... میرا مطلب ہے
سر کہ......"

وہ روانی میں زبان سے پھسل جانے والے جملے سے شرمندہ سا ہو کر کان
کھجانے لگا تو سر منیر کچھ نہ سمجھتے ہوئے سمجھ گئے۔

"دیکھو احمر یہ انتہائی بچکانہ اور احمقانہ سی ضد ہے تمہاری اور یوں بھی اصول
کے خلاف بات ہے......"

"سر آپ تو انچارج ہیں ان تمام ......"

"ہاں تو تب ہی کہہ رہا ہوں کہ یہ اصول کی بات ہے۔"

"سر پلیز ......" احمر نے رونی صورت بنائی۔

"اچھا بابا جاؤ میری طرف سے صرف اس صورت میں اجازت ہے کہ اگر کوئی
اے بیج کا بندہ والینٹری ......تمہاری بات مان جائے۔دوسری صورت میں یہ اصول
کے منافی بات ہے ...... بھائی چارے میں کوئی مان جائے تو الگ بات ہے۔"

"او کے ...... سر تھینک یو سر ......تھینک یو آپ جینیس ......سر آپ کے
بچے جینیس سر بچے ......اور سر! ہم بھی تو آپ کے بچے ہیں ناں ...... جیتے
رہیں پھولیں پھلیں ......"

وہ خوشی میں اوٹ پٹانگ باتیں کرتا چلا گیا تو سر منیر کتنی ہی دیر محظوظ ہوتے
رہے۔ان کو واقعی اپنے اسٹوڈنٹ اپنی اولاد کی طرح پیارے تھے۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

نیہا نے گھر میں قدم رکھا تو ڈرائنگ روم سے باتوں کی آواز پر وہ دبے پاؤں اپنے کمرے میں آ گئی۔ اسے بہت تھکن ہو رہی تھی اور اسے معلوم تھا کہ بھابھی کی سہیلیاں آئی ہوں گی اور وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ بعض تو آتی ہی اس کے لئے تھیں۔ کسی کا بھائی ڈاکٹر ہے ...... کسی کا بھائی ایم اے ہے تو کسی کا دیور امریکہ میں پڑھ رہا ہے اور اس کی آئیڈیل لڑکی کے سانچے میں نیہا ڈھل جاتی ہے اس لئے۔

"ہونہہ خود غرض لوگ ...... اپنی پسند کے غلام ہوتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ جس کو ہم پسند کر رہے ہیں اس کی بھی کوئی پسند' کوئی آئیڈیل ہو سکتا ہے ...... بھابھی بھی کہہ کیوں نہیں دیتیں ...... کہ......"

اس کے ساتھ ہی وہ ماضی کی اندھیری وادی کی طرف نکل گئی۔ ایک خوبرو شخص قیصر جو چند لمحوں کے لئے اس کے سر کے تاج کی حیثیت سے اس کی زندگی میں آیا اور ...... اس کی شفاف بے داغ پیشانی پر طلاق کا بدنما دھبا لگا کر نجانے کہاں گم ہو گیا تھا۔ وہ تو اس دھند میں نجانے کب تک بھٹکتی کہ نومی پومی نے دھڑ سے دروازہ کھول دیا۔

"ارے پھپھو وہاں مہمان آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ یہاں چھپ کر بیٹھ گئی ہیں اٹھئے ناں ...... آئیں وہ اتنا بلا رہے ہیں چلئے ......"

دونوں بچوں نے ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھایا تو وہ چڑ گئی۔

"کیا مشکل ہے نومی؟ بھابھی سے کہہ دو کہ مجھے کسی مہمان سے نہیں ملنا ...... آ جاتا ہے اٹھ کر روزانہ کوئی نہ کوئی۔"

"ارے پھپھو بری بات ہے مہمانوں کو یوں نہیں کہتے اٹھیے شاباش۔"

"نومی! پومی! میں بہت تھکی ہوئی ہوں ...... بالکل کسی مہمان سے ملنے کا جی نہیں چاہ رہا۔" اس نے ذرا غصے سے کہا اور پھر لیٹ گئی۔

"اچھا بھئی اگر مہمانوں سے نہیں ملنا تو مہمان واپس چلے جاتے ہیں۔"

اس آواز پر نیہا نے چونک کر دیکھا تو سامنے امی' زوہیب' شہوار اور حارث کھڑے تھے۔

"امی جان! ......" وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھی۔ جدائی کی اتنی گھڑیوں کو اس نے نمکین پانی کے سمندر میں بہا دیا۔

"امی میں کس قدر اداس تھی اور یہ آپ لوگوں نے بتایا کیوں نہیں آنے کا......" وہ شہوار سے مل کر شکوہ کر رہی تھی۔

"جو مزا سرپرائز دینے میں ہے' وہ اطلاع میں کہاں کیسی ہو تم نیہا......؟"

زوہیب نے بڑوں کی طرح اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار کیا۔

"ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں ......" حارث نے اس کے سر پر چپت لگا کر متوجہ کیا تو وہ اس کی طرف گھوم گئی۔

"آپ راہوں میں کیوں؟ آپ تو سر آنکھوں پر ......" اس نے گرم جوشی سے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

ان لوگوں کے آجانے سے دن بہت رنگین ہو گئے تھے۔ نیہا کو یوں کالج آتے جاتے اور زندگی کی طرف لوٹتے دیکھ کر عذرا بیگم بے حد خوش تھیں۔

"خدایا میں گناہ گار تیری ذات پاک کا شکر ادا نہیں کرسکتی کہ میری بیٹی پھر لوٹا دی تو نے ...... ماشاء اللہ اب تو صحت بھی اچھی ہے نیہا کی۔"

عذرا بیگم نے لان میں زوہیب کی کسی بات پر بے ساختہ ہنسی ہوئی نیہا کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔

"امی جان ماشاء اللہ نیہا ...... تو بالکل پہلے جیسی ہوگئی ہے ...... بس ذرا کبھی گزارے لمحے کی یاد کانٹا بن کر چبھ جاتی ہے تو بے قرار ہو جاتی ہے ...... لیکن انشاء اللہ کچھ دنوں میں بالکل بھول جائے گی ...... ویسے امی جان اس کے تو کئی رشتے بھی آچکے ہیں مگر میں نے منع کر دیا ہے ...... کہ آپ سے مشورہ کئے

بغیر میں کوئی جواب نہیں دے سکتی ......"

انیقہ نے لگے ہاتھوں نیہا کے آنے والے پرپوزلز کے بارے میں بتا دیا۔

"ٹھیک ہے بیٹی رشتہ تو کرنا ہی ہے اس کا مگر میں کچھ اور سوچ رہی ہوں اپنا حارث ہے ناں ......"

"امی جان حارث کا تو اس کی کزن کے ساتھ طے ہے ......"

"ہے نہیں تھا ...... حارث تو خیر شروع ہی سے اتنا تیار نہیں تھا۔ وہ تو ان دونوں بہنوں کی خواہش تھی۔ اس لئے بات کر لی مگر سچ بات یہ تھی کہ لڑکی، لڑکا قطعی تیار نہیں تھے بلکہ لڑکی اپنے کسی اور کزن کو پسند کرتی تھی۔ کھل کر سامنے آئی تو دونوں بہنوں نے اچھے طریقے سے ایک دوسرے سے معذرت کر لی۔ اب تو میرے خیال میں صبا کی شادی بھی ہوگئی ہوگی ......"

"اچھا یہ تو بڑی عجیب بات بتائی آپ نے امی جان ......" انیقہ کو اس خبر سے جہاں حیرت ہوئی تھی وہاں اطمینان بھی کہ نیہا کا مسئلہ بھی حل ہوتا نظر آ رہا تھا۔

"ہاں میں نے ...... تو تب ہی ارادہ کر لیا تھا کہ اب اپنی بچی کو گھر ہی میں رکھوں گی ...... خدا نے چاہا تو حارث اور نیہا کی شادی ہوگی ...... ہو سکتا ہے کہ اسی لئے سب ہوا ہو اب تو ہرگز اپنی بیٹی کا رشتہ باہر نہیں کروں گی۔ کیا پا لیا ہے میں نے پہلے باہر کر کے ...... دھبہ لگوا لیا اپنی معصوم بیٹی کی پیشانی پر ......"

عذرا بیگم تو اب بڑی خوش اور مطمئن تھیں جب سے حارث کی بات وہاں سے ختم ہوئی تھی۔

"امی جان! چچی جان اور چچا جان نے اس سلسلے میں کوئی بات کی ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں جیسے ہی وہاں بات ختم ہوئی۔وحید نے کہہ دیا کہ اب نیہا ہی ان کی بہو بنے گی۔وحید تو خیر پہلے ہی یہ چاہتے تھے مگر بیگم کا جھکاؤ اپنی بہن کی طرف تھا تو وہ بھی چپ ہو گئے اور ہماری بدنصیبی کہ نیہا کا ادھر ہو گیا۔"

"چلیں امی چھوڑیں گزری باتیں ...... اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔آئندہ زندگی نجانے کیسے گزرتی۔اب حارث ہے ...... اتنا اچھا لڑکا ہے اور پھر گھر کی بات گھر ہی میں رہ جائے گی۔آپ نے عاصم سے بات کر لی۔"

"ہاں ...... ہاں آتے ہی کر لی تھی وہ بھی بے حد خوش ہوا ہے۔"

"لیکن میں نیہا کا سوچ رہی ہوں وہ مان جائے گی۔"

انیقہ کو نجانے کیوں یقین تھا کہ نیہا حارث کے لیے قطعی تیار نہیں ہو گی۔

"کیوں نہیں مانے گی ...... ارے بھئی' فرسٹ کزن ہے ...... ساتھ پلے بڑھے ہیں ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ایک دوسرے کے دکھ کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس واقعہ کے بعد تو حارث ہی اس کا دوست' ہمراز ساتھی ثابت ہو سکتا ہے پھر کیسے نہیں مانے گی ......"

"اچھا امی جان مگر میرے خیال میں ابھی نیہا کو ڈسٹرب نہ کیا جائے۔اسے دل لگا کر پڑھ لینے دیں پھر دیکھی جائے گی ...... گھر کی تو بات ہے۔"

"ہاں ہم سب نے یہ ہی فیصلہ کیا ہے اب اللہ تعالیٰ امن سکون کے ساتھ

میری بچی کو منزل نصیب فرمائے۔"

"آمین ......" انیقہ نے صدق دل سے آمین کہا۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

"اوہو بھئی یہ تو اچھی نہیں۔اسی لئے میں کہوں کہ حارث صاحب ہیرو کیوں بنے ہوئے ہیں ویسے رسم کے وقت تو صبا بڑی خوش تھی ......" نیہا کو اس خبر سے واقعی دکھ ہوا تھا۔

"کہاں خوش تھی بناوٹی مسکراہٹ تھی۔بس موقع پر بھرم رکھ لیا تھا اور جب عباد آیا آسٹریلیا سے تو یہ بھرم بھی ختم ہو گیا اور اس نے صاف انکار کر دیا کہ وہ حارث سے نہیں عباد سے شادی کرے گی اور جب حارث بھائی کو پتا چلا تو انہوں نے خود ہی انکار کر دیا۔"

شہوار نے ساری تفصیل بتائی تو نیہا اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک طرف چپ چاپ بیٹھے حارث کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بغور اسے دیکھنے لگی۔

"کیا دیکھ رہی ہو ......" حارث مسکرا پڑا۔

"تم نے واقعی دل سے انکار کیا تھا۔" وہ اس کا چہرہ پڑھ رہی تھی۔

"ہاں بھئی جس دل کی گلیوں میں اس کا گزر ہی نہیں تھا تو پھر اس بادصبا کے لئے دروازہ بند کرنا کوئی مشکل کام بھی نہیں تھا۔یوں بھی وہ دونوں آپس میں انوالو تھے تو میں دیوار کیوں بنتا۔شادی سمجھوتے کے بجائے خوشی سے ہو تو

زیادہ اچھی گزرتی ہے اور یہاں تو نہ وہ خوش تھی اور نہ میں یہ تو اچھا ہوا کہ پہلے ہی بات ختم ہوگئی ورنہ بعد میں پچھتاوے رہ جاتے ہیں۔'' حارث کے لہجے کی سچائی اور یقین نیہا کو مطمئن کر رہا تھا۔

''واقعی'' اس نے شوخ سی بے یقینی سے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔

''تم تو اچھی طرح جانتی ہو نیہا کہ میں دل پھینک قسم کا آدمی تو ہوں نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم بھائی بہن کی قسمت میں کچھ وفا ہی کم ہے۔''

حارث نے ہلکے سے طنزیہ لہجے میں کہہ کر زوہیب کی طرف دیکھا جو جب سے آیا تھا کئی بار بے چینی سے عالیہ کو فون کر چکا تھا اور وہ گھر پر ملی نہیں تھی۔ اس وقت بھی وہ فون کر رہا تھا۔

''ہیلو جی ...... مس عالیہ سے بات ہو جائے گی۔''

لائن ملنے پر زوہیب نے بے چینی سے کہا تو دونوں لڑکیاں بری طرح چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

''کون ہے عالیہ ......؟'' نیہا نے آہستگی سے شہوار سے پوچھا وہ اشارے سے خاموش رہنے اور انتظار کرنے کا کہہ کر زوہیب کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''جی میں ان کا کلاس فیلو ہوں اور آج کل اسلام آباد آیا ہوا ہوں۔ جی بہتر میں ہولڈ کرتا ہوں۔''

وہ اس وقت اتنا گم تھا کہ اسے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ وہ تینوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔

''اوہ شکر ہے عالیہ آپ فون پر آئیں تو ...... کیا میں کون ہوں واہ کیا بات

ہے بھئی کہ میں جب سے آیا ہوں' فون کر رہا ہوں اور محترمہ نے پہچاننے سے انکار کر دیا ہے......''

زوہیب بڑے پیار اور مان بھرے انداز میں شکوہ کر رہا تھا۔شہوار کے چہرے پر آئی سختی اور خفگی کے تاثر سے نیہا الجھ سی گئی۔

''اوہ اچھا زوہیب آپ ہیں ...... کیسے ہیں ......'' عالیہ کے لہجے میں کوئی گرم جوشی یا کسی خاص خوشی کا تاثر نہیں تھا۔

''جناب یہ بتائیں کہ ملاقات میں پہل کون کرے گا آپ آئیں گی یا میں آ جاؤں ......؟'' زوہیب کو نجانے اس سے ملنے کی کیا بے چینی تھی۔

''ملاقات ......؟'' عالیہ کچھ سوچ میں پڑ گئی۔نجانے کیوں اسے زوہیب جیسے اچھے اور ذہین لڑکے کا یوں کمبل ہونے والا انداز پسند نہیں آیا تھا۔

''میں تو یہاں خود مہمان ہوں ...... ایڈریس آپ کے پاس ہے......آپ آ جائیں ...... آنا چاہیں تو ......'' اس نے خاصی بے دلی سے کہا۔

''اچھا تو ٹھیک ہے آپ چائے بنائیں میں آ رہا ہوں ......'' وہ خوشی سے بولا۔

''صرف آپ ...... میرا مطلب ہے آپ کے وہ کزن حارث نہیں آئے اسلام آباد۔''

''حارث ہاں حارث آیا ہے مگر تمہیں تو پتا ہے' اس میں ایک خرابی ہے۔آدم بے زاری کی ......'' زوہیب نے مڑ کر حارث کو دیکھا جو اپنا نام آنے پر چونک کر متوجہ ہو گیا تھا۔

''کتنی عجیب بات ہے کچھ لوگوں کی خرابیاں' خامیاں بھی ان پر سوٹ کرتی

ہیں اور ان کی شخصیت کو مزید وقار بخشتی ہیں ......''

''ہاں ...... ہیلو عالیہ آواز نہیں آ رہی ......''

اس کی بات کا کچھ حصہ ہی زوہیب کی سمجھ میں آیا۔لائن میں کھڑ کھڑ کی وجہ سے بقیہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔

''یہ سمجھ میں نہ آنے سے بہتر ہے ......'' عالیہ نے ریسیور رکھ دیا۔

زوہیب ریسیور رکھ کر پلٹا تو شہوار کی نظروں میں خفگی' نیہا کی نظروں میں سوال اور حارث کے انداز میں تلخی تھی اور اپنی کچھ دیر پہلے والی حرکت پر شرمندہ سا ہو گیا۔

''یہ عالیہ صاحبہ کی کیا کہانی ہے ......؟''

نیہا کمر پر ہاتھ رکھے خبر لینے والے انداز میں زوہیب کے سامنے کھڑی تھی۔

''کہانی کیا ہے بھئی' دماغ خراب ہے۔کلاس فیلو ہے ہماری۔پوچھ لو حارث سے اچھی قابل لڑکی ہے۔اتفاق سے وہ بھی اپنی خالہ کے ہاں آئی ہوئی ہے اس نے فون نمبر دیا تو بات کر لی یہ کہانی ہے ......''

زوہیب نے شہوار کو دیکھتے ہوئے کھوکھلی سی صفائی پیش کی۔

''اور اس کہانی کا اہم پہلو یہ ہے نیہا کہ زوہیب تو یہاں آنا ہی نہیں چاہتے تھے مگر اب پتا چلا کہ اچانک اسلام آباد آنے کا پروگرام کیوں بن گیا زوہیب کم از کم میرے سامنے تو بات نہ کرتے۔میرا بھرم ہی رہ جاتا۔''

شہوار حساس سی لڑکی تھی اور لڑکیاں تو ایک بار دل کے سنگھاسن پر جس کو بٹھا لیتی ہیں والدین جس سے تعلق کی ڈور جوڑ دیتے ہیں اسی کی ہو رہتی ہیں

اور پھر اس نے تو زوہیب کو چاہا تھا پھر اسے آئین وفا کیسے توڑنے دیتی۔وہ ضبط نہ کر سکی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

''بھائی یہ سب کیا ہے ......؟'' نیہا تو پریشان ہی ہو گئی۔

''کچھ بھی نہیں شہوار جہالت کا ثبوت دے رہی ہے۔کوئی ایسی بات نہیں۔'' وہ صاف جھوٹ بول رہا تھا۔نیہا کو قطعی یقین نہیں آیا۔حارث نے گہرا سانس لیا اور ایک نظر زوہیب پر ڈال کر باہر نکل گیا۔

''ہونہہ ایک یہ موصوف خود کو خواہ مخواہ ہی ہیرو سمجھ رہے ہیں۔پاگل ہیں دونوں بہن بھائی ......'' زوہیب نے غصہ سے کشن دور پھینکا۔

''زوہیب ...... یہ ...... یہ سب کیا ہو گیا ہے۔میں تو سب کو محبت کی وادی میں ایک دوسرے کے لئے جان دینے والی چاہت کو فضا میں چھوڑ کر آئی تھی پھر نفرت کا عفریت کہاں سے آ گیا۔کس نے ہماری محبتوں کی فصیل میں دراڑ ڈال دی ......کون ہے وہ زوہیب؟ شہوار تو تمہارا جنون تھی ......''

''تھی کیا ہے ...... شہوار غلط سمجھ رہی ہے۔سمجھاؤ اس کو اور یہ تم اتنی سیریس کیوں ہو رہی ہو......تم مجھے' اپنے بھائی کو نہیں جانتی ہو ......'' زوہیب اس صورت حال سے خود بھی پریشان ہو گیا۔

''پھر ...... پھر بھائی ایسا کیا ہو گیا ہے ......شہوار کی آنکھوں میں آئے آنسو بے معنی نہیں تھے۔حارث کا انداز' اس کا رویہ اس کی نظر ......''

''کچھ بھی نہیں لگا۔جاؤ ان احمقوں کو سمجھاؤ اور پروگرام بناؤ عالیہ بے حد اچھی اور قابل لڑکی ہے۔وہ ہمارا انتظار کرے گی۔دیکھو نیہا تم میری بہن ہو ناں۔مجھے تو غلط نہیں سمجھتیں ناں شہوار کا تو رشتہ ہی ایسا ہے کہ وہ شک کر سکتی

ہے مگر تمہیں اور حارث کو ہرگز شک نہیں کرنا چاہیے۔‘‘

’’اس کو خفا تم نے کیا ہے خود ہی مناؤ جا کر۔‘‘

نیہا نے یہ ذمہ داری بھی اس پر ڈالی تو وہ سر کھجاتا ہوا آگے بڑھ گیا اور نیہا لان میں چلی گئی جہاں حارث بچوں کے ساتھ لگا ہوا تھا۔

’’بھئی آج تو ہم بھی کرکٹ کھیلیں گے......‘‘

نیہا نے پومی کے ہاتھ سے بیٹ لے کر سنبھالا...... آج کل وہ بڑی خوش تھی اور بچوں کے ساتھ ہر کھیل میں شریک ہو جاتی تو وہ خوش ہو جاتے۔ اپنی پھپھو میں یہ خوشگوار تبدیلی ان کو بہت بھلی لگتی تھی۔

’’حارث مجھے تو تم باؤلنگ کراتا...... یہ نومی کا بچہ اتنی تیز بال پھینکتا ہے ......سیدھا کنپٹی کا نشانہ لیتا ہے۔‘‘

نیہا نے بال حارث کی طرف اچھالی تو اپنی باؤلنگ کی توہین پر نومی کا موڈ آف ہو گیا۔ تب حارث نے چپکے سے اس کے کان میں کہا۔

’’نومی تم کنپٹی کا نشانہ لیتے تھے ناں ہم کو دیکھو آنکھ کا نشانہ لیتے ہیں......‘‘

اور پھر حارث نے آہستگی سے بال نیہا کی طرف اچھالی تو بال اس کی ناک پر لگی۔

’’ٹھہرو ذرا حارث کے بچے میں نے تم پر اعتماد کیا اور تم...... پومی آؤ پکڑو چاچو کو......‘‘ اور پھر نیہا اور پومی حارث کے پیچھے بھاگنے لگیں۔ کتنے عرصے بعد میں یہ خوشگوار ہنگامہ ہوا تھا۔ عذرا بیگم اور انیقہ بھی وہیں آ گئیں۔

’’ماشاء اللہ...... چشم بددور خدا میری بچی کی ہنسی کو دوام بخشے۔ کتنے اچھے لگ رہے ہیں دونوں حارث اور نیہا کیوں بہو......؟‘‘ انہوں نے اپنی بات

کی تائید کے لئے انیقہ کو دیکھا۔

’’جی امی جان کیوں نہیں ماشاء اللہ اب تو نیہا بہت خوش رہنے لگی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے زندگی کی تمام خوشیاں دے......‘‘

’’آمین...... آمین......‘‘ عذرا بیگم کے دل کی گہرائیوں سے آمین کی آواز آئی۔

’’تم ٹھہرو حارث کے بچے میری ناک سرخ ہو گئی ہے۔ تمہیں بخشوں گی تو نہیں۔‘‘ بھاگتے بھاگتے سانس پھول گئی تھی مگر نیہا اور پومی‘ حارث کے پیچھے بھاگ رہی تھی اور اس بار اسے نجانے کس چیز سے ٹھوکر لگی تو وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی۔ قریب تھا کہ وہ گرتی کسی نے اسے شانوں سے تھام لیا۔ اس نے چکراتے سر کے ساتھ تھامنے والے کو دیکھا تو وہ احمر تھا جو قدرت کی طرف سے اس حسین اتفاق پر خوش اور شوخ ہو رہا تھا۔

’’دیکھ لو خدا کی مہربانی کبھی تمہیں کیچ کر لیتا ہوں‘ کبھی تمہاری گیند کو......‘‘ وہ شوخ جملہ سوچ کر رہ گیا۔ یوں نیہا کے چہرے پر ناگوار تاثر دیکھ کر اس نے بھی برا سا منہ بنا لیا۔

’’لڑکیوں کو دھیان سے رہنا چاہئے۔ نجانے کیا ہو گیا ہے آج کل کی لڑکیوں کو...... ہرنیوں کی طرح قلانچیں بھرتی پھرتی ہیں۔ اب بتاؤ بھلا میں نہ تھام لیتا تو دن میں تارے نظر آ جاتے شکر کریں چاند نے تھام لیا......‘‘

وہ ڈانٹنے والے انداز کہہ رہا تھا اور وہ کچھ شرمندہ سی ہو کر دوپٹہ درست کرنے لگی۔

’’ارے انکل آپ اتنے دنوں بعد کیوں آئے ہیں ہم تو اداس ہو گئے تھے

......" دونوں بچے آ کر اس سے لپٹ گئے۔

"تو بیٹا آپ لوگوں نے کون سا یاد کیا تھا ......؟" اس نے بھی دھیرے سے شکوہ کر دیا نیہا کو دیکھتے ہوئے۔

"کیوں یاد نہیں کیا انکل ہم نے تو کئی بار پھپھو سے کہا تھا کہ آپ کو میسج دیں کہ ہم اداس ہیں۔پھپھو نے دیا نہیں تھا ......"

دونوں بچوں نے احمر کے بعد شاکی نظروں سے نیہا کو دیکھا جو نظر چرا گئی کیونکہ دونوں بچوں نے بار بار کہا تھا مگر وہ کیسے اس کو کہتی کہ ہمارے گھر آؤ۔

"بھئی بچو آپ کی پھپھو پیغام کی اہمیت کو سمجھتی کہاں ہیں۔رہی بات دینے کی تو نفرت حقارت اور لعن طعن کے سوا یہ کسی کو کچھ نہیں دے سکتیں' اپنی وے کیسے ہو آپ لوگ ......؟ بڑے خوش لگ رہے ہو ......"

"انکل کراچی سے دادی جان' شہوار پھپھو اور دونوں چاچو آئے ہوئے ہیں ......" بچوں نے اپنی خوشی کا سبب بتایا تو احمر نے قدرے فاصلے پر نیہا اور حارث کو دیکھا دونوں کسی بات پر ہنس رہے تھے۔

"ارے واہ بھئی اتنے ڈھیر سارے لوگ آئے ہوئے ہیں پھر اب ہمارا کیا کام ہے میں چلتا ہوں ......" احمر واپس پلٹا تو دونوں بچے اس سے لپٹ گئے۔

"نہیں انکل آپ تو سب سے زیادہ اچھے ہیں ......"

"واقعی ذرا زور سے یہ ہی بات کہو ......" اس نے جھک کر دونوں بچوں کو پیار کر لیا اور نیہا کو سنانے کے لئے کہا۔

"ارے احمر آؤ بھئی بڑے دنوں میں آئے ......" انیقہ کی نظر اس پر

پڑی تو وہ بھی ان ہی کی طرف آ گیا۔

"آداب بھابھی کیسی ہیں" دونوں بچے اس کے دائیں بائیں ہاتھ پکڑ کر کھڑے تھے۔

"اللہ کا شکر ہے تم کہاں رہے ...... ہم نے تو تمہیں بہت مس کیا ہے۔بچے تو ہر روز اپنی پھپھو کو کہتے تھے کہ احمر انکل کو کہہ دیں کہ ہم اداس ہیں آ جائیں۔"

"بخدا بھابھی مجھے ایک بھی میسج نہیں ملا ورنہ میں ضرور آتا۔ویسے مجھے نہ آ کر احساس ہوا ہے۔آپ لوگ بھی مجھے چاہتے ہیں ...... میری چاہتیں یک طرفہ نہیں ہیں ......" اس نے نیہا کو قریب آتے دیکھ کر کہا۔وہ اسے نظر انداز کرتی عذرا بیگم کے ساتھ بیٹھ گئی۔اس کے برابر ہی حارث آ بیٹھا۔

"امی جان یہ احمر ہیں میرا بہت پیارا سا بھائی' بہت اچھا بچہ ہے اور نیہا کا کلاس فیلو بھی ہے ......" انیقہ نے خاص طور پر اس کا نیہا کا کلاس فیلو کہا تو احمر نے ایک نظر اس پر ڈالی۔وہ منہ بنا کر وہاں سے اٹھ کر اندر آ گئی۔

"السلام علیکم آنٹی! کیسی ہیں آپ ......؟" احمر نے قدرے جھک کر عذرا بیگم کو سلام کیا تو انہوں نے پیار سے اس کے شانے پر ہاتھ پھیرا۔

"جیتے رہو میاں یہ تعارف تو رسم ہی ٹھہری ورنہ تو بچے ہر وقت احمر انکل کی اس طرح گردان کرتے تھے کہ بن تعارف کے میں پہچان گئی تھی ...... جیتے رہو ...... میرے بچوں کے ساتھ اتنی محبت کرتے ہو ......"

"محبت تو آنٹی میں اور بھی لوگوں سے کرتا ہوں مگر محبت کا جواب صرف بچے ہی دیتے ہیں ......"

احمر نے زوہیب اور شہوار کے درمیان چلتی ہوئی نیہا کو دیکھ کر کہا تو اس بار بھی اس نے ناگوار سا تاثر دیا' اک سرد سی لہرا احمر کے اندر اتر گئی۔ پھر احمر کا تعارف سب سے ہوا اور سب ہی خوش ہوئے تھے اس سے مل کر۔

''اچھا تو یہ ہیں ہمارے بچوں کے احمر انکل ...... اور ہماری نیہا کے کلاس فیلو بھی ......'' زوہیب نے بڑی خوش دلی سے اس سے مصافحہ کیا۔

''مس نیہا کا کلاس فیلو ہونا تو اتفاقیہ مجبوری ہے۔ ویسے یہاں میں اپنے ان ننھے منے دوستوں سے ملنے آتا ہوں ......'' احمر نے بھی نیہا کی بے رخی کا بدلہ لے لیا۔

''بہرحال ہمیں بے حد خوشی ہے کہ آپ آتے ہیں اور ان سے کھیلتے ہیں دل بہلا رہتا ہے ان کا ...... اور پڑھائی کے علاوہ کیا کرتے ہیں آپ ......؟''

''جی پڑھائی کے علاوہ موٹر مکینک ہوں۔''

''جی موٹر مکینک ......'' حارث کے سوال پر احمر نے بے ساختہ کہا تو شہوار نے حیرت سے احمر کو دیکھا۔ اتنا خوبرو' اسمارٹ بندہ اور مالی حیثیت بھی شخصیت سے ظاہر ہو رہی تھی پھر موٹر مکینک کیسے ہو سکتا ہے۔

''جی میں کوئی باقاعدہ موٹر مکینک نہیں ہوں۔ یوں ہی کبھی کبھار سر راہ گاڑی خراب ہو جائے تو ٹھیک کر دیا کرتا ہوں ...... کیوں بھابھی ......؟'' احمر نے انیقہ کی طرف دیکھا تو وہ ہنس پڑی۔

''یہ شریر ہماری گاڑی کا کہہ رہا ہے۔ اتفاق سے ہماری گاڑی ایک جگہ بند ہو گئی میں اور نیہا تھے۔ یہ بیچارا گزر رہا تھا اس نے ٹھیک کی تو ہم گھر آئے ویسے احمر مبارک ہو اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں نئی گاڑی دے دی ہے۔''

''ارے واہ مبارک ہو پھر تو کوئی میٹھی سی چیز ہونی چاہئے ......'' اس نے قریب کھڑے نومی کو چوم لیا ...... اور پھر وہ اتنی باغ و بہار طبیعت کی وجہ سے چھا سا گیا۔ خوبرو سا یہ لڑکا سب ہی کو پسند آیا تھا۔

''اچھا جی اب اجازت ...... ہوسٹل گیٹ بند ہو گیا تو چور دروازے سے جانا پڑے گا اور ہوسٹل کا سڑا ہوا کھانا گرم ہو کر اتنا بدمزا ہو جاتا ہے کہ......''

''بیٹھو یار کھانا کھا کر جانا ......'' زوہیب اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھانے لگا اور احمر جو اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ زوہیب کی بات پر مڑ کر اسے دیکھنے لگا تو پہلی نظر نیہا کے ناگوار چہرے پر پڑی تو فوری طور پر دو باتیں ذہن میں آئیں۔ اول تو یہ کہ مائنڈ کر کے چلا جائے مگر دوسری یہ کہ اس کا تو فائدہ نہیں احمر یار کسی کو کیا پتا ہو گا کہ تم خفا ہو کر گئے ہو۔ بہتر ہے کہ محترمہ کو جلایا جائے ...... اک شوخ سی چمک آ گئی تھی اس سوچ کی صورت میں وہ بیٹھ گیا۔

''اچھا تو یہ ٹھیک ہے یوں بھی بھابھی کھانا بے حد لذیذ بناتی ہیں۔ آج تو خوب کھاؤں گا ......''

کوئی جان بھی نہ سکا کہ وہ کس کو جلانے کی خاطر یہ باتیں کر رہا ہے۔

''واہ بھابھی کیا بات ہے آپ کے ہاتھ کی۔ اب تو میں روز ہی کھانا کھانے آ جایا کروں گا ......'' اس نے بے زاری سے نیہا پر نگاہ ڈالی اور طلب نہ ہونے کے باوجود کباب پلیٹ میں رکھ لیا۔

''بھابھی کباب تو ایسے بنائے ہیں کہ جی چاہتا ہے جیب میں چھپا کر لے جاؤں۔''

''ارے بھئی چھپانے کی کیا ضرورت ہے تم یوں ہی لے جاؤ ویسے یہ

"کباب تمہاری کلاس فیلو نے بنائے ہیں ......"

انیقہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو احمر نے ہاتھ وہیں روک لیا اور ایک گہری نظر اس پر ڈالی۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس نے برا سا منہ بنا کر کباب واپس رکھ دیا اور بولا کچھ نہیں۔ باقی سب اپنے اپنے کھانے میں مصروف رہے۔

"ویسے احمر عام طور پر تو کلاس فیلوز آپس میں خوب باتیں کرتے ہیں مگر تم دونوں نے تو اب تک ایک دوسرے سے ایک بات بھی نہیں کی نہ ہی اس تعلق کو ظاہر کیا ہے جبکہ کچھ کلاس فیلوز تو ......" حارث کے لہجے میں چھپا طنز زوہیب سمجھ گیا تھا مگر وہ اسے اہمیت ہی کب دے رہا تھا۔

"ارے حارث بھائی یہ تو محض اتفاق ہے کہ ہم کلاس فیلو بن گئے ورنہ تو میں بھابھی اور بچوں کو جانتا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ یہ کلاس فیلو ہیں بہرحال یہ بتائیں کہ کل آپ کا کیا پروگرام ہے۔"

وہ بے نیاز لہجے میں اسے نظر انداز کر رہا تھا تو پہلی بار نیہا کو اس کا یوں لاتعلق اچھا نہیں لگا۔ مگر وہ کچھ بھی ظاہر کیے بغیر برتن اٹھا کر رکھتی رہی۔

"کل تو ہم لوگ کہیں جا رہے ہیں ......"

"اچھا تو ٹھیک ہے کل ہم اور پروگرام بنائیں گے۔ مری چلیں گے سنو فالنگ ہونے والی ہے بڑا لطف آئے گا اور اس دفعہ تو اور بھی مزا آئے گا آپ لوگوں کے ساتھ ......"

"ضرور کیوں نہیں ......" اور پھر احمر خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔ بعد میں کتنی ہی دیر احمر موضوع گفتگو بنا رہا تو نیہا چڑ کر وہاں سے اٹھ کر باہر آ گئی۔ ساتھ ہی شہوار بھی آ گئی۔

دونوں لان میں ٹہلنے لگیں۔ بھیگی چاندنی کا سکوت پھیلا ہوا تھا۔ نرم اور نم گھاس پر چلتے ہوئے انہوں نے ڈھیروں باتیں کر ڈالیں' چاند کی ہمراہی میں کبھی ہنس پڑتیں اور کبھی سنجیدہ ہو جاتیں۔

"نیہا تم ابھی کہہ رہی تھیں ناں تمام مرد ایک سے ہوتے ہیں تو کیا زوہیب بھی ......"

"نہیں ...... نہیں شہوار زوہیب تمہیں شدت سے چاہتا ہے۔ میں بھائی کو بہت اچھی طرح جانتی ہوں وہ تمہاری چاہت کی کتنی گہرائی تک اترا ہوا ہے کہ ......"

"نیہا وہم میرے قدم اکھاڑتا ہے مگر محبت کا یقین تھام لیتا ہے۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا ......"

"شہوار وہم بے وجود ہوتے ہیں۔ محض ہیولا ہوتے ہیں۔ ہمارے اپنے اختراع شدہ ورنہ تو ان کا کوئی وجود کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ بس اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھو۔ یہ تعلق اسی کی پاک ذات نے جوڑا ہے تو اس کی پاک ذات نگہبان بھی ہے۔" نیہا نے شہوار کو بڑے اچھے لفظوں میں سمجھایا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا نیہا کہ اس لڑکی عالیہ میں ہے کیا جو زوہیب اس سے اس قدر متاثر ہے ......"

"عالیہ نجیب کیا چیز ہے دیکھ لیں کے کل جا کر۔ زوہیب نے کل شام کو تیار رہنے کو کہا ہے۔"

اگلے روز شام کو وہ لوگ عالیہ کے پاس موجود تھے۔سفید لباس میں سادہ سی پروقار لڑکی ایک ساتھ ہی نیہا اور شہوار کو پسند آ گئی اور کتنی عجیب بات تھی کہ شہوار جو اسے اپنی رقیب سمجھ بیٹھی تھی۔ڈھیروں شکوے شکایات تھیں اس سے ملی تو لگا جیسے کوئی شکوہ نہ ہو۔حسد کی تپش ختم سی ہو گئی تھی اس کی سنہری رنگت اور بات کرنے کے انداز سے وہ دونوں متاثر ہو گئی تھیں تو مخالف صنف تو پھر کمزور دل ہوتی ہے۔سب ہی آپس میں گھل مل گئے تھے۔البتہ حارث چپ چاپ بیٹھا تھا اس نے یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ عالیہ کتنی بار اسے دیکھ چکی ہے۔عالیہ کے دو اور کزنز آ گئے تھے۔

"اچھا پھر اب جبکہ ہم سب جمع ہیں تو کوئی پروگرام بناتے ہیں۔" عالیہ کے کزن ساجد نے کہا۔

"جی ہاں ہم بھی چاہتے ہیں تفریح کے دنوں کو یادگار انداز میں گزاریں' اس طرح کا ملاپ اتفاق اور خوش قسمتی سے ہوتا ہے۔"

اور پھر زوہیب اور ساجد پروگرام بناتے رہے' نیہا اور شہوار بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئیں تو عالیہ آہستگی سے اٹھ کر حارث کے پاس آ گئی۔

"حارث آپ الگ تھلک ہی رہتے ہیں چپ چاپ سے ......" وہ صوفے پر اس کے قریب ہی بیٹھ گئی تو حارث نے حیرت سے اسے دیکھا۔اتنی اچھی سی لڑکی کو کون پسند نہ کرے گا۔

"کوئی خاص وجہ نہیں زوہیب نے آپ کو بتایا تھا کہ مجھ میں یہ ہی خرابی ہے۔آدم بے زاری کی؟" حارث کی نظریں دور بیٹھے ہنستے زوہیب پر تھیں لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"برائی بڑی ہو یا چھوٹی برائی برائی ہوتی ہے مگر کچھ لوگوں پر سوٹ کر جاتی ہیں ان کی برائیاں اور آپ بھی ......" اور پھر وہ بات ادھوری چھوڑ کر اٹھ گئی تو حارث کو لگا جیسے اس کی مہک اس کے پاس رہ گئی ہو۔پھر اس نے سر جھٹک دیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔وہ زوہیب کے سامنے نگاہ نیچی کرنا نہیں چاہتا تھا۔درمیان میں اس کی اپنی معصوم بہن کی خوشیاں تھیں۔

"عالیہ ...... عالیہ ارے بھئی' تمہارے مہمان آئے کہ نہیں۔ہمارا پروگرام بھی خراب ہو رہا ہے اور ......"

احمر بولتا ہوا اندر آ گیا تو حیرت سے سب اس کو اور وہ سب کو دیکھنے لگا۔

"اوہ تو یہ یہاں بھی ......" نیہا نے برا سا منہ بنایا' شہوار نے ہاتھ دبا کر چپ رہنے کی تاکید کی۔

"احمر تم کہاں ......؟" زوہیب اور حارث ایک ساتھ احمر کی طرف بڑھے۔

"آپ یہاں کیسے احمر صاحب ......؟" شہوار نے مسکرا کر پوچھا تو وہ اس کی طرف گھوم گیا۔ برابر ہی نیہا کھڑی تھی احمر نے اس پر نظر ڈالی۔

"آپ کے چہرے پر جو تحریر لکھی ہے ناں کہ میں کسی گھٹیا فلم کا گھٹیا سا ہیرو ہوں کہ جہاں آپ ہوں وہیں پہنچ جاؤں ...... تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ فلمی سے اتفاقات ضرور ہو رہے ہیں۔ عالیہ اور میں آپس میں فرسٹ کزنز ہیں اور جس گھر میں ہم کھڑے ہیں یہ ہماری مشترکہ سگی خالہ کا گھر ہے۔ عالیہ نے مجھے بتایا تھا کہ اس کے کچھ مہمان آنے والے ہیں اور میں اس لئے آیا تھا کہ اگر اس کے مہمان آ کے جا چکے ہوں تو اس کو آپ لوگوں کے ہاں لے کر جاؤں گا ...... اب مجھے کیا معلوم تھا ہماری منزل ایک ہی ہے......"

ساری تفصیل بتا کر احمر نے ایک نگاہ نیہا پر ڈالی جس کے چہرے پر اس کے لہجے کی سچائی کی چمک اور یقین کی ملائمت آ چکی تھی تو اک تسکین آمیز سا احساس احمر کے اندر تک اتر گیا۔

"واہ بھئی یہ تو اور بھی اچھا ہو گیا۔ احمر بھائی یہ زوہیب اور حارث میرے کلاس فیلوز ہیں اور بہت قابل لوگ ہیں ...... اور مجھے پتا چلا ہے کہ آپ اور نیہا کلاس فیلو ہیں ......" عالیہ نے پیار سے نیہا کو دیکھا۔ "ہاں مگر میں یہ جھوٹ کیسے بولوں کہ یہ بہت ذہین اور قابل آدمی ہیں ......" احمر کی آنکھوں میں شوخیاں تھیں اس نے کن اکھیوں سے دیکھا سب کے ساتھ وہ بھی اس کی

بات پر مسکرا دی تھی۔

"بھئی یہاں تو کلاس فیلو برادری بیٹھی ہے۔ ہم چلتے ہیں" ساجد اٹھ کھڑا ہوا تو احمر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ ان کا فون آنا ہے یا کرنا ہے ......" احمر نے "ان" پر زور ڈالا تو ساجد کھسیانا سا ہو گیا کیونکہ وہ جا بھی اسی لئے رہا تھا۔ حنا اس کی منگیتر تھی اور وہ اسی کو فون کرنے جا رہا تھا۔

"یوناٹی ......" ساجد کھسیانا سا ہو کر اس کے شانے پر مکا مارتا ہوا نکل گیا اور پھر وہ سب کتنی ہی دیر باتیں کرتے رہے۔ سیر و تفریح کے پروگرام بناتے رہے۔

"اچھا اب اجازت چاہیں گے عالیہ کیونکہ امی کہہ رہی تھیں یہاں آ کر تم لوگوں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ...... خود انجوائے کرتے پھرتے ہو۔ بچے الگ خفا ہوں گے۔" وہ سب کھڑے ہو گئے۔

"عالیہ ہمیں آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے......"

شہوار نے واقعی دل سے کہا تو ڈھیر سارا سکون زوہیب کے اندر اتر گیا۔

"عالیہ بعض لوگوں کی شخصیت میں ایسی کوئی بات ہوتی ہے ایسا سحر ہوتا ہے کہ ہر کسی کو اپنا بنا لیتے ہیں اور آپ بھی ان ہی لوگوں میں شامل ہیں ......"

"کاش میرا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا جو دوسروں کو اپنا بنا لیتے ہیں......" نیہا کی بات پر احمر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا سب مسکرا دیے۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

عاصم اور باقی سب کہیں دعوت پر گئے ہوئے تھے نیہا اپنے ٹیسٹ کی وجہ سے نہ گئی۔اس وقت بھی وہ لان میں کرسی ڈالے پڑھ رہی تھی۔نومی ٹمی جو اس کی وجہ سے نہیں گئے تھے۔قریب ہی کرکٹ کھیل رہے تھے۔سورج ڈھل رہا تھا۔خنکی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔

''ٹمی کی بچی تم کبھی اچھی کرکٹ نہیں کھیل سکتیں۔بار بار گیند باہر اچھال دیتی ہو......''

ٹمی سے خفا ہوتا ہوا نومی گیند پکڑنے باہر گیا تو اندھا دھند روڈ کراس کرنے لگا کہ رنگ روڈ نہیں تھی پھر بھی گاڑیاں گزرتی رہتی تھیں۔نومی کی وجہ سے ایک دم ہی کسی گاڑی کے بریک چرچرائے نیہا تڑپ کر بھاگی۔

''بیٹا ہمیشہ روڈ دیکھ بھال کر کراس کرنی چاہیئے۔کوئی بڑا حادثہ بھی ہو سکتا تھا۔خدا کا شکر ہے کہ آپ بچ گئے جائیں شاباش۔''

گاڑی والا نومی کو پیار کر کے سمجھا رہا تھا اور جب نیہا بھاگتی ہوئی نومی تک پہنچی گاڑی والا بیٹھ چکا تھا...... نیہا اسے دیکھتی چلی گئی پھر ایک دم چیخ پڑی۔

''قیصر! ......''

''**بھابھی** آپ مان کیوں نہیں لیتیں وہ قیصر ہی تھا۔میں بھلا اپنی زندگی' اپنی خوشیوں کے قاتل کو نہیں پہچان پاؤں گی۔پانچ سال کے اس عرصے نے اس کے نقوش میرے دل میں پیوست کیے ہیں ...... مٹائے نہیں ہیں ...... اور وقت نے اتنے عرصے میں اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔سوائے اس کے چہرے پر نظر کی عینک کے کوئی تبدیلی بھی نہیں آئی تھی پھر بھلا میں اس کو کیسے نہ پہچانتی۔''

قیصر کو دوبارہ دیکھ کر نیہا پھر سے بکھر گئی۔وہ تمام زخم جو قیصر سے منسوب تھے رسنے لگے تھے اور ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔

''نیہا میری جان کوئی اور ہوگا اس سے ملتا جلتا ہوگا وہ ......''

انیقہ اسے مستقل بہلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"بھابھی آپ یقین کریں وہی تھا ......" وہ تیز تیز سانسوں کے ساتھ بھابھی کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اچھا ہو گا ہمیں کیا ......تم ریلیکس رہو۔اب یوں ہلکان ہو گی تو امی بھی پریشان ہوں گی۔ بلکہ انہیں بتانا ہی نہیں کہ تمہیں وہ نظر آیا تھا۔"

نیہا کے لیے یہ واقعہ معمولی نہیں تھا۔گھر میں سب کو پتا چل گیا۔

"نیہا تم نے اس خبیث آدمی کو تھپڑ کیوں نہیں مارا۔کاش میں اس وقت ہوتا تو شوٹ کر دیتا اس کمینے آدمی کو۔"

زوہیب نے تلخی سے کہا۔

"زوہیب اس قدر جذباتی ہونے سے فائدہ؟ ٹھیک ہے اس نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا ......مگر سوچو ذرا انتقام کی روایت ہی نے ہمیں اس المیے سے دوچار کیا ہے...... معاف کر دینا مستحسن بھی ہے اور اچھی' روشن' آباد کرنے والی روایت بھی جس کو ہم جب پس پشت ڈال کر انتقام کی راہ اپناتے ہیں تو برباد ہو جاتے ہیں۔معاف کرنے کے لیے دل اور ظرف کی ضرورت ہوتی ہے زوہیب اور اسی میں بڑائی ہے۔"

عاصم نے زوہیب کے بپھرے ہوئے انتقام کے طوفان کے سامنے اپنے تحمل اور صبر کا بند باندھا مگر وہ بے حد غصے میں بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔

"آپ ہوں گے بڑے نہ میں بڑا ہوں نہ مجھے شوق ہے بڑا بننے کا۔"

وہ غصے میں باہر نکل گیا باقی سب ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

"بہت جذباتی اپروچ ہے زوہیب کی امی! سمجھایا کریں اسے اس کے اپنے لیے یہ جذباتیت مناسب نہیں۔ مجھے بھی اتنا ہی دکھ ہے مگر اب کیا کیا جا

سکتا ہے۔انتقام کی روایت کو ختم ہو جانا چاہئے جس نے ہمیں ان حالوں کو پہنچایا ہے۔"

زوہیب' حارث اور نیہا کے جانے کے بعد عاصم ماں کے پاس بیٹھ کر کہہ رہا تھا جو کسی گہری سوچ ...... میں ڈوبی تھیں' نجانے کیوں وہ بھی اس واقعے سے دہل سی گئی تھیں۔

"میں تو خود یہ ہی چاہتی ہوں عاصم مگر ...... خیر اب اس کا حل یہ ہے کہ حارث اور نیہا کا نکاح کر دیا جائے پھر دونوں پڑھتے رہیں۔تعلیم کے بعد رخصتی کر دیں گے۔"

عذرا بیگم کو تو مسائل کا حل اب یہ نظر آتا کہ حارث اور نیہا کا نکاح کر دیا جائے۔

"ٹھیک ہے امی لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہم کوئی بھی فیصلہ کریں اس میں نیہا کی رضامندی شامل ہو۔پہلے بھی اس نے محض ہماری خاطر ہاں کر دی تھی اور صرف نیہا ہی نہیں حارث کی رضامندی بھی ضروری ہے پہلے ان سے بات کر لیں پھر دیکھا جائے گا۔"

♥......♥......♥

ان لوگوں کے جانے کے دن بھی قریب آ رہے تھے۔ان کی تفریح کے سارے پروگرام احمر نے ترتیب دیے تھے ...... اور ان لوگوں نے انجوائے بھی خوب کیا تھا۔ایک تو احمر بہت خوش مزاج اور محبت کرنے والا لڑکا تھا اور یہاں

تو نیہا تھی جو اس کی زندگی میں بہار کے لطیف احساس کی طرح داخل ہوئی تھی مگر کتنی عجیب بات تھی کہ اس نے اپنی چاہتوں' اپنی زندگی کا انتساب جس کے نام لکھ دیا تھا وہ اس سے بے خبر تھی۔

"عالیہ...... عالیہ......" احمر عالیہ کو آوازیں دیتا ہوا آیا۔

"یہ کیا حرکت ہے بھئی' تم تیار نہیں ہوئیں۔" وہ اسے بستر میں دیکھ کر خفگی سے بولا۔

"کیوں بھئی کہاں جانا ہے؟"

یوں تو عالیہ' احمر کو اتنی کٹ میں دیکھ کر سمجھ گئی تھی مگر پھر بھی شوخ سی بے نیازی سے احمر کو دیکھا تو وہ تپ گیا اور کمبل کھینچ کر پرے پھینکا۔

"یو چیٹر کہا تھا کہ تیار ہو جاؤ۔ زوہیب کے ہاں جانا ہے۔"

"کیا مشکل ہے احمر ابھی کل ہی تو وہ لوگ ہو کر گئے ہیں اب ہمارا آج جانا ضروری تو نہیں۔"

"ضروری!......" احمر اس کے قریب آیا اور بغور اسے دیکھنے لگا۔

"کچھ باتیں زندگی سے بھی ضروری ہوتی ہیں عالیہ! مگر تم اس درد کی لذت آشنائی سے بے بہرہ ہو ناں......"

احمر کے لہجے میں گہرائیاں تھیں آنکھوں میں قندیلیں سی روشن تھیں عالیہ چونک گئی۔

"بھائی صاحب بات کیا ہے گڑبڑ تو نہیں...... مجھے یہاں نیہا نظر آ رہی ہے۔"

عالیہ نے احمر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے شوخی سے کہا تو وہ جھینپ کر

دوسری طرف مڑ گیا۔

"شکر ہے تمہیں کچھ نظر تو آیا۔ اینی وے تیار ہو جاؤ جلدی سے۔"

وہ باہر نکلتے ہوئے بولا تو وہ اس کا بازو پکڑ کر سامنے آ گئی۔

"نیہا واقعی بہت اچھی' بہت پیاری لڑکی ہے۔ بالکل موم کی نازک سی گڑیا کی طرح مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کیا وہ بھی......؟"

وہ بڑے پیار سے پوچھ رہی تھی کہ وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔

"محترم ڈاکٹر صاحبہ! اب تیار ہو جائیے۔"

"مجھے تیار ہو کر کیا کرنا ہے۔ تیار تو تمہیں ہونا چاہئے جو کہ تم ہو چکے ہو۔"

عالیہ نے شوخ نظروں سے احمر کو دیکھا جو سفید کلف شدہ شلوار سوٹ میں خوب جچ رہا تھا۔

"اچھا تو ٹھیک ہے چلو پھر......"

احمر نے پلٹ کر اسے دیکھا تو وہ ٹھیک ٹھاک حلیئے میں تھی۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر جانے لگا تو چھن سے ایک خیال عالیہ کے دل میں آیا حارث کے روپ میں وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

"کیا مطلب ہے خود تو بن سنور کر جا رہے ہو اور میں گندے حلیئے میں چل پڑوں تم ذرا انتظار کرو میں ابھی آئی۔"

♥ ...... ♥ ...... ♥

نیہا اس واقعہ کے بعد کچھ سہم سی گئی تھی۔ اس وقت بھی وہ کمبل لپٹے

آتش دان کے قریب کرسی ڈالے کتاب گود میں رکھے بیٹھی تھی۔نگاہیں' کتاب کے بجائے انگاروں پر جمی تھیں۔خود اس کی زندگی انگاروں سے مختلف تو نہیں تھی سلگتی ہوئی روح کو جھلساتی ہوئی' نظروں میں پھر سے ماضی گھومنے لگا تھا۔وہ خوبرو قیصر جس نے اس کی زندگی کو داغ دار کر دیا تھا اور نجانے کب تک ماضی آنسوؤں کی صورت گریبان تر کرتا کہ حارث دروازے پر ہلکی سی دستک کے ساتھ اندر آ گیا۔نیہا نے جلدی سے آنکھیں رگڑ ڈالیں اور حارث کو دیکھ کر یوں مسکرائی جیسے گھنے بادلوں میں سے سورج کی ہلکی سی کرن آئی اور غائب ہو گئی۔حارث نے اس کے مقابل رکھے ہوئے موڑھے پر بیٹھ کر اس کو بغور دیکھا۔

''موسم ابر آلود تو تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ بارش ہونے لگے کیا بات ہے۔''

حارث نے اس کی بھیگی پلکوں کو دیکھا تو کئی آنسو اس کے چہرے پر یوں گرے جیسے برسات کے بعد درختوں پر ٹھہرا ہوا پانی گرتا ہے۔

''حارث! میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ کیا بگاڑا تھا میں نے اس آدمی کا جس نے زندگی بھر کے لیے مجھے درد آشنا کر دیا ہے۔''

اس کے صبر ضبط کا پیمانہ پھر چھلک پڑا۔حارث کتنی ہی دیر اس کا نرم سرد ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں دبائے سمجھاتا رہا۔

''تم ماضی کو روتی رہتی ہو نیہا جبکہ ہمارا حال بھی خوشگوار نہیں رہا۔ہم ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔''

حارث اس سے جو بات کہنے آیا تھا۔اس کا آغاز کیا تو نیہا چہرہ صاف کر کے تمام حسیات کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''کیا مطلب ہے حارث؟ میں کافی دنوں سے محسوس کر رہی ہوں کہ تمہارے اور شہوار کے رویے میں ایک خاص تبدیلی سی آ گئی ہے میں نے ......''

''چلو اچھا ہوا کہ جس بات کو کہنے کے لیے میں لفظ تلاش کرتا رہا وہ تم نے خود ہی محسوس کر لی۔''

اور پھر حارث نے اسے ساری بات زوہیب اور عالیہ کے بارے میں بتا دی تو وہ حیرت زدہ سی اسے دیکھنے لگی۔

''کتنا تضاد ہے اس بات میں جو میں سوچ رہی تھی اور جو تم نے کی ہے کیا واقعی ایسا ہے؟''

نیہا کو یہ صورت حال جان کر حیرت ہو رہی تھی۔

''واقعی ایسا ہی ہے نیہا تم نے یہ بات محسوس نہیں کی۔حیرت ہے حارث کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔''

''بخدا میں نے ایسا کچھ محسوس نہیں کیا اور اگر ایسا ہے تو زوہیب کے راستے کی سب سے بڑی دیوار تو میں ہوں۔اس نے ایسا سوچا بھی کیوں؟ شہوار کو اس نے اپنی مرضی سے پسند سے اپنایا تھا۔اپنی خواہش سے منگنی کروائی تھی۔میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں۔حارث وہ شہوار کو بے حد چاہتا ہے وہ ایسی حرکت کر ہی نہیں سکتا اور پھر شہوار میں ایسی کون سی کمی ہے اور عالیہ میں ایسی کیا خوبی ہے کہ وہ اس کی طرف ملتفت ہو گیا ہے۔ٹھیک ہے عالیہ اچھی امپریسو لڑکی ہے مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں۔تب ہی میں کہوں شہوار کی مسکراتی آنکھوں میں اداسیوں کی شام کا سوگ کیوں گھل گیا ہے۔لیکن حارث بے شک عالیہ تم لوگوں کی کلاس فیلو ہے اور تم لوگ اسے مجھ سے زیادہ جانتے ہو مگر یہ بات میں

وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ عالیہ بہت اچھی اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے۔وہ زوہیب کو اس حیثیت سے قبول کر ہی نہیں سکتی۔حارث! یقین کرو میں نے اس لڑکی کی آنکھوں میں تمہارا عکس دیکھا ہے۔"

روانی سے بولتی نیہا ایک دم اس جملے پر رک کر اسے دیکھنے لگی تو وہ بھی حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا پھر یوں نظریں جھکا لیں گویا اس میں اس کا قصور ہو۔

"یہ تمہارا وہم ہے۔"

یوں تو اس نے اس کی بات کو وہم کے پردے میں چھپا دیا مگر حقیقت یہ تھی کہ خود اس نے یہ بات نوٹ کی تھی کہ عالیہ اس کی طرف ملتفت ہے۔دل میں عالیہ کے لیے نرم گوشہ اور پسندیدہ جذبہ رکھنے کے باوجود وہ اس حقیقت کو اپنا وہم قرار دیتا تھا حالانکہ تعلق کے اتنے عرصے میں اس نے یہ بات محسوس کی تھی کہ بارہا عالیہ اس سے بات کرنے کی کوشش کرتی تھی۔اس کی طرف متوجہ ہوتی تھی وہ ہی زوہیب کے غصے میں اسے اپنا وہم سمجھتا رہا۔

"وہم نہیں ہے حارث میں یقین سے یہ بات ...... کہہ سکتی ہوں کہ عالیہ تمہیں پسند کرتی ہے۔"

"معلوم نہیں نیہا میں کیا کہہ سکتا ہوں ......" حارث جان کر اس ذکر سے کترا گیا۔

"اچھا فرض کرو میرا وہم یقین کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو؟"

نیہا سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو شعلوں پر نظریں جمائے اس یقین کی لطافتوں کو دل میں محسوس کر رہا تھا۔

"اگر ایسا ہوا تو میں خود کو خوش نصیب تصور کروں گا۔"

حارث اک انجانی خوشی کے احساس کے ساتھ بولا۔

"تو انشاء اللہ وہ خوش نصیب تم ہی ہو گے' اگر زوہیب نے کوئی گڑبڑ کی تو اسے مجھ سے قطع تعلق کرنا ہو گا۔میں شہوار کے حق پر کسی کو ڈاکہ ڈالنے کی اجازت نہیں دوں گی۔زوہیب نے کیا سمجھ کر ایسا کیا ہے اور میرا تو خیال ہے عالیہ کو زوہیب اور شہوار کے تعلق کا پتا بھی نہیں ہے۔"

نیہا کو تو رہ رہ کر زوہیب پر غصہ آ رہا تھا۔

"نہیں زوہیب نے خاص طور پر مجھے منع کیا تھا کہ عالیہ کو منگنی کے بارے میں نہ بتاؤ۔میں سمجھا کہ شرما رہا ہو گا مجھے کیا خبر تھی کہ وہ عالیہ کو شہوار کی جگہ دینے جا رہا ہے۔شہوار میری عزیز بہن ہے اور جب سے عالیہ درمیان میں آئی ہے۔ہر وقت اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی چمکتے رہتے ہیں۔"

حارث کے لہجے میں بہن کا دکھ کھل گیا۔

"حارث شہوار سے صرف تمہارا تعلق نہیں وہ میری بہن ہے۔میری بھی دوست ہے میں ہنگامہ کر دوں گی اگر ایسا کچھ زوہیب نے کیا تو ...... یو ڈونٹ وری۔"

نیہا نے بڑے خلوص سے تسلی آمیز انداز میں اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔اسی وقت دروازہ کھلا اور انیقہ' احمر' عالیہ اور زوہیب کے ساتھ اندر آ گئی اور کسی نے یہ دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو یا دیکھ کر اہمیت نہ دی ہو مگر احمر کی نظریں حارث کے ہاتھ میں نیہا کے ہاتھ پر ٹھہر گئیں جو ان کے آتے ہی الگ ہوئے تھے ......

وہ لوگ باہر سے آئے تھے۔شدید سردی سے اندر کا ماحول کافی گرم تھا مگر احمر کو

گھٹن سی محسوس ہونے لگی تھی۔دل میں ایک تیر سا آر پار ہو گیا تھا۔

"السلام علیکم آپ لوگ کب آئے؟"

حارث نے عالیہ کو دیکھتے ہوئے احمر کی طرف ہاتھ بڑھایا جس کی شاکی نظریں نیہا سے حارث کی طرف لوٹ آئی تھیں۔

"ابھی ابھی تو آئے ہیں۔میں نے سوچا اس وقت نیہا کا کمرہ ہی گوشہ عافیت ہے۔اس لیے یہاں لے آئی خیر تم لوگ بیٹھو میں چائے بناؤں۔" انیقہ جلدی جلدی بولتی باہر نکل گئی۔

"کتنی عجیب بات ہے بھائی اس کمرے کو گوشہ عافیت کہہ گئی ہیں جبکہ کبھی کبھی انسان کا دل گوشہ عافیت سے بھاگ جانے کو چاہتا ہے۔" احمر نے بے دلی سے حارث سے ہاتھ ملاتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"لیکن فی الحال ہم آپ کو بھاگنے نہیں دیں گے بیٹھئے۔"

حارث نے بڑی خوش دلی سے احمر کو صوفے پر اپنے قریب بٹھا لیا جبکہ احمر کا جی یہاں سے بھاگ جانے کو چاہ رہا تھا۔

"آپ کیسی ہیں ...... بلکہ میرا خیال ہے کہ آپ جناب کی دیوار گرا دینی چاہئے عالیہ کیسی ہو تم؟"

نیہا عالیہ کے قریب آ کر بیٹھ گئی جو احمر کے قریب بیٹھی تھی۔اتنے قریب آ کر بیٹھ جانے پر احمر نے خوش کن حیرت سے نیہا کو دیکھا۔دل میں ایک لطیف سی لہر دھڑکن کے ساحل کو چھو کر گزر گئی۔مگر دوسرے ہی پل حارث کے ہاتھ میں نیہا کا ہاتھ نظروں میں آ گیا تو وہ گہری سانس لے کر زوہیب سے باتیں کرنے لگا۔

"آپ لوگ تو پھر آئے ہی نہیں۔" عالیہ کی نظریں حارث پر تھیں۔

"زوہیب تو ہر روز ہی جاتا ہے آپ لوگوں کی طرف ......"

حارث کے نارمل لہجے میں ہلکی سی تلخی تھی۔

"میں زوہیب کی نہیں آپ کی میرا مطلب ہے آپ لوگوں کی بات کر رہی ہوں۔"

عالیہ کی بات پر زوہیب کے چہرے پر تناؤ آ گیا۔شہوار اٹھ کر چلی گئی۔نیہا نے پہلے زوہیب پھر حارث کو دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔میں نے سچ کہا تھا ناں کہ عالیہ تمہیں پسند کرتی ہے اک سکون سا حارث کے اندر اتر رہا تھا۔

"احمر آج تم بہت چپ چپ ہو کوئی خاص بات۔"

حارث' احمر کے سنجیدہ چہرے کو دیکھنے لگا تو وہ ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ارے بھئی ایسی کوئی بات نہیں میری اس خاموشی میں اک طوفان برپا ہے انجوائے منٹ کا' کھیل کود کا ...... مری میں برف باری شروع ہو چکی ہے۔لہٰذا ہم نے مری کا پروگرام بنایا ہے۔" احمر نے گو بشاش نظر آنے کی کوشش کی۔

"واہ مزا آ گیا خوب انجوائے کریں گے۔مووی کیمرہ لے جائیں گے' ہماری زندگی کا یہ خوبصورت ترین سفر ہو گا کیوں عالیہ۔"

زوہیب نے اپنی بات کی تائید کے لیے عالیہ کی طرف دیکھا تو عالیہ نے بے دلی سے مسکرا کر اس کی تائید کی۔زوہیب کا یوں کمپل ہونا اسے پسند نہیں تھا۔

"ہاں کیوں نہیں' ہم سب خوب انجوائے کریں گے کیوں نیہا۔"

عالیہ نے اب نیہا کو دیکھا جو کھڑکی سے باہر اپنے کمرے کے سامنے بڑے درخت کی ہلتی ہوئی شاخوں کو دیکھ رہی تھی۔جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ خوب تیز ہوا چل رہی ہے اسے اندر بیٹھے جھرجھری سی آ گئی وہ سمٹ کر بیٹھ گئی۔

"سوری بھئی عالیہ میں تو معذرت چاہوں گی۔سردی شدید ہو رہی ہے میری طبیعت بھی خراب ہے پھر پراف بھی آنے والا ہے اور میں پراف کے زمانے میں ہرگز بیمار نہیں پڑنا چاہتی ...... اس لیے سوری۔"

یوں تو یہ الفاظ تھے مگر احمر کو یوں لگا جیسے اس نے آتش دان سے ڈھیر سارے جلتے انگارے اٹھا کر اس پر ڈال دیئے ہوں' وہ جھلس کر رہ گیا۔اپنی انسلٹ کے خیال سے انگاروں سے زیادہ آگ اس کے بدن سے نکلنے لگی تاہم وہ نارمل رہا۔

"اوکے نیور مائنڈ جو جانا چاہئے ویلکم جو نہ جانا چاہے تو ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا ...... ہم تو زندگی کی اس تتلی کے تمام رنگ اپنی ذات پر اتار کر ایک حسین یاد بنا لینا چاہتے ہیں کہ جب زندگی میں سناٹا ہو' اندھیرا ہو تو یادوں کے یہ جگنو ہماری ذات کے گرد جگمگانے لگیں۔ہم لوگ تو ضرور جائیں گے۔"

احمر نے خشک لہجے میں کہتے ہوئے نیہا کی اہمیت کو بالکل ختم کر دیا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔کتنا مختلف لگ رہا تھا احمر اس وقت ہمیشہ والے احمر سے۔وہ اسے دیکھ رہی تھی اسی وقت احمر نے اک تیز نگاہ اس پر ڈالی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلیں عالیہ ......" احمر نے عالیہ کو دیکھتے ہوئے نیہا کو نظر انداز کر دیا۔

"ارے واہ! یہ کیا بات ہوئی بیٹھو بھئی نہ کوئی پروگرام بنا نہ کچھ کھایا پیا بیٹھو ہم سب جائیں گے تم نے ٹھیک کہا احمر زندگی کا ہر لمحہ رنگین تتلی کی مانند ہوتا ہے جو اپنے رنگ اور نقش انسان کی ذات پر چسپاں کر جاتا ہے جو لمحہ گرفت میں ہو اسی کا حسن اپنی ذات میں اتار لینا چاہئے۔سرمایہ سمجھ کر سنبھال کر رکھ لینا چاہئے ...... ہم سب چلیں گے پھر نجانے یہ لمحات ہماری زندگی میں آئیں نہ آئیں کیوں عالیہ ......"

زوہیب کی ہر بات میں عالیہ کی شہادت نے سب کو مشکوک کر دیا تھا' عالیہ نے ناگوار سا تاثر دیا اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

جب سے احمر نے حارث اور نیہا کو ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دیکھا تھا اک بے چینی سی تھی اندر وہ جانتا تھا کہ نیہا معمولی لڑکی نہیں نہ ہی اس کو جیت لینا آسان تھا مگر اسے تو اس جدوجہد میں بھی اک لطف آ رہا تھا۔وہ تو جذبوں کے اس خاردار راستے کے تمام کانٹے پلکوں سے چن لینے کا حوصلہ رکھتا تھا۔ہر خار کی چبھن اسے ایک نشاط آفریں درد سے آشنا کر دیتی مگر اب اسے لگتا تھا جیسے وہ تہی دامن ہو گیا تھا۔منزل گم اور راستے سنسان ہو گئے۔ان راہوں کی دھول دھند بن کر اس کی آنکھوں میں اتر آئی تھی مگر وہ اپنی کوئی کمزوری اس ستم گر پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔جب سب مری جا رہے تھے تو اس کا خیال تھا کہ اپنے کہنے کے مطابق نیہا نہیں جائے گی مگر اس وقت حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا جب گرم لانگ کوٹ میں شہوار اور عالیہ کا ہاتھ تھامے وہ باہر آئی

تھی۔ایک نشاط انگیز احساس خوشبو کی طرح قریب سے گزر گیا ......مگر دوسرے ہی پل دل بجھ سا گیا جب وہ حارث کی طرف بڑھ گئی۔

مری میں ان لوگوں نے خوب انجوائے کیا۔احمر اپنے انداز میں ہنستا ہنساتا رہا تو کسی کو بھی اس کے دل میں ہوتی تکلیف کا گمان تک نہیں گزرا۔سردی اتنی شدید تھی کہ جہاں بیٹھ جاتے اٹھنے لگتے تو محسوس ہوتا کہ جوڑ آپس میں جڑ گئے ہیں' مستقل برف باری ہو رہی تھی۔یوں لگتا تھا جیسے آسمان سے نرم نرم روئی کی بارش ہو رہی ہو۔ان حسین لمحات میں پہلی بار نیہا اپنے ماضی کی اس تلخی کو مکمل طور پر بھول کر انجوائے کر رہی تھی۔

''کتنا مزا آ رہا ہے جی چاہتا ہے زندگی اسی طرح روئی کی نرم پھوار کے احساس کے ساتھ گزر جائے۔''

نیہا نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا' ایک برف کا گولہ اس کے منہ پر آ کر لگا۔اس نے چونک کر مارنے والے کو دیکھا نظریں سامنے احمر پر جا ٹھہریں جو حارث کے قریب کھڑا تھا۔نیہا نے دیکھا تو ایک دم حارث کی اوٹ میں ہو گیا نجانے کیوں احمر کی یہ کھلی گستاخی اسے ناگوار نہیں گزری۔نرم پھوار کی سی ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر آ گئی۔

اک لطیف سا احساس اس کے خواب جزیرے کو چھو گیا مگر دوسرے ہی پل اسے لگا۔اس لطیف احساس کی کلی کو کسی نے نوچ ڈالا ہو۔وہ جلدی سے وہاں سے ہٹ گیا۔

تمام وقت وہ لوگ برف سے کھیلتے رہے اور برف کا روایتی سنومین بناتے رہے۔انجوائے کرتے رہے پھر لڑکے نجانے کہاں غائب ہو گئے وہ ان کے

بنائے ہوئے سنومین کے قریب بیٹھ کران کا انتظار کرنے لگیں۔

"توبہ ہے کتنا خوف ناک لگ رہا ہے ناں یہ اپنے ہی ہاتھوں سے بنایا ہوا سنومین۔"

شام کے اترتے اندھیروں میں شہوار نے بڑے سے سنومین کو دیکھا تو اسے خوف سا محسوس ہوا۔"

"یہ ہمارے والا سنومین نہیں ہے بلکہ جب ہم اندر گئے ہوئے تھے تو لڑکوں نے بنایا تھا ...... ویسے واقعی کچھ خوف سا محسوس ہو رہا ہے۔" عالیہ بھی کھسک کران کے مزید قریب ہوگئی۔

"ویسے رات کو زوہیب اور احمر سنومین کے بارے میں کچھ عجیب وغریب باتیں سنا رہے تھے کہ ایک بار کچھ لوگ یہاں آئے ہوئے تھے۔انہوں نے بھی سنومین بنایا اور بنا کر ڈھا دیا ......تو پتا ہے وہ سنومین دراصل بھوت تھا۔"

"کیا ......کیا بھو...... بھوت ......"

مارے خوف کے سب کی آنکھیں پھیل گئیں شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔خوف بڑھنے لگا وہ اب کھسکنے لگی تھیں کہ لڑکوں کے بنائے سنومین میں ہلکی سی حرکت ہوئی۔تینوں نے سانس روک لئے۔دھڑکنیں تیز ہوگئیں ہاتھ پیروں سے جان نکل گئی۔

"کہاں جا رہی ہو بچیو! یہیں بیٹھو نا اچھا لگ رہا ہے تم لوگوں کا یہاں بیٹھ کر اپنی تعریفیں کرکے جھوٹ بولنا ......اس وقت تم لوگ مجھے اپنی مدت سے بچھڑی ہوئی ساتھی چڑیلیں لگ رہی ہو ...... کہیں تم لوگ وہی میری ساتھی چڑیلیں تو نہیں ہو جو میرے لیے پانی ٹھنڈا کرنے لیے برف کی تلاش میں اس

علاقے میں اسی برف باری میں گم ہوگئی تھیں۔"

عجیب زنگ آلودسی آواز پھنس پھنس کرسنومین کے حلق سے نکل رہی تھی وہ تینوں ایک دوسرے سے چپک گئیں۔ہمت بھی تو نہیں تھی کہ بھاگ جاتیں۔

"میرا خیال ہے اس کو بھوت ماموں کہہ دیتے ہیں ...... سنا ہے ایسی مخلوق کو ماموں کہہ دیا جائے تو بہت لحاظ کیا کرتے ہیں۔"

نیہا نے گھگھیا کر کہا عالیہ اور شہوار کا خیال تھا۔چچا کہا جائے تو زیادہ لحاظ کرتے ہیں۔"

"میں بہت بدلحاظ قسم کا بھوت ہوں۔لڑکیوں کسی رشتے کا لحاظ نہیں کروں گا۔لڑکی نیہا ذرا اپنے تیز دھار والے ناخنوں سے میرے حلق میں کھجانا بڑی خارش ہو رہی ہے۔"

وہ آواز کی طرح زنگ آلودسی پھنسی پھنسی سی خارش آلودہ ہنسی ہنسا تو نیہا کی جان نکل گئی۔

"مم ...... مم ...... میرے ناخن نہیں ہیں۔" آواز اس کے حلق میں اٹک گئی۔

"جھوٹ مت بولو لڑکی اللہ تعالیٰ نے تمہیں حسن کے تمام لوازمات سے نوازا ہے۔ذرا دیکھو کتنے خوبصورت ناخن اللہ نے تم کو دیئے ہیں اور تم جھوٹ بول رہی ہو۔خیر عالیہ بٹی میرے بال ایک عرصے سے الجھے ہوئے ہیں۔ذرا جھاڑو سے میرے بال تو سنوار دو ...... ہاں مانگ آڑی نکالنا ...... آج کل آڑی مانگ کا فیشن ہے ناں ...... ارے شہوار! تم چپ چپ اور فارغ کیوں بیٹھی رہو۔" ذرا میرا میک اپ ہی کردو ...... ہاں لپ اسٹک براؤن لگانا ...... ڈراک

براؤن آج کل ڈراک براؤن فیشن میں ہے ناں ...... ارے آؤ ناں ڈرتی کیوں ہو ...... لاؤ ہاتھ پکڑاؤ۔''

اور جیسے ہی اس نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا تینوں چیخ کر بے ہوش ہو گئیں۔

♥......♥......♥

'' **ہم** ہر میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ چلیں گے۔اپنے حقوق کی جنگ لڑیں گے۔ہم نے کوئی چوڑیاں نہیں پہن رکھیں ہم میں کیا کمی ہے اور حال یہ ہے کہ نقلی بھوت سے خوف زدہ ہو کر بے ہوش ہو گئیں۔حد ہو گئی یار بزدلی کی۔''

دراصل اس سنومین میں احمر چھپا ہوا تھا۔وہ دونوں کہیں دور چلے گئے تھے۔ان کے بے ہوش ہو جانے پر اب مذاق اڑا رہے تھے۔وہ تینوں کھسانی ہو کر ان کو گھور رہی تھیں۔

'' بہت بدتمیز ہو تم لوگ'' شہوار نے احمر کو گھورا۔

'' مجھے معلوم تھا اس قسم کے شراتی کیڑے احمر کے ذہن سے ہی برآمد ہوتے ہیں۔بدتمیز کہیں کے۔'' عالیہ نے احمر کو گھورا۔

'' ہم لوگ تو خیر جتنے بھی بدتمیز ہیں سو ہیں مگر تم لوگ تو ضرورت سے زیادہ بزدل واقع ہوئی ہو یار قسم سے سارے ڈرامے کا بیڑا غرق کر دیا۔''

'' درمیان ہی میں بے ہوش ہو گئیں ...... یہ تو ڈاکٹر صاحبہ ہیں۔''

احمر نے نیہا کو دیکھا جو ابھی تک سہمی ہوئی بچی کی طرح بیٹھی تھی۔

'' ہاں ...... ڈاکٹر ہیں تو کیا ہوا ہم لڑکیاں بھی تو ہیں۔''

شہوار نے سادگی سے اپنی کمزوری تسلیم کر لی۔

'' یار تم لڑکیاں جو بڑے شوق سے لڑکوں کی سیٹ مار کر انسانیت کے جذبے سے سرشار ہو کر شو مارتی ہوئی میڈیکل میں آتی ہو تو حوصلے بھی مردوں والے رکھا کرو ناں ...... یہ تو بتاؤ تم لوگ ڈیڈ باڈی کی ڈائی سیکشن کیسے کرتے ہو۔مردوں سے خوف نہیں آتا۔مجھے تو حیرت ہے لڑکیوں کے ڈاکٹر بننے پر۔''

حارث نے دونوں کو چھیڑا۔

'' خیر خیر ...... ایسی بھی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے بھی عورت کو حوصلہ دیا ہے۔لڑکیاں ڈاکٹر ہی نہیں فضاؤں کو بھی مسخر کر کے پرواز کرتی ہیں۔پائلٹ ہیں نیہا تو اور بولتی کہ احمر ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔''

'' او کے ......اب آپ حقوق نسواں اور کارنامہ نسواں پر لیکچر نہ دینے بیٹھ جایئے گا ...... ہم تو تب جانیں آپ لوگوں کی بہادری کہ نیہا اکیلی جا کر اسٹور روم سے انگیٹھی میں ڈالنے کے لیے کوئلہ لے کر آئیں۔''

احمر کی نگاہوں میں شوخیاں ناچ رہی تھیں۔غیرت اور بہادری کو چیلنج کیا گیا تھا۔اسٹور روم بنگلے کے باہر کہیں بنا ہوا تھا جہاں صرف ایندھن جمع تھا۔

'' مم ......مم ...... چلی تو جاتی مگر میرے سر میں درد ہے۔''

اندر سے وہ خوف سے کانپ رہی تھی یہ بنگلہ تھا بھی تو اچھا خاصا خوفناک۔

'' اچھا تو آپ سر کے بل چلتی ہیں ...... بخدا مجھے قطعی علم نہیں تھا حد ہو گئی بزدلی کی مان لو کہ تم لوگ بزدل ہو۔''

احمر کا انداز اسے چڑا کر بھیجنے والا تھا اور وہ اس میں کامیاب بھی رہا۔

''میں ہرگز بزدل نہیں'' نیہا نے خوف زدہ لہجے میں چیلنج قبول کیا تو لڑکے ایک دوسرے کو دیکھ کر معنی خیزی سے مسکرائے۔

''پھر جائیے کیونکہ کوئلے ٹھنڈے پڑ رہے ہیں۔''

''آؤ عالیہ ......'' اس نے عالیہ کی طرف دیکھا۔

''آں نہیں اکیلی ......''

''صرف اکیلی کی شرط ہے یوں تو ہم جانتے ہیں کہ آپ سب مل کر بھی جائیں گی تو ...... اپنی وے جائیں یا بزدلی قبول کریں۔''

احمر نے نجانے کیا سوچ رکھا تھا اب ایسی بھی بات نہیں تھی کہ وہ احمر کے سامنے بزدلی قبول کر لیتی۔ دل میں آیتیں پڑھتی باہر آ گئی۔ لرزتے قدموں سے اسٹور تک آئی۔ لرزتے ہاتھوں سے دروازے کو ہاتھ لگایا تو دروازہ چرچرا کر خود کھل گیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا ...... اس کا حلق خشک ہو گیا۔ اس نے ٹوکری آگے کر کے کوئلے ڈالنے شروع کیے تو اسے پھنسی پھنسی سی ہنسی کی آواز آئی۔ اتنی سردی کے باوجود پسینہ آ گیا۔ دل میں آیت الکرسی پڑھتے ہوئے اس نے ٹوکری بھر لی اور بھاگنے ہی والی تھی کہ آواز آئی۔

''لڑکی نیہا تم نے میرے حلق کی خارش نہیں مٹائی تھی ناں ...... لاؤ میں تمہارے بالوں میں جھاڑو سے برش کر دوں آؤ شاباش۔'' اس کی روح فنا ہو گئی وہ بھاگی سامنے احمر جا رہا تھا اور وہ چیخ پڑی۔

''احمر! ......'' احمر ان ہی قدموں پر رک گیا تو اس نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ احمر کو لگا جیسے وہ ہواؤں میں پرواز کرنے لگا ہے۔ کتنا مان بھرا اعتماد

تھا اس وقت اس کے ہاتھ کے لمس میں۔

''احمر وہاں ...... وہاں کوئی ہے مگر میں بزدل نہیں ہوں۔ دیکھیں میں نے کوئلوں سے ٹوکری بھر لی ہے۔''

نیہا نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے ٹوکری آگے کی تو اس کی اور احمر کی نگاہیں بیک وقت ٹوکری پر پڑیں مگر نیہا کے ہاتھ میں ٹوکری کے بجائے اپنے جوتے تھے جس کو دیکھ کر وہ کھسیانی سی ہو گئی۔ احمر کی گہری نظریں اس پر ٹھہر گئیں۔

''مجھے یقین آ گیا نیہا کہ آپ بزدل نہیں ہیں مگر وہاں جو کوئی بھی تھا میرا محسن تھا۔'' احمر نے اپنے ہاتھ پر اس کے ہاتھ کی گرفت کو دیکھا تو اس نے کھسیانی سی ہو کر ہاتھ چھوڑ دیا۔

"امی جان آپ یقین کریں اس روز جب عالیہ اور احمر آئے تھے اور میں ان لوگوں کو لے کر نیہا کے کمرے میں گئی تو دونوں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔حارث نے نیہا کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔اب ظاہر ہے کوئی خاص بات ہی کر رہے ہوں گے ناں۔مجھ کو بڑی خوشی اور تسلی ہوئی تھی دونوں ہی رضا مند لگتے ہیں مجھے تو۔"

انیقہ اور عذرا بیگم کو تو ہر وقت نیہا اور حارث کے رشتے کی پڑی رہتی تھی۔انیقہ نے اس روز والا واقعہ عذرا بیگم کو سنایا تو خوشی سے ان کا چہرہ تمتما اٹھا۔

"اچھا بہو اگر ایسا ہی ہے تو مجھے اور کیا چاہیے۔میں تو جلد از جلد دونوں کا نکاح کر دینا چاہتی ہوں۔خدا میری بچی کو اتنی خوشیاں دے کہ اس کا دامن کم

پڑنے لگے۔"

عذرا بیگم نے دامن پھیلا کر ڈھیروں دعائیں بیٹی کو دے ڈالیں۔

"انشاء اللہ ......ضرور اللہ تعالیٰ اس کو بے شمار خوشیاں دے گا۔امی جان آپ نے دیکھا نہیں نیہا کتنی خوش رہنے لگی ہے۔جب سے یہ لوگ آئے ہیں حارث سے تو اب زیادہ ہی دوستی ہوگئی ہے میں تو سوچ رہی ہوں ہوسکتا ہے یہ دونوں پہلے ہی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں۔تب ہی تو حارث بھی اپنی منگنی پر خوش نہیں تھا۔اب منگنی ختم ہوگئی تو کتنا خوش ہے۔"

"ہاں یہ بات تو میں نے بھی نوٹ کی ہے۔ایسا ہو جائے تو خدا کا شکر ادا کرتے نہ تھکوں گی۔اپنے پھر اپنے ہوتے ہیں وہ بدبخت تو میری معصوم بچی کو ...... خدا غارت کرے اس کو۔"

عذرا بیگم ماضی کو یاد کرکے پھر سے آبدیدہ ہوگئیں۔کیونکہ نیہا تو کسی صورت تیار نہیں ہوئی تھی انہوں نے ہی دباؤ ڈال کر اسے آمادہ کیا تھا۔

"امی جان انسان زندگی میں بعض خوفناک خواب بھی تو دیکھتا ہے ناں۔آپ بھی اسے خوفناک خواب سمجھ کر بھول جائیے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں بچا لیا تھا کہ ہماری لڑکی ہمارے پاس رہی۔اگر ساتھ کہیں لے جاتا تو ہمیں اس کی خبر تک نہ ملتی یہاں مسز ادریس ہیں ان کی بہن کے ساتھ ایسا ہوا۔دشمنی میں نکاح کر کے لے گیا وہاں جا کر نجانے کیا کیا مظالم ڈھائے اس پر کہ اس کی لاش ہی واپس ملی۔ہم پر تو اللہ پاک کا خاص کرم ہوا کہ یہیں چھوڑ گیا ورنہ تو ایسی ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔"

"ہاں بیٹی میں تو اپنے رب عظیم کا شکرانہ ادا کر ہی نہیں سکتی۔خیر تم اب

...... نیہا سے بات کرو تا کہ میں کراچی جا کر وحید سے بات کروں۔نجانے کیوں مجھے وہم سا ہو گیا ہے۔چاہتی ہوں نیہا کا حارث سے نکاح جتنی جلدی ہو سکے کر دوں۔''

''تحمل سے امی نیہا اور حارث گھر کے بچے ہیں۔پہلے بھی ہم جلدی کی تھی تو کیا حاصل ہوا۔دونوں پڑھائی سے فارغ ہو جائیں تو شادی کر دیں گے ایک ساتھ۔''

''نہیں بیٹی! یہ میری خواہش ہے تم ایسا کرو نیہا سے اس سلسلے میں بات کرو۔وہ خود درد کی اندھیر نگری سے ہو کر آئی ہے۔روشنی کی طلب اس سے بڑھ کر کس کو ہو گی تم بات کرو اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے۔''

''جیسا آپ کا حکم امی جان! میں آج ہی نیہا سے بات کروں گی آپ آرام کریں۔کافی ٹھنڈ ہو رہی ہے ...... دیکھوں جا کر بچے کہاں ہیں اور نیہا بھی تو بچہ بن جاتی ہے ان لوگوں کے ساتھ۔''

انیقہ نے عذرا بیگم پر لحاف سیدھا کر کے ڈالا اور خود اٹھ کر باہر آ گئی۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

پراف قریب آ رہا تھا نیہا کی نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔اس وقت بھی جبکہ شدید سردی تھی اور دل یہ چاہتا تھا کہ نرم گرم بستر پر کمبل لپیٹ کر پڑ جائے۔اس نے آتش دان کے قریب کرسی ڈالی کبھی بیٹھ کر پڑھنے لگتی کبھی ٹہلنے لگتی اور کبھی فون پر ارم اور نائلہ سے ڈسکشن کرنے لگتی۔

اب بھی وہ پڑھتے پڑھتے تھک گئی تو آتش دان کے قریب کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئی۔اس وقت شدت سے گرم گرم چائے یا کافی کو جی چاہ رہا تھا۔گرم گرم چائے کی مہک آئی تو اس نے حیرت سے آنکھیں کھول دیں۔سامنے انیقہ چائے کے ساتھ پکوڑے لیے کھڑی تھی۔وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

''جیو بھابھی جان! اللہ تعالیٰ آپ کو بے شمار خوشیاں دے۔آپ جیسی بھابھیاں ہی گھروں کو جنت بنایا کرتی ہیں۔'' اس نے وارفتگی سے بھابھی کو پیار کر لیا۔انیقہ وہیں بیٹھ گئی اور بات کے آغاز کے لیے الفاظ تلاش کرتی رہی۔

''واہ مزا آ گیا تیز مرچ والی چیز کے ساتھ چائے پیو تو جلن کا مزا ہی اور ہوتا ہے ...... ہے ناں بھابھی۔''

اپنی بات کی تائید کے لیے اس نے انیقہ کو دیکھا جو گہری سوچ میں تھی وہ چونک گئی۔

''بھابھی کوئی بات ہے کیا؟'' اس نے کپ تپائی پر رکھ دیا۔

''ہوں' ہاں اہم بات ہے؟'' انیقہ اسے بغور دیکھ کر بولی۔

''کہیے ناں بھابھی سسپنس سے پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے۔'' نیہا کو واقعی گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

''موقع مناسب تو نہیں نیہا مگر امی کے کہنے پر بات کر رہی ہوں ماؤں کو تو فکر ہوتی ہے ناں کہ بیٹیاں ڈاکٹر بنیں' انجینئر بنیں یا کچھ اور مگر وقت پر دلہن ضرور بن جائیں۔''

انیقہ نے ڈرتے ڈرتے کہا تھا۔رزلٹ اس کی توقع کے عین مطابق

برآمد ہوا۔نیہا ہتھے سے اکھڑ گئی۔

''بھابھی آپ کو اور امی کو تو بس یہ ہی پڑی رہتی ہے۔آ گیا ہو گا کوئی پرپوزل ...... ایک بار دلہن بنا کر دل نہیں بھرا ہے آپ لوگوں کا ...... دیکھ لیا ہے دلہن بن کر میں نے۔میری روح تک کو جھلسا کر رکھ دیا ہے سہاگ کے جوڑے نے ...... ابھی تو وہ زخم مندمل نہیں ہوئے اور آپ لوگ مجھے پھر دلہن بنانا چاہتے ہیں ...... خدا کے واسطے ...... بھابھی بخش دیں مجھے۔کہہ دیں امی سے معاف رکھیں مجھے ...... اب میں مزید ذلت برداشت نہیں کر سکتی۔''

وہ نئے سرے سے اُدھڑ گئی۔ایک ایک زخم بلبلا اٹھا وہ تڑپ اٹھی۔

''نیہا میری جان ٹھیک ہے تمہارے ساتھ بہت برا ہوا مگر اس کا یہ مقصد تو نہیں ...... اور پھر وہ تو غیر لوگ تھے۔اپنے تو پھر اپنے ہوتے ہیں۔''

انیقہ کی بات کا آخری جملہ نیہا پر یوں گرا جیسے گہری نیند میں کسی نے ٹھنڈا پانی ڈال دیا ہو وہ چکرائی سی بھابھی کو دیکھنے لگی۔

''یہ اپنوں سے کیا مراد ہے آپ کی بھابھی؟'' وہ اس کے قریب آ گئی۔

''نیہا وہ دراصل امی کا بلکہ ہم سب کا خیال ہے کہ تم اور حارث۔''

''واٹ ...... کیا کہا بھابھی آپ نے میں اور حارث اونو ......'' حارث کے نام پر وہ یوں اچھلی گویا کرنٹ لگا ہو۔

''ہاں ...... نیہا اس میں حرج ہی کیا ہے پہلے غیروں کو آزما کے دیکھ لیا۔حارث اپنا ہے ہر لحاظ سے تمہارے قابل ہے۔''

''مجھے اس کی اچھائیوں سے کب انکار ہے بھابھی! لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں ...... نہیں بھابھی ہرگز نہیں ...... حیرت ہے مجھے آپ لوگوں کی سوچ پر کہ

نہ اس سے پوچھا نہ مجھ سے بات کی اور سب کچھ طے کر لیا۔حد کر دی آپ لوگوں نے تو بھابھی۔''

نیہا کو شدید شاک لگا تھا وہ تو حارث کے بارے میں سوچنا بھی گناہ سمجھتی تھی۔

''کیا ہرج ہے نیہا حارث اور تم ایک دوسرے کو جانتے ہو' سمجھتے ہو۔اچھی دوستی ہے دونوں میں اور پھر تمہارے ساتھ ہو جانے والی ٹریجڈی کو کوئی دوسرا انجانے کس انداز میں لے، سمجھے۔حارث تو سمجھتا ہے ناں۔''

''بھابھی جان کسی کو جان لینے اور سمجھ لینے کا مطلب یہ نہیں کہ شادی کر لی جائے۔حارث میرا بہت اچھا دوست ہے اور جتنا وہ مجھے سمجھتا ہے۔کوئی اور سمجھ بھی نہیں سکتا مگر اس کا یہ مقصد تو نہیں کہ میں اس سے شادی کر لوں صرف میں ہی نہیں وہ بھی اس بات کے لیے تیار نہیں ہو سکتا ...... کوئی تک ہے۔نفرت ہے مجھے شادی کے نام سے آئندہ اگر آپ لوگوں نے شادی کا نام لیا تو ...... تو میں ......''

وہ کشن گود میں رکھ کر شدت سے رو پڑی۔

انیقہ کی پلکیں بھی بھیگ گئیں وہ اس کو ساتھ لگا کر بیٹھ گئی۔

''نیہا میری جان تمہارا یہ دکھ تو نہیں' اس دکھ کی چبھن تو ہم سب دل میں محسوس کرتے ہیں مگر جان حقیقت سے فرار بھی تو دانش مندی نہیں۔امی بیمار رہتی ہیں ان کی خواہش ہے کہ......''

''بھابھی ان کی خواہش کے لیے میں نے اپنا سب کچھ تو داؤ پر لگا دیا تھا۔سٹیج پر بیٹھی دلہن آنکھوں میں سہانے سپنے سجائے اپنے دولہا کی منتظر ہوتی

ہے۔لیکن مجھے تو وہ تحفہ ملا جس نے میری روح تک کو گھائل کر دیا۔پلیز بھابھی امی سے کہہ دیں میں دوبارہ ذلیل نہیں ہو سکتی۔اب مجھ میں ہمت نہیں اور حارث کے لیے دوبارہ ایسا نہ سوچیں۔اس لیے کہ میں نے حارث اور زوہیب میں کوئی فرق محسوس نہیں کیا۔''

اس نے الگ ہو کر چہرہ صاف کیا اور واش روم میں چلی گئی۔واپس آئی تو انیقہ وہیں موجود تھی۔

''ٹھیک ہے نیہا حارث نہ سہی ......مگر جان پہاڑ سی زندگی پڑی ہے ابھی۔''

''کس نے کہا ہے کہ زندگی پہاڑ کی سی ہے۔پانی پر بننے والے بلبلے سے زیادہ بے ثبات ہے آپ کی یہ زندگی اور یوں بھی پہاڑ کو ریزہ ریزہ ہوتے کون سی دیر لگتی ہے۔'' وہ دکھ سے بولی۔

انیقہ اٹھ کھڑی ہو گئی۔

''زندگی اسی دھوپ چھاؤں' دکھ درد اور خوشی کا نام ہے نیہا تم دل پر بوجھ نہ ڈالو۔سکون سے پڑھائی کرو میں امی کو سمجھا دوں گی اور تمہاری چائے بھی ٹھنڈی ہو گئی ہے میں تازہ بنا کر لاتی ہوں۔'' انیقہ نے جھک کر اس کی چائے اٹھائی جو اب برف ہو چکی تھی۔

''چلو پڑھائی شروع کرو میں نے کافی وقت برباد کر دیا تمہارا ڈاکٹر صاحبہ؟''

انیقہ پیار سے اس کے گال چھو کر نکل گئی۔

''کیا مشکل ہے آج کل سب مصروف ہیں۔کوئی بھی ہمارے ساتھ نہیں کھیلتا۔سخت بوریت ہو رہی ہے۔''

ٹمی' نومی جو آج کل خود تو فارغ تھے مگر بڑوں کی مصروفیت کی وجہ سے بور ہو رہے تھے۔

''چلو آؤ خود ہی کھیلتے ہیں کرکٹ۔''

''نہیں میں تمہارے ساتھ نہیں کھیلوں گی ہر بار پہلی گیند پر وکٹیں اڑا دیتے ہو۔'' ٹمی اپنے اناڑی پن کو قطعی تسلیم نہیں کرتی تھی۔نومی کی باؤلنگ میں غیب نظر آتے۔

''تمہیں بیٹ تو ڈھنگ سے پکڑنا آتا نہیں ہزار بار بتا چکا ہوں بیٹ کو ایسے پکڑو تم وکٹیں چھوڑ کر کھڑی ہوتی ہو تو گیند تو وکٹوں ہی کو لگے گی اچھا چلو

آؤ۔ میں بتاؤں دیکھو بیٹ کو ایسے پکڑتے ہیں۔''

اس نے باؤلنگ کرائی ٹمی نے شارٹ لگایا گیند ہوا میں اچھلی اور سیدھی گیٹ سے اندر آتے احمر کے ہاتھوں میں چلی گئی۔

''ارے انکل آپ اتنے دنوں میں آئے۔ کہاں تھے آپ؟ ہم تو بہت بور ہو رہے تھے۔'' دونوں بچے بڑی محبت سے اس سے لپٹ کر اس کی غیر حاضری کا سبب پوچھ رہے تھے۔

وہ باری باری دونوں کو پیار کر کے گھاس پر ہی بیٹھ گیا۔

''سر اور میڈم سارے سوالات کے جوابات دینا ضروری ہیں کہ چوائس بھی ہے۔'' اس نے سہمی ہوئی صورت بنا کر دونوں بچوں کو دیکھا۔

''پہلا سوال لازمی ہے کہ اتنے دن کہاں تھے؟ آئے کیوں نہیں۔''

''وہ سر بات دراصل یہ ہے کہ پراف سر پر سوار ہے اور یہ بے حد ٹف ایگزام ہوتا ہے ناں تو...... دیکھو پڑھ پڑھ کر گنجا بھی ہو رہا ہوں۔'' اس نے مسکین صورت بنا کر سر آگے کر دیا۔

''ایگزامز تو ہم بچوں کے ہوتے ہیں آپ لوگ تو بڑے ہو گئے ہیں پھر بھی ایگزامز۔''

''بیٹا امتحان تو انسان آخری سانس تک دیتا رہتا ہے...... خیر یہ بتاؤ باقی قوم گھر پر ہی ہے ناں...... وہ بندریا تو یقیناً کتابیں چاٹ چاٹ کر زبان کالی اور صفحات سفید کر رہی ہوگی۔''

وہ دونوں سمجھ گئے کہ احمر کا اشارہ نیہا کی طرف ہے۔

''انکل آپ نے ان کو کٹ کھنی بندریا کہہ دیا اور جو انہوں نے آپ کو

بھورا بندر کہہ دیا تو......؟''

ٹمی نے اپنی پیاری پھپھو کا بدلہ لیا پہلے تو وہ مصنوعی انداز میں خفا ہوا پھر مسکرا پڑا۔

''تو کیا ہوا خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے بندر' بندریا۔''

اس نے کچھ ایسے کہا کہ بچے کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ وہ خود بھی بے ساختہ ہنس پڑا۔

''ارے ہاں انکل ایک خوشخبری تو آپ کو سنائی ہی نہیں۔'' ٹمی کو ایک دم ہی یاد آ گئی تو احمر نے اس سے بھی زیادہ خوشی اور جوش کا مظاہرہ کیا۔

وہ پوری توجہ سے ہمہ تن گوش ہو گیا۔ ٹمی بھی اس کے قریب ہو گئی۔

''واہ بھئی کس لئے؟ کیا ہماری منی فرینڈ کی برتھ ڈے آ رہی ہے۔''

''نہیں انکل حارث انکل اور پھپھو کی شادی جو ہو رہی ہے رات کو دادو نے بتایا ہے۔''

یہ خبر تھی کہ پگھلا ہوا سیسہ جس نے سماعتوں کو ناکارہ کر دیا تھا۔ یکبارگی اس نکھری دھوپ میں بھی اندھیرا سا محسوس ہوا وہ ڈھے سا گیا۔

''انکل کیا ہوا آپ کو؟'' اس کے چہرے پر اداس شام کے سائے اتنے گہرے ہو گئے تھے کہ بچے بھی پہچان گئے کہ کچھ غلط ہو گیا ہے۔

''ہوں...... ہاں بھئی واہ یہ تو زبردست خبر ہے اب تو گوٹے کنارے والے کپڑے بنانے ہی پڑیں گے...... یہ بتاؤ شادی ہے کب؟''

اس نے بمشکل تمام خود پر قابو پایا۔

''یہ ہی تو گڑبڑ ہے انکل کہ شادی بہت دور ہے۔ دونوں جب پڑھ کر

فارغ ہو جائیں گے تو تب ہو گی ...... سچ انکل بڑا مزا آئے گا بس اب جلدی سے شادی کے دن آ جائیں۔''

بچے بڑی خوشی سے بتا رہے تھے اور اس کے اندر آندھیاں چل رہی تھیں۔طوفان برپا کر دیا تھا ان کی باتوں نے۔''

''ہاں بھئی خوب انجوائے کریں گے۔اب میں چلتا ہوں۔''

وہ مردہ قدموں سے آگے بڑھنے لگا۔

''انکل ابھی تو آپ آئے ہیں کسی کو بھی پتا نہیں میں سب کو بتاتا ہوں۔''

''نہیں نومی مجھے پڑھنا ہے آپ کی پھپھو کی طرح میرے بھی امتحان ہیں بلکہ اب تو صرف میرا ہی امتحان ہے۔'' اس نے دھیمے لہجے میں کہا اور بے جان سے قدموں سے گیٹ سے نکل رہا تھا کہ انیقہ آ گئی۔دور سے اس نے احمر کو جاتے دیکھا۔

''احمر ...... احمر رکو بھئی ......'' وہ آگے بڑھی مگر اس سے قبل وہ گاڑی اڑا کر لے جا چکا تھا۔

''ارے یہ احمر باہر سے کیوں چلا گیا۔کچھ کہہ کر گیا ہے نومی کیوں چلا گیا احمر ......'' انیقہ کو نجانے کیوں اچھا نہیں لگا تھا احمر کا یوں آنا اور باہر باہر سے چلے جانا۔

''پتا نہیں ابھی تو آئے تھے باتیں کر رہے تھے۔اندر جا رہے تھے تو ٹمی نے بتایا کہ حارث انکل اور پھپھو کی شادی ہو رہی ہے ......تو پھر وہ فوراً چپ ہو گئے اور چلے گئے ہمیں تو خود پتا نہیں چلا۔''

بچوں نے جب تفصیل بتائی تو انیقہ ساری کہانی سمجھ گئی۔کچھ یوں بھی

اسے شک تھا کہ احمر کس راستے پر چل پڑا ہے۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

زندگی کی ڈور الجھ سی گئی تھی۔مختلف دلوں کے راستے مختلف دلوں میں بن گئے تھے۔حارث کو اب خود بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ عالیہ اسے پسند کرتی ہے اور عالیہ عام لڑکی نہیں تھی۔اس کی چاہت اس کی پسندیدگی کسی بھی مرد کے لیے اعزاز ہو سکتی تھی۔وہ بے حد خوش تھا جبکہ زوہیب کو بھی اس بات کا اندازہ ہو رہا تھا اور یہ ہی بات اسے گوارا نہیں تھی۔وہ چاہتا تھا عالیہ اس کی طرف متوجہ ہو اور اس کو متوجہ کرنے کی کوشش میں بسا اوقات وہ چھچھور پن پر اتر آتا۔شہوار کو حارث کی چڑ میں واضح طور پر نظر انداز کر دیتا تو وہ ......معصوم سی لڑکی دل تھام کر رہ جاتی۔

وہ لوگ واپس جا رہے تھے۔نیہا نے ضد کر کے امی کو روک لیا تھا۔وہ رک گئی تھیں مگر جیسے جیسے جانے کے دن قریب آ رہے تھے۔شہوار اداس ہو رہی تھی۔

''نیہا میرا جانے کا بالکل دل نہیں چاہتا۔پلیز تم بھی وہاں چلو یا میرا ایڈمیشن بھی یہیں کرا دو؟'' وہ اس کے ساتھ لگ کر سسک سی پڑی۔نیہا سب سمجھتی تھی۔

''میں جانتی ہوں تم ایسا کیوں چاہتی ہو مگر شہوار! حوصلہ نہ ہارو انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔جب ستارہ گردش میں ہوتا ہے ناں تو بہت بڑی بڑی

تبدیلیاں آ جاتی ہیں زندگی میں۔زوہیب تمہارا ہے اور تمہارا ہی رہے گا۔“

نیہا کی پیار بھری تسلی بھی جذبوں کے آئینے پر چھائی گرد کو صاف نہ کر سکی۔

”میں تو اس گردش کی متحمل نہیں ہو سکتی۔میں بہت کمزور لڑکی ہوں آخر زوہیب چاہتا کیا ہے۔یہ وہی زوہیب ہے جو کہا کرتا تھا تم میری پہلی اور آخری محبت ہو۔“ وہ پھر سسک پڑی۔

”مرد ہر لڑکی سے یہ ہی کہتے ہیں کہ تم میری پہلی اور آخری محبت ہو...... پہلی اور آخری محبت کے درمیان نجانے یہ کتنی محبتیں کرتے ہیں اور پھر ہر طرف سے ناکام ہو جانے کے بعد واپس اپنی پہلی محبت کے پاس لوٹ آتے ہیں اس لیے تو کہتے ہیں۔

وہ کہیں بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی بات اچھی ہے میرے ہرجائی کی

عالیہ بڑی اچھی لڑکی ہے تم اس کی طرف سے بدگمان نہ ہونا۔وہ تمہاری بھابھی بلکہ ہماری بھابھی بنے گی۔“

”ہوں......“ شہوار نے حیرت سے نیہا کو دیکھا تو اس نے ساری بات اسے بتا دی۔

اگلے روز ان لوگوں کو جانا تھا۔انیقہ نے رات ڈنر پر عالیہ اور احمر کے ساتھ ان کے گھر والوں کو بھی بلایا ہوا تھا۔سب اداس سے تھے۔

”شاہد بھائی آپ زوہیب‘ حارث اور نیہا کو تو جانتے ہی ہیں۔یہ شہوار ہیں نیہا کی کزن اور حارث کی بہن۔“ احمر نے اپنے کزن شاہد سے تعارف

کرایا اور شاید آپ لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ شہوار زوہیب کی منگیتر بھی ہے۔“

حارث نے یہ حقیقت جان بوجھ کر عیاں کی تھی۔زوہیب سناٹے میں آ گیا۔عالیہ کے لیے یہ نئی اطلاع تھی وہ خوشی سے اٹھ کر شہوار کے پاس آ بیٹھی جو گم صم ہو گئی تھی زوہیب کا چہرہ تپ گیا تھا۔

”ارے واہ اتنی اچھی بات تم لوگوں نے چھپائے رکھی۔آج تک کسی نے بتایا ہی نہیں کہ زوہیب اور شہوار منگیتر ہیں۔“

”کیوں عالیہ ہماری دوسری بھابھی کیسی لگیں؟“ نیہا پیار سے شہوار کو دیکھنے لگی۔

”واہ نیہا بھابھیوں کے معاملے میں تو تم بڑی خوش قسمت ہو۔زوہیب یہ بڑی غلط بات ہے کہ تم نے آج تک بتایا ہی نہیں کہ تم منگنی شدہ ہو اور اتنی پیاری منگیتر رکھتے ہو۔اینی وے مبارک ہو......“ عالیہ نے براہ راست زوہیب سے کہا تو ایک بے جان اور کھسیانی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر آ گئی۔سب ہی ہنس بول رہے تھے زوہیب چپ سا ہو گیا تھا یوں گویا منگنی نہیں اس کی کوئی غلط بات ظاہر ہو گئی ہو۔شہوار مجرم سی بنی سہمی ہوئی چور نظروں سے اسے دیکھ کر دکھ کی گہرائیوں میں گرتی جا رہی تھی۔مہمانوں کے چلے جانے کے بعد زوہیب سب پر گرم ہو گیا کہ کیا ضرورت تھی منگنی کا بتانے کی۔

”ارے واہ یہ کیا بات ہوئی منگنی تو اتنا خوبصورت سا تعلق ہے کہ لوگ خوشی اور شوق سے بتاتے ہیں اور تم ہو کہ خفا ہو رہے ہو۔“

نیہا نے اسے چھیڑا تو تپا ہوا وہ پہلے ہی تھا اور پھٹ پڑا۔

”ہاں تو پھر پمفلٹ چھپوا کر پھیلا دو اس منگنی کے...... منگنی منگنی......“

زوہیب انگارے چبا رہا تھا۔

”زوہیب تم گرم کیوں ہو رہے ہو۔ یہ تمہاری غلطی ہے کہ تم نے عالیہ کو منگنی کا نہیں بتایا اب اگر بتا دیا گیا ہے تو اس میں اتنے سیخ پا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔“

حارث نے بڑے تحمل سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو اس نے غصہ سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

”تم تو اس معاملے میں چپ ہی رہو۔ میں سب جانتا ہوں تم مجھ سے جیلس ہو۔ یہ سارا ڈرامہ تمہارا ہی تحریر کردہ ہے اور تعلق کی جس ڈور کو تم لوگ منگنی کا نام دیتے ہو وہ میں آج توڑتا ہوں ...... ختم کرتا ہوں یہ منگنی۔“

ماں کو روتا ہوا دیکھ کر وہ ان کی طرف بڑھا۔

”کیا ہوا ...... امی جان! آپ کیوں رو رہی ہیں۔“

بڑے سعادت مند بیٹے کو دیکھ کر انہوں نے سارا دکھ بیٹے کے سینے میں منتقل کر دیا غصے سے عاصم کی رگیں تن گئیں۔

”امی! آپ چپ ہو جائیں میں دیکھ لیتا ہوں زوہیب کو اس کی یہ جرأت کہاں ہے یہ زوہیب ...... زوہیب۔“

عاصم غصے میں باہر کی طرف بڑھا۔ انیقہ جھٹ آگے بڑھی اور اس کا بازو تھام لیا۔ نیہا کی بھی جان نکل گئی عاصم کا غصہ بڑا خطرناک تھا۔

”عاصم حوصلے اور تحمل سے کام لیں' سرکش گھوڑے اور جوان اولاد کو بڑے پیار اور نرمی سے ڈیل کرنا پڑتا ہے ورنہ یہ ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ فی الحال

آپ اس سے بات نہ کریں میں پوچھتی ہوں کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے۔ یقیناً کوئی خاص بات ہی ہوگی آؤ نیہا۔''

زوہیب نے ان دونوں کو دیکھا اور نظریں جھکا کر ہٹ کر بیٹھ گیا۔غصہ اترا تو اندازہ ہوا کہ وہ کتنی بڑی بات کر چکا ہے۔اب بھائی اور بہن کے سامنے مجرم کی حیثیت سے کھڑا سوچ رہا تھا کہ کیا جواب دے۔

''زوہیب! یہ عالیہ کا کیا معاملہ ہے۔'' انیقہ کے جملے پر اس کا سر مزید جھک گیا۔

''میرے اور عالیہ کے درمیان کچھ نہیں۔'' اس کا صاف لہجہ اس کی بات کی سچائی کی گواہی دے رہا تھا۔

''اگر کچھ نہیں تو پھر تم نے اس کو بنیاد بنا کر اس معصوم لڑکی سمیت سب کے دل کیوں توڑ دیے' امی ہارٹ پیشنٹ ہیں۔ان کو کس قدر دکھ پہنچا ہے کہ وہ دل تھام کر بیٹھ گئی ہیں کیوں کیا تم نے ایسا۔''

''پتہ نہیں بھابھی! کیا ہو گیا تھا مجھے ...... لیکن خدا کی قسم میں نے یہ دانستہ نہیں کہا۔بس غصے میں میرے منہ سے نکل گیا۔''

اس کا لہجہ صاف اور نادم سا تھا۔

''کس بات کا غصہ تھا تمہیں' صرف یہ کہ تمہاری اور شہوار کی منگنی کو ظاہر کیوں کیا گیا۔اسی بات پر غصہ آیا تھا ناں تمہیں۔یہ تو کوئی ایسی بات نہیں تھی۔''

نیہا کو اس کی بات پر غصہ آ گیا۔

''ہاں ...... ہاں میں مانتا ہوں میرے اور عالیہ کے بیچ دوستی ہے مگر وہ نہیں جو تم لوگ سمجھ رہے ہو۔''

''اور تمہیں یہ حق کس نے دیا کہ شہوار جیسی معصوم لڑکی کا دل توڑو۔معلوم ہے وہ کتنا چاہتی ہے تمہیں۔

''اور شاید اس کی طرح کسی کو بھی معلوم نہیں کہ میں اسے کتنا چاہتا ہوں۔ بس کوئی سمجھ نہیں رہا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔میرا پرابلم کیا ہے۔''

''دیکھو زوہیب! یہ جو آپس کے تعلق ہوتے ہیں جتنے خوب صورت ہوتے ہیں اتنے ہی نازک بھی ہوتے ہیں۔تعلقات کے آئینے پر غلط فہمی یا شک کی گرد پڑ جائے تو بہت کچھ اس کی لپیٹ میں آ جاتا ...... جب تمہیں عالیہ سے کوئی لینا دینا نہیں ہے تو کیوں دل خراب کرتے ہو بتاؤ کیا بات ہے۔''

انیقہ نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ ان کو دیکھنے لگا۔عجیب طرح کا الجھاؤ تھا اس کے چہرے پر اس کی نظروں میں عجیب سی تحریر تھی جو انیقہ کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

''اتنا یاد رکھنا زوہیب! میں تمہیں شہوار کی حق تلفی ہرگز نہیں کرنے دوں گی۔ایسا ہوا تو تم مجھے کھو دو گے اپنی اکلوتی بہن کو ......'' نیہا نے بھی جذباتی جملہ کہا۔

''میں عالیہ کو کیا سمجھتا ہوں اس سے کیا چاہتا ہوں یہ کوئی نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی میں اپنا مقصد حاصل کرنے تک بتاؤں گا بس۔''

وہ فیصلہ کن لہجے میں بولتا ہوا باہر نکل گیا تو وہ دونوں کچھ نہ سمجھتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔

زوہیب کے رویے نے خاندان کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا' عذرا بیگم تو چپ سی ہوگئی تھیں۔آج شام کو ان لوگوں کی واپسی تھی۔سب عذرا بیگم کے کمرے میں جمع تھے سوائے زوہیب کے جو صبح سے کمرے میں بند تھا۔

''تائی امی پلیز؟ آپ اتنا اثر کیوں لے رہی ہیں' آپ کی طبیعت پہلے ہی خراب رہتی ہے اور آپ۔'' حارث نے بڑھ کر عذرا بیگم کو سمجھانا چاہا جو شہوار کو ساتھ لگائے کھڑی تھیں۔شہوار کو انہوں نے بڑے ارمانوں سے وحید صاحب سے مانگا تھا وہ تو یہ بھی سوچ کر ہول رہی تھیں کہ بھائیوں جیسے دیور کو کیا منہ دکھائیں گی۔

''ارے میرے چاند میری عمر بھر کی ریاضتوں کی کمائی لٹ گئی تو کیا اب

افسردہ بھی نہ ہوں' کیا جواب دوں گی میں تمہارے والدین کو کیا سوچیں گے وہ کہ میں نے توڑنے کے لئے یہ تعلق جوڑا تھا۔ارے مجھے خبر ہوتی کہ میری اولاد میں سے کوئی اس حد تک گر سکتا ہے تو' تو زوہیب مر بھی جاتا تو میں شہوار کو اس کے لئے ہرگز نہ مانگتی۔ہونہہ عباس تو اچھے رہے ایک اٹیک میں ان جھنجھٹوں سے آزاد ہوگئے۔میں بدنصیب ہی رہ گئی اولاد کی گستاخیاں دیکھنے اور ذلت برداشت کرنے کے لئے۔''

''میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کو جرات ہوئی کیسے یہ حرکت کرنے کی اور یہ عالیہ کا کیا چکر ہے' بند کردو احمر اور عالیہ کا آنا جانا حد ہوگئی جذباتی پن کی۔''

''آرام سے' سکون سے عاصم اسی جذماتیت نے تو ہمیں آج یوں نیم جان کر دیا ہے اور آپ بھی اسی طرح جذباتی ہو رہے ہیں۔احمر یا عالیہ کا اس میں کوئی قصور نہیں دونوں بڑے اچھے بچے ہیں بلکہ ان کا خاندان تو بے حد اچھا ہے۔عالیہ تو اتنی اچھی لڑکی ہے کہ میری تو خواہش ہے کہ وہ ہمارے گھر میں ضرور آئے مگر۔'' انیقہ کی بات پر حارث اور نیہا نے اسے دیکھا مگر عاصم اس وقت شدید غصے میں تھا۔عالیہ کے چکر میں تو پرانے رشتوں کو توڑ رہا ہے۔

ڈھٹائی حد دیکھو نہ سوری نہ معذرت اسے سمجھاؤ اگر وہ لائن پر نہیں آیا تو میں اسے کاٹ کر ایسے پھینک دوں گا جیسے کسی کینسر زدہ عضو کو کاٹ دیا جاتا ہے۔عاصم زندگی میں شاید پہلی بار اتنے غصے میں آیا تھا۔

''ٹھیک ہے عاصم! زوہیب کی اس حرکت نے سب کو بہت ہرٹ کیا ہے

مگر انسان کی زندگی میں اکثر ایسے مقامات آ ہی جاتے ہیں۔میں نے بڑی تفصیل سے زوہیب سے بات کی ہے وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہے اس نے خود قرار کیا ہے کہ عالیہ سے اس کی کوئی جذباتی وابستگی نہیں اور یہ کہ شہوار کی جگہ کوئی دوسری لڑکی نہیں لے سکتی۔'' زوہیب سے گفتگو کے بعد کم از کم انیقہ تو مطمئن ہوگئی تھی اور اس کی بات پر اعتبار بھی آ گیا تھا لیکن شکستہ دل شہوار کو بھابھی کی یہ بات دکھ دے گئی الفاظ آنسوؤں میں ڈھل گئے۔

'' چھوٹی سی غلط فہمی بعض اوقات بڑے بڑے تعلق توڑ دیا کرتی ہے بھائی' اور رہی بات جگہ کی تو اب مجھے اپنی جگہ بھی نہیں چاہیے۔اس انسلٹ کے بعد میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔'' شہوار نے اب تک برداشت کیا تھا مگر پیمانہ صبر لبریز ہوگیا تو چھلک پڑا۔عاصم' شہوار کے قریب آ گیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

'' تمہاری نہیں بلکہ ہماری انسلٹ ہے شہوار اس کا ہم سب کو دکھ ہے مگر تمام راستے بند نہ کرو واپسی کا کوئی ایک دروازہ کھلا رکھنا ہی دانش مندی ہوتا ہے۔'' شہوار' تعلق کی ٹوٹی ڈور کو جوڑا بھی جا سکتا ہے۔اس کی بات پر شہوار کے سینے سے ایک زخمی سانس باہر آیا اس نے دھند کے پیچھے کھڑے عاصم کو دیکھا' کتنے اچھے تھے یہ سب کتنی محبت تھی ان سب میں مگر نجانے کس کی نظر لگ گئی تھی ان کی پرسکون زندگی کو۔

'' عاصم بھائی ٹوٹی ڈور کو گرہ لگا کر جوڑیں گے تو گرہ تمام عمر چبھتی رہے گی اور شاید میں بہت بے حوصلہ ہوں یہ چبھن برداشت نہیں کر پاؤں گی۔تائی امی بہو نہ سہی بیٹی تو میں ہوں ناں آپ کی' ماں بیٹی کے رشتے سے بڑھ کر پھر کون

سا رشتہ ہو سکتا ہے۔'' شہوار نے پلٹ کر عذرا بیگم کو دیکھا اور ان سے لپٹ گئی۔

'' تائی امی آپ بالکل بھی فکر نہ کریں انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا' رہی بات امی ابو کی تو ہم ان کو کچھ بھی نہیں بتائیں گے کہ کیا ہوا ہے۔''

'' یہ تو بہت اچھا ہوگا حارث ورنہ ہم چچا جان اور چچی جان کی وجہ سے اس قدر پریشان ہیں کہ حد نہیں اس بار جب میں گیا تھا تو چچا جان نے کہا تھا کہ اب ان دونوں کی شادی کر دی جائے تا کہ زندگی پر چھایا جمود تو ٹوٹے مگر ان کو کیا خبر کہ یہاں۔''

'' عاصم بھائی اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے۔زوہیب کو جتنا میں سمجھتا ہوں اتنا کوئی نہیں سمجھ سکتا وہ ایسا کیوں کر رہا ہے' میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں مگر پر یقین نہیں ہوں۔میں اپنے وہم کی تصدیق زوہیب ہی سے کراؤں گا۔تائی امی آپ بالکل بھی دکھی نہ ہوں اور آپ اس پاگل شہوار کی باتوں کا اثر بھی نہ لیجیے گا۔جب انسان ہرٹ ہوتا ہے تو ایسی ہی جذباتی اور بے سروپا باتیں کرتا ہے۔بس آپ بے فکر ہو جایئے اور اپنا خیال رکھیے۔'' حارث بھی عذرا بیگم کے قریب آ کر بیٹھ گیا تو انہوں نے اسے ساتھ لگا لیا۔

'' جیتے رہو بیٹے خدا تم لوگوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔کامیاب کرے میں تو وحید اور تمہاری ماں کا سامنا کرنے سے اداس ہوں۔''

'' بس اب آپ کو اداس ہونے کی قطعی ضرورت نہیں اب سب لوگ

اپنا اپنا موڈ درست کرلیں اور سنو اے بے حوصلہ لڑکی حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں' انسان کو اپنا حوصلہ بلند رکھنا چاہیے۔تم اور زوہیب ہو ہی احمق' لے کر سب کو پریشان کر دیا۔'' حارث نے شہوار کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی تو وہ شاکی نظروں سے بھائی کو دیکھتی ہوئی باہر نکل گئی۔وہ زوہیب کے کمرے کے سامنے سے گزر رہی تھی کہ اسی وقت وہ باہر نکل آیا۔شہوار تیزی سے آگے بڑھ جانا چاہتی تھی مگر زوہیب نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

'' شہوار پلیز' پلیز میری بات تو سنو۔'' زوہیب کے لہجے میں ندامت پچھتاوا اور الجھاؤ سا تھا مگر اس کے ہاتھ میں وہی حدت اور وہی گرم جوشی تھی شہوار تیورا کر مڑی۔

'' کیا کچھ باقی رہ گیا ہے سنانے کو۔'' وہ کڑوے بادام کی طرح تلخ ہو رہی تھی۔

'' اتنی اجنبی نہ بنو شہوار'' اس کے اس انداز پر وہ جزبز ہوا۔

'' مجھ میں اور آپ میں دوستی تو شاید کبھی بھی نہیں ہوئی زوہیب صاحب ہم تو سدا کے اجنبی ہیں اور پلیز آئندہ کبھی نہ پیچھے سے مجھے پکارنا اور نہ آگے بڑھنے کی کوشش کرنا اس لیے کہ ریجیکٹ ہونے کی اذیت اس قدر تکلیف دہ ہوتی ہے کہ بسا اوقات تو حوصلے جواب دے جاتے ہیں۔''

'' طنز نہ کرو شہوار پلیز میری بات سمجھنے کی کوشش کرو میں' میں بہت الجھا ہوا ہوں۔بہت پریشان ہوں کوئی سرا میرے ہاتھ نہیں آ رہا پلیز ہیلپ می۔''

زوہیب اسی وقت اتنا پریشان لگ رہا تھا جیسے کوئی گہرے پانی میں ڈوب رہا ہو اور مدد کے لئے کسی کو پکار رہا ہو۔

'' جو لوگ اپنے گرد بے معنی اور خود ساختہ الجھنوں کا خود جال بنتے ہیں۔اس الجھاؤ سے ان کو کوئی دوسرا نہیں نکال سکتا۔میں کم از کم اب تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکتی۔'' پھر وہ پکارتا ہی رہ گیا مگر وہ ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھ گئی۔

"حارث تم نے جو امی کو اتنی جاندار تسلیاں دی ہیں ان کا بیک گراؤنڈ کیا ہے؟" حارث اپنا سامان پیک کر رہا تھا کہ نیہا آ گئی۔ وہ شرٹ تہہ کر کے واپس اس کی طرف مڑا۔

"دیکھو نیہا ہم انسان ہر بات سے بے خبر ہوتے ہیں خدا کو معلوم ہوتا ہے کہ انسان خسارے میں جا رہا ہے یا نفع میں' لیکن چھٹی حس تو خدا نے سب کو دے رکھی ہے ناں۔ جس سے انسان اندازے لگا لیتا ہے اور میں بھی زوہیب کے اس رویے کے پیچھے جو بین السطور کہانی ہے اس کی ہیڈ لائن جان گیا' بس اب کنفرم کرنا چاہتا ہوں اور یہ کام اب تم کرو گی۔"

"میں مگر کیسے؟ میں تو یہاں ہوں اور تم بھی آج جا رہے ہو۔"

"ہاں ہم لوگ جا رہے ہیں مگر عالیہ چند روز ٹھہر کر آئے گی۔"

"تمہیں یہ کیسے پتا چلا کہ وہ چند روز ٹھہر کر آئے گی۔"

"کل فون آیا تھا۔"

"اوہو تو ڈائیریکٹ ڈائیلنگ شروع ہو گئی۔" اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی نیہا نے اسے چھیڑا تو وہ جھینپ گیا۔

"جی نہیں کل جب تم لوگ شاپنگ کرنے گئی تھیں تو تمہارے لیے اس کا فون آیا تھا۔ ظاہر ہے فون میں نے ریسیور کیا تھا تو مجھ سے ہی بات ہونا تھی۔ اب تم یہ کرنا کہ جو بھی صورت حال ہے ناں اس کو بتا دینا۔ زوہیب کا رویہ سب کچھ اور یہ بھی پوچھ لینا کہ اس کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟ اگر اچھی رائے ہے تو ہم اسے پروپوز کرنے آ جائیں یا نہیں؟"

"بڑی جلدی میں ہو' میں نے کہا تھا ناں کہ عالیہ ایسی لڑکی ہے کہ۔"

نیہا نے اسے پھر چھیڑا تو وہ گہرا سا سانس لے کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ شہوار کی ہر وقت بھیگی پلکیں اس کو بہت تڑپاتی تھیں۔

"ہاں نیہا اس میں کچھ شک نہیں کہ میں عالیہ کو پسند کرتا ہوں مگر جلدی میں اس لیے کر رہا ہوں کہ اسی طرح اصل صورت حال سامنے آئے گی۔ زوہیب کیا چاہتا ہے صرف اسی صورت میں معلوم ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے حارث تم بے فکر ہو جاؤ' اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" پھر شہوار' حارث اور زوہیب واپس کراچی چلے گئے جاتے وقت شہوار کتنا ٹوٹ کر روئی تھی۔ نیہا کے ساتھ لگ کر' زوہیب عجیب الجھا ہوا نادم سا لگ

رہا تھا۔ان دونوں کی شکلیں اس کی نگاہوں کے سامنے ٹھہر سی گئی تھیں۔وہ آتش دان کے قریب بیٹھی اس الجھے تعلق کا کوئی سر ڈھونڈ رہی تھی۔

♥......♥......♥

"السلام علیکم گھر والو کہاں پائے جاتے ہو۔" احمر آیا تو ہر طرف خاموشی تھی' انیقہ کچن میں تھی' احمر کی آواز پر جلدی سے باہر آ گئی۔

"وعلیکم السلام احمر! تمہارے تو کان کھینچنے چاہیے۔" انیقہ نے اس کے جھکے ہوئے شانے پر ہاتھ پھیر کر اس کا کان زور سے پکڑا۔

"یہ غضب نہ کیجئے گا بھابی کان لمبے ہو گئے تو کوئی لڑکی نہیں دے گا آپ کے بھائی کو پھر آپ کا یہ مسکین بھائی ڈیش ڈیش رہ جائے گا۔"

"مجال ہے کسی کی جو تمہیں لڑکی دینے سے انکار کرے۔"

"اچھا یہ بات ہے تو" احمر کی آنکھوں میں تھوڑی دیر کے لئے روشنی چمکی مگر پھر ایک دم سایہ سا لہرا گیا وہ سیدھا ہو گیا۔

"اچھا خیر چھوڑیں کیا حال احوال ہیں سب کے۔میرے دوست کدھر ہیں۔" وہ صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔

"اپنے ابو کے ساتھ باہر گئے ہیں مگر وہ دونوں تم سے سخت خفا ہیں کہاں تھے اتنے دن سے۔"

تم بھی خفا ہو' لوگ بھی برہم ہیں دوستو
اب ہو چلا ہے یقین کہ برے ہم ہیں دوستو

اسی وقت نیہا کسی کام سے اندر آ گئی تو یہ شعر گویا آپ ہی آپ زبان سے پھسل گیا۔نجانے اس کی آواز میں کیا تھا کہ اس کے لہجے کا لوچ نیہا کے دل میں اتر گیا۔مگر وہ توجہ دیئے بغیر اپنے کاموں میں لگی رہی۔احمر کی گہری نظریں اسی پر تھیں۔

"بھابی یہ محترمہ آپ کی نند ہوتی ہیں ناں۔"

"ہاں خوش قسمتی سے نند ہی ہوتی ہیں۔"

"تو پھر ان کو کسی ٹریننگ اسکول میں ایڈمیشن دلوا دیں کچھ مینرز ہی سیکھ لیں۔ارے کل کو پرائے گھر جائیں گی تو آپ ہی کا نام ڈبوئیں گی نہ سلام' نہ دعا' نہ بڑے چھوٹے کا لحاظ نہ دوستی دشمنی کی پروا' بچوں کو ہر قسم کے آداب سے آگاہ ہونا چاہیے تاکہ پرائے گھر جا کر لیکن شاید یہ تو اپنے ہی گھر جائیں گی ناں۔" بولتے بولتے اس کے شوخ لہجے میں شام کا سناٹا سا گونج گیا۔نیہا نے پلٹ کر اسے دیکھا یکبارگی نگاہیں ملیں اور جھک گئیں۔نیہا الجھی سی وہاں سے آ گئی۔وہ بھی چپ سا ہو گیا انیقہ اس کی بات کا مطلب سمجھ گئی تھی۔وہ آج اس سے تفصیل سے بات کرنا چاہتی تھی کیونکہ احمر اسے شروع ہی سے پسند تھا۔

"ارے ہاں بھابی یاد آیا یہاں تو کسی کی شادی وادی ہو رہی تھی کیا پروگرام ہے۔" احمر کو اپنی بات کی گہرائی کا احساس ہوا تو اس کے اثر کو کم کرنے کی غرض سے شوخی سے بولا' انیقہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"کیوں تم نے تیاری کر لی ہے؟"

"جی ایسی ویسی خوب گوٹا کناری والے کپڑے' جیولری وغیرہ وغیرہ۔"

"لیکن افسوس کہ تمہاری ساری تیاری دھری رہ جائے گی۔"

"ہائے اللہ وہ کیوں کہیں کسی دشمن کی نظر تو نہیں لگ گئی۔" انیقہ کی طرف سے اس معمولی اشارے سے نجانے وہ کیوں مطمئن اور شوخ ہو کر اچھل پڑا۔

"ہاں بھئی، واقعی کسی دشمن کی نظر ہی لگ گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے ہم سب بڑے تو یہی چاہتے تھے مگر۔"

"مگر ......" احمر کے جذبوں کی ڈوبتی ناؤ توازن پکڑنے لگی تھی۔

"مگر یہ کہ شادی ہوتی ہے لڑکے لڑکی کی رضا مندی سے جب دونوں ہی اس سنجوگ کے لئے تیار نہیں تھے تو زبردستی تو نہیں کی جا سکتی۔"

"اور دونوں رضا مند کیوں نہیں تھے دونوں کی جوڑی تو خوب جچتی۔" احمر کے اندر تو اس انہونی خوشی کی پھلجھڑیاں سی چھوٹنے لگی تھیں۔ مگر وہ تصدیق کرنا چاہتا تھا۔

"اچھا دل سے کہہ رہے ہو یہ بات کہ ان کی جوڑی خوب جچتی۔" انیقہ نے گہری نظروں سے اسے دیکھا تو دل کا چور پکڑے جانے پر اس نے نظریں جھکا لیں۔

"بھئی بات یہ ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو بہن بھائی سمجھتے ہیں یعنی انہوں نے کبھی ایک دوسرے کو کسی اور نظر سے دیکھا نہ سوچا تو پھر ہم کیا کر سکتے تھے۔"

"اوہ خدایا تیرا شکر ہے" احمر اتنے دنوں سے اس پریشان کن صورتحال سے دوچار تھا آج بھابھی کے الفاظ نے پریشانی کو کچھ کم کیا تو اس کا دل بے

اختیار خدا کے حضور شکر ادا کرنے لگا۔ انیقہ اس کے انداز سے اس کے چہرے پر چمکتی خوشی کو دیکھ کر سب کچھ سمجھ چکی تھی۔

"بھابھی، میں میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" وہ بے حد خوش تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسی وقت بات کہہ دے یا کچھ انتظار کرے۔

"تم وہ بات کہنا چاہتے ہو جو تمہاری آنکھوں سے عیاں ہے، چہرے پر لکھی ہے۔" انیقہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ کھڑا ہو گیا۔

"میں چلتا ہوں بھابھی!" احمر کچھ کہہ نہیں پایا تو گھبرا کر جانے کے لئے اٹھ گیا مگر انیقہ کی آواز پر اس کے قدم جم سے گئے۔

"سنو احمر تم سے کچھ سننے سے قبل میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں، تم جذبوں کی کن شدتوں پر ہو، یہ اسی روز معلوم ہو جائے گا۔ اب تم جاؤ اور پرسکون ہو کر امتحان دو تم بہت اچھے لڑکے ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے اچھے نیک بندوں پر خاص کرم کرتا ہے خدا حافظ۔"

”**اچھا** تو کل تم جا رہی ہو‘ عالیہ پھر نہ جانے کب ملنا ہو آج اور کل کے دن میں سے کچھ لمحات تم میرے نام کر دو۔“

”کچھ لمحات ارے جناب ہم تو تمام عمر آپ کے لئے اٹھا کر رکھ دینے کو تیار ہیں۔“

”اچھا خیر یہ ڈائیلاگ تو آپ کسی اور کے لئے اٹھا رکھیں میں کسی اور سلسلے میں تم سے ملنا چاہتی ہوں تم آؤ گی یا میں آ جاؤں۔“

”ہوں تو یہ بات ہے“ عالیہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر اسی وقت احمر اندر آیا تو گویا عالیہ کی سوچ کو راہ مل گئی۔

”ایسا ہے نیہا کہ میرا وہاں آنا تو اب مشکل ہے ایسا کرو تم ہی آ جاؤ ہو سکتا ہے کسی کا فائدہ ہو جائے۔“

”اچھا پھر چائے تیار کرو میں نکل رہی ہوں خدا حافظ۔“

ریسیور رکھ کر عالیہ نے پلٹ کر احمر کو دیکھا جو سینے پر ہاتھ باندھے کھڑکی سے ڈوبتے سورج کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر عجیب طرح کا سکون اور اطمینان روشن تھا۔ عالیہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر اس کے مقابل آن کھڑی ہوئی۔

”اب تو خوش ہو جاؤ بھائی۔“

”کیوں کون سا قالون کا خزانہ میرے نام کر دیا ہے آپ نے کزن صاحبہ۔“

”صرف تمہاری خاطر میں نے نیہا کو یہاں بلایا ہے کیا یہ کسی خوشی کے خزانے سے کم ہے تمہارے لیے۔“ عالیہ نے اسے چھیڑا۔

”پل دو پل کو آنا اور آ کے چلے جانا یہ بھی کوئی خوشی ہے۔ یہ تو اور بھی زیادہ اذیت ناک ہے عالیہ کچھ ایسا کرو کہ وہ آئے اور آ کر نہ جائے۔“ اس نے اک گہرا سانس لے کر کہا تو عالیہ ہنس دی۔

”خدا کو منظور ہو تو انشاء اللہ ایسا ضرور ہو جائے گا‘ نیہا مجھے بھی بے حد پسند ہے۔“

”یہ تو ہم بہن بھائی کی یک طرفہ پسندیدگی اور چاہت کے جذبے ہیں ناں عالیہ وہ کیا چاہتی ہے کچھ علم نہیں اور میں خیرات میں اس کا ساتھ نہیں چاہتا‘ اعزاز کے ساتھ اس کا پیار چاہتا ہوں مگر لگتا ہے عالیہ کہ اس کے احساس تک رسائی کا راستہ اتنا طویل ہے کہ......“ نیہا کی بے اعتنائی اس کی ہمت توڑ دیتی تھی۔

"جذبے اگر صادق ہوں تو راستے سمت جایا کرتے ہیں خودبخود کم از کم میرا تو اسی بات پر یقین ہے۔" عالیہ کی آواز کی گہرائی میں حارث کا پروقار چہرا ابھر آیا۔

"ہاں تم یہ بات کہہ سکتی ہو' حارث واقعی بے حد اچھا لڑکا ہے' شاید تمہیں معلوم نہیں کہ ان کے گھر والے کیا کرنے جا رہے تھے نیہا اور حارث۔"

"ہاں مجھے حارث نے سب کچھ بتایا ہے۔"

"اوہو تو گویا اس حد تک انڈر اسٹینڈنگ ہوگئی ہے کہ سب کچھ۔" احمر نے اس کے کھلے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا جس پر واضح تحریر کے آئینے میں حارث کی صورت نظر آ رہی تھی۔

"بھئی ہم لوگ کلاس فیلو بھی تو ہیں" عالیہ اس کی بات پر جھینپ سی گئی۔

"کلاس فیلوز تو ہم بھی ہیں مگر کوئی راہ و رسم نہیں وہ اپنی رعونتوں کے جلال میں کھڑی ہے اور میں اپنی تمناؤں کے ساحل پر کھڑا حسرت اور امید سے اس خلیج کو دیکھ رہا ہوں۔" احمر کی نگاہوں میں سدا کی اکھڑ اور اجنبی سی نیہا گھوم گئی۔ لہجے میں نارسائی کا سوز گھل گیا۔ عالیہ نے بڑے پیار سے احمر کو دیکھا اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ نیہا کو روح کی گہرائیوں تک چاہتا ہے مگر نجانے کیوں وہ نیہا کی طرف سے پرامید نہیں تھی۔ کلیوں کی طرح نازک اور خوبصورت سی لڑکی سمندر کی طرح گہری تھی جس کی گہری آنکھوں میں انجانے راز پوشیدہ لگتے تھے۔ بعض اوقات اس کی مسکراہٹ اتنی اداس اور بھیگی سی ہوتی جیسے شام کی بارش کے بعد بارش کے چند قطرے پتوں پر ٹھہر گئے ہوں۔

"نیہا کی زندگی میں تم اپنی جگہ کہاں پاتے ہو۔"

"کہیں بھی نہیں وہ تو روز اول کی طرح اجنبی ہے۔ اب جب کہ ہم فائنل پراف دے رہے ہیں اتنے سالوں میں بھی میں نے ایک بار بھی اپنا عکس اس کی نظروں میں نہیں دیکھا لیکن میں بھی کبھی محبت کا کشکول اس کے سامنے نہیں پھیلاؤں گا۔ اسے پروپوز ضرور کروں گا ہمراہی کی بھیک نہیں مانگوں گا۔" احمر کے مضبوط لہجے میں ڈھلے الفاظ اس کی انا خودداری کے غماز تھے۔

"پھر تو وہی معاملہ ہو جائے گا کہ۔"

کچھ وہ کھنچے کھنچے رہے کچھ وہ تنے تنے
اسی کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا

"چاہ کا رشتہ ہوگا تو ٹوٹے گا ناں میں تو یک طرفہ جذبوں کے سفر پر نکلا ہوں جن کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔" اک سایہ سا احمر کے چہرے پر لہرا گیا۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے احمر کیا فائدہ تنہا سفر کرنے کا لوٹ آؤ صرف یہ سوچ کر کچھ لوگ ہمارے لیے نہیں ہوتے۔" احمر کے وجیہہ چہرے پر اترے سائے عالیہ کو بے چین کر گئے۔ اس کی بات پر احمر پلٹ کر اسے کتنی ہی دیر دیکھتا رہا۔

"عالیہ کیا یہ اتنا ہی آسان ہے جتنی آسانی سے تم نے کہہ دیا ہے شوق کی منزل کتنی ہی مشکل اور پرخطر ہو' کتنی ہی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں انسان خوشی اور شوق میں سب برداشت کرتا چلا جاتا ہے مگر واپسی کا سفر وہ بھی تنہا کتنا ہی سہل اور آسان کیوں نہ ہو انسان ٹوٹ جاتا ہے' تھکن سے بے حال ہو جاتا ہے۔" اس کے لہجے میں لمبی مسافتوں کی تھکن اتر آئی۔

"تو احمر اکیلے آگے بڑھتے جانا بھی تو دانش مندی نہیں' یوں بھی مجھے لگتا

ہے کہ جیسے نیہا کی زندگی میں پہلے سے کوئی موجود ہے۔''

''عالیہ پلیز ایسا تو نہ کہو'' احمر تڑپ سا گیا۔

''خدا کرے میرے اس خیال کی کبھی تصدیق نہ ہو۔''

''آمین'' اک دعا احمر کے دل کی گہرائیوں سے اٹھی اور لبوں پر آ کر آہ کی صورت میں دم توڑ گئی۔

''لیکن عالیہ اگر ایسا ہوا کہ اس کے دل میں کسی اور کا خیال ہو یا کبھی اس کے دل پر کسی اور شبیہہ رہی ہو تو' تو میں اس کا خیال دل سے نکال دوں گا۔اس لیے کہ میں اس معاملے میں بہت کم ظرف ہوں اور ......'' احمر کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک کے ساتھ نیہا اندر آ گئی۔عالیہ نے بڑی چاہت سے آگے بڑھ کر اسے ساتھ لگا لیا۔احمر اس وقت بہت سنجیدہ ہو رہا تھا۔نیہا نے ایک نظر اسے دیکھا نجانے کیا بات تھی جب وہ اس طرح سنجیدہ ہوتا تو نیہا کو اپنے آئیڈیل کے خانے میں کھڑا نظر آتا۔اس وقت بھی وہ پستئی شلوار سوٹ پر گرم شال لپیٹے سنجیدہ سا بہت اچھا لگ رہا تھا مگر ہمیشہ کی طرح اس نے دل میں اٹھنے والی اس خواہش کو اندر ہی جذب کر لیا اور سدا کا اجنبی چہرہ سجا لیا۔اس کو اہمیت دیئے بغیر عالیہ کے ساتھ آتش دان کے قریب کرسی پر ٹک گئی' جب کہ احمر نے بھی اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔اپنی جگہ بیٹھا رہا یہ الگ بات تھی کہ نہ دل پر اختیار تھا اور نہ نظروں پر جو بار بار اس کے چہرے پر جا ٹھہرتی تھیں۔

''یار میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تم دونوں تو کلاس فیلوز ہو مگر ہمیشہ اجنبی بن کر ہی ملتے ہو حالانکہ کلاس فیلوز میں تو اتنی انڈر اسٹینڈنگ ہوتی ہے۔''

''ارے بھئی عالیہ ایک اسٹوڈنٹ کی زندگی میں ڈھیر سارے کلاس فیلوز ہوتے ہیں اب ہر کسی سے ہائے ہیلو تو رکھی جا سکتی ہے انڈر اسٹینڈنگ تو نہیں کی جا سکتی ناں۔'' نیہا نے خاص طور پر احمر کو سنانے کے لئے کہا اور سرخ شعلوں پر ہاتھ گرم کرنے لگی۔

''میں ہر کسی کی بات نہیں کر رہی نیہا کوئی ایک تو ایسا ہوتا ہے کہ جس کو۔''

''آئی ایم سوری عالیہ مجھے تو آج تک کوئی ایسا کلاس فیلو نہیں ملا جس کے بارے میں سوچ سکوں۔'' وہ احمر کو خود سے مکمل طور پر مایوس کر دینا چاہتی تھی اور وہ اس مقصد میں کامیاب بھی ہو رہی تھی۔اس کے نارمل لہجے میں ڈھلا ایک ایک لفظ نشتر کا کام کر رہا تھا۔احمر کے دل حزیں پر مگر وہ اپنے دل کا اتنا تابع بھی نہیں تھا کہ اتنی تذلیل برداشت کر جاتا۔آہستگی سے اٹھا اور نیہا کے عین سامنے جا کھڑا ہوا کچھ دیر اسے دیکھتا رہا' آتش دان سے زیادہ شعلے تو اس کے دل سے اٹھ رہے تھے تاہم اس نے تحمل اور ضبط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

''عالیہ یہاں میں اپنی کلاس فیلو نیہا سے سو فیصدی متفق ہوں مجھے بھی آج تک ان کی طرح کوئی اس قابل کلاس فیلو ملا ہی نہیں کہ جس کو میں سوچوں' چاہوں یا اس کی طلب کروں۔ہاں اگر کوئی خوش فہمی یا غلط فہمی کا شکار ہو جائے تو الگ بات ہے۔'' اس کے لہجے کی کاٹ اور چہرے پر سختی نے کچھ دیر کے لئے نیہا کو ہلا کر رکھ دیا۔ایک عجیب سا احساس دل میں جاگا وہ تو سمجھتی تھی کہ شاید احمر اسے شدت سے چاہتا ہے مگر آج یہ تلخ سا اکھڑ سا احمر ہمیشہ کے ہنستے ہنساتے احمر سے کتنا مختلف لگ رہا تھا جو اس کے سامنے اس کی حیثیت ختم کر رہا

تھا۔کیا چیز ہے یہ شخص بھی کبھی تو سر سے پیر تک طلبگار نظر آتا ہے اور کبھی راہ چلتا اجنبی وہ الجھ کر رہ گئی۔خود اپنی ذات کی نفی کا ملال تھا یا اس کی انسلٹ کا خیال وہ دکھی سی ہوگئی۔وہ تو پہلے ہی چوٹ کھائے ہوئے تھی۔مزید کسی ایسے زخم کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی ان دونوں کی باتوں سے عالیہ پریشان سی ہوگئی۔

"بہت عجیب ہو تم دونوں۔"

"ہاں دو عجیب دو کناروں کی طرح ساتھ ساتھ چلتے ہیں مگر ملتے نہیں۔" احمر نے بطور خاص اس کو سنایا اور ایک دم باہر نکل گیا اور نیہا جو عالیہ سے بہت ساری باتیں کرنے اور سننے آئی تھی۔اس کے جانے کے بعد اس کا دل ویران سا ہوگیا۔وہ کتنی ہی دیر چپ بیٹھی انگاروں کو دیکھتی رہی اور عالیہ اس کے چہرے کے الجھاؤ دیکھتی رہی پھر اس نے نیہا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"تم نے تو کہا تھا کہ تمہیں بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" اس کی بات پر نیہا نے اسے دیکھا تیکھے نقوش والی یہ لڑکی جو حارث کو بہت پسند تھی' بڑی اچھی اور مخلص دوست تھی۔

"عالیہ آج جو باتیں تم سے کرنا چاہتی ہوں امید ہے تم سن کر خفا نہیں ہو گی۔"

"دیکھو نیہا عمر اور علم کی جس منزل پر ہم لوگ کھڑے ہیں ناں وہاں جذبات کا بہاؤ بہت نارمل ہوتا ہے تم جو کہنا چاہتی ہو بغیر تکلف کے' بغیر کسی سنسر کے کہہ ڈالو۔"

"یہ بات ہے تو پھر عالیہ تم بالکل اسٹیٹ فارورڈ یہ بتا دو کہ زوہیب کے

بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔نیہا کی غیر متوقع بات پر عالیہ نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا پھر تحمل سے بولی۔

"زوہیب کے بارے میں میری رائے مگر یہ سوچ لو کہ اب تم نے خود رائے مانگی ہے اور زوہیب تمہارا بھائی ہے اور بہنیں بھائیوں کے معاملے میں کچھ کچی سی ہوتی ہیں۔"

"میرا خیال ہے عالیہ میں تمہاری ہی عمر کی ہوں اپنی رائے کے سلسلے میں ہر شخص آزاد ہے ایسا ہوتا تو میں تم سے پوچھتی ہی نہیں تمہیں جو کہنا ہے بالکل کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرو۔" نیہا کی اتنی لمبی بات پر عالیہ مسکرا دی۔

"اچھا یہ بات ہے تو سنو نیہا زوہیب میرا کلاس فیلو ہے بہت اچھا اور اسمارٹ ہے۔شروع میں تو نہ اس نے مجھ پر توجہ دی اور نہ ہی وہ میرے لئے کوئی اہمیت رکھتا تھا پھر آہستہ آہستہ مجھے محسوس ہوا جیسے وہ مجھ پر خاص توجہ دینے لگا ہے۔خواہ مخواہ ہی میرے قریب آنا بات کرنے کے بہانے تلاش کرنا' نوٹس کا تبادلہ کرنا' مائنڈ نہ کرنا کسی حد تک لا ابالی لڑکا ہے' جس کی شخصیت میں نہ وقار ہے اور نہ توازن جو بس اپنی پسند و ناپسند کا کسی بھی طریقے سے اظہار کر دینا چاہتا ہے۔کوئی ٹھہراؤ نہیں ہے اس کی شخصیت میں' میری دوست نے بارہا اس کی طرف میری توجہ دلائی مگر وہ مجھے متاثر نہیں کر سکا اور اس کی شخصیت کے بودے پن کا تو مجھے یہاں آ کر اس وقت پتا چلا جب تم نے بتایا کہ اس کی منگنی شہوار جیسی اچھی لڑکی سے ہو چکی ہے۔میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ بقول تمہارے کہ شہوار اور زوہیب ایک دوسرے کو شدت سے چاہتے ہیں اور خود زوہیب کی ضد کی وجہ سے منگنی ہوئی۔پھر وہ ایسا کیوں کر رہا

ہے جب کہ مجھے خود بھی اندازہ ہے کہ میرے معاملے میں وہ سنجیدہ نہیں ہے۔عجیب الجھا ہوا شخص ہے ایسے مرد کسی کو بھی تحفظ نہیں دے سکتے تو ایسے شخص کے لئے میری کیا رائے ہو سکتی ہے۔''

''یہ تو تھی تمہاری رائے اب مشورہ دو کہ کیا کیا جائے کیونکہ شہوار اس کے علاوہ ہم سب کی پسند ہے۔ہماری اپنی ہے امی تو بکھر کر رہ گئی ہیں جب سے اس نے شہوار سے منگنی ختم کی ہے۔''

''کیا کہا زوہیب نے منگنی ختم کر دی ہے۔'' یہ خبر بہت حیرت انگیز تھی عالیہ کے لئے۔

''ہاں اور پھر نیہا نے ساری بات بتا دی تو عالیہ کو غصہ آ گیا۔''

''تم پتا کرو نیہا کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے' اس کے اس رویے کے پیچھے کوئی نہ کوئی کہانی ضرور ہے۔''

''یہ تو مجھے بھی یقین ہے کہ زوہیب کے اس رویے کے پیچھے کوئی کہانی ضرور ہے مگر کیا ہے کچھ بتاتا بھی تو نہیں خیر اب زوہیب کے ذکر کو چھوڑو۔یہ بتاؤ حارث کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

نیہا کی بات پر عالیہ اسے دیکھتی ہوئی اٹھ کر کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔نیہا بھی اس کے قریب جا کر رک گئی۔

''عالیہ دیکھو یہ زبردستی والا معاملہ تو ہے نہیں مگر ہمارے تمہارے حالات کی جو ڈور الجھ گئی ہے' اسے اسی طرح سلجھایا جا سکتا ہے۔'' نیہا نے پھر اپنی بات دہرائی تو عالیہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

''بات یہ ہے نیہا کہ ہم جذباتی عمر کی حدود کراس کر چکے ہیں۔اب ہماری رائے میں دل و دماغ کی یکساں رضا مندی ضروری ہے۔''

''تو اس کا مطلب ہے کہ تمہارے دل و دماغ کی رائے میں تضاد ہے۔''

''ہرگز نہیں ایسا بالکل بھی نہیں نیہا بات صرف اتنی ہے کہ میں چاہتی

ہوں' میری خوشی میں سب کی رائے شامل ہو۔''

''عالیہ ہم بھی یہ ہی چاہتے ہیں کیونکہ یہ پل دو پل کی بات تو نہیں ہوتی زندگی بھر کا نباہ ہوتا ہے۔سوچ سمجھ کر' سب کی رائے اور خوشی کے ساتھ فیصلہ ہونا چاہیے۔دراصل زوہیب کے رویے کے تضاد نے خاندان بھر کو پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔ایک طرف تو وہ شہوار کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتا' دوسری طرف تم عالیہ یقین کرو کہ ہم اس قدر اپ سیٹ ہیں کہ حد نہیں۔زوہیب نے پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔''

''میں تم لوگوں کی پریشانی سمجھ رہی ہوں' آنٹی خاصی پریشان تھیں اس روز بھی' ایسا ہے میں تمہیں فون کر دوں گی اپنے دوست سے مشورہ کر کے۔''

''کون سے دوست سے مشورہ کر کے؟'' نیہا نے سوالیہ نظروں سے عالیہ کو دیکھا تو وہ مسکرانے لگی۔

''احمر سے ...... احمر میرا بھائی ہی نہیں بہترین دوست بھی ہے۔وہ لاابالی سا اور کھلنڈرا نظر آتا ہے۔لیکن بہت ذہین اور سنجیدہ بندہ ہے اندر سے۔'' عالیہ نے احمر کی تعریف جان بوجھ کر کی تھی۔نیہا چپ سی ہو گئی۔

''اوہ اچھا......'' نیہا نے بے ساختہ کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اچھا پھر میں چلتی ہوں' گھر میں آج کل خاصی بے رونقی ہو رہی ہے' ان لوگوں کے جانے سے اور کچھ زوہیب کی پھیلائی ٹینشن سے۔''

''چلو ٹھیک ہے لیکن۔''

''کوئی لیکن ویکن نہیں تم برائے مہربانی فون جلدی کر دینا اور جواب ہاں میں ہونا چاہیے۔'' نیہا نے بڑے پیار سے اس کے گال چھوتے ہوئے کہا تو

عالیہ مسکرا دی۔

''اچھا تو پھر میں فون نہیں کروں گی۔''

''کیوں بھئی کیوں فون نہیں کرو گی تم؟'' نیہا خفگی سے پلٹی۔

''بھئی آج تو میں مشرقی لڑکی ہوں۔ہاں کا فون خود کرتی اچھی لگوں گی کیا۔'' عالیہ نے قدرے شرما کر کہا تو نیہا نے خوش ہو کر اسے ساتھ لگا لیا۔

''اوہ عالیہ تھینک یو اللہ تمہیں بہت خوشیاں دے۔'' نیہا گاڑی میں بیٹھ رہی تھی کہ اسی وقت احمر کی گاڑی اندر داخل ہوئی' احمر کی گاڑی کی فل لائٹیں نیہا پر پڑیں۔گرے کلر کے گرم سوٹ اور ہلکے سے میک اپ میں وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔احمر اسے دیکھے گیا۔اسے اپنی اور نیہا کی پہلی ملاقات کا منظر یاد آ گیا۔اس وقت بھی وہ اس کی گاڑی کی لائٹوں میں چہرے پر برہمی کے تاثرات لیے کھڑی تھی مگر آج چہرے پر عجیب طرح کی ملاحت اور سکون تھا اور کچھ وہ خود بھی خوش اور مطمئن تھا۔کافی دنوں بعد دل کے تاروں نے شوخ دھن چھیڑی تھی۔

''اے مسٹر چیک پوسٹ پر لائٹیں آف کر دی جاتی ہیں۔کیا اتنا بتایا نہیں کسی نے۔'' عالیہ نے آگے بڑھ کر لائٹیں آف کر دیں تو وہ باہر آ گیا۔

''سوری میڈم آئندہ خیال رکھوں گا۔''

''اچھا اب گاڑی پیچھے ہٹاؤ نیہا اپنی گاڑی نکالے گی۔''

''نیہا کون نیہا؟ یہ کس چڑیا فاختہ کا نام ہے ویسے کلاس فیلو' یہ کیا ادا ہے کہ ابھی آئیں ابھی چل دیں۔'' احمر نیہا کے قریب آ کر بولا۔

''یہ کافی دیر سے آئی ہوئی تھی۔اب جا رہی ہے' گاڑی ہٹاؤ۔''

"یہ ہوا ناں رعب کہ ہمیں دیکھتے ہی دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے' مانتی ہو ناں عالیہ ڈیئر۔" نہ جانے کیا بات تھی اب نیہا کو احمر کی باتیں بری نہیں لگتی تھیں مسکراتی ہوئی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"عالیہ بڑی سنگدل ہو' روکو یار۔" احمر نے آہستگی سے کہا۔

"تم اپنی گاڑی ہٹاؤ جلدی کرو' اسے دیر ہو رہی ہے۔" عالیہ نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے اسے گاڑی کی طرف دھکیلا تو وہ اسے گھورتا' پاؤں چٹختا ہوا گاڑی میں بیٹھ گیا اور گاڑی ریورس کرنے لگا۔

"تھینک یو۔" نیہا نے گاڑی باہر نکال کر احمر کا شکریہ ادا کیا اور عالیہ کو ہاتھ ہلاتی آگے بڑھ گئی۔ عالیہ اور احمر کمرے میں آ گئے تو عالیہ نے احمر کو ساری بات بتا دی۔

"ہوں دال میں کالا تو خیر مجھے شروع ہی میں نظر آ گیا تھا۔ لیکن یار انتہا ہے' بلکہ قیامت کے آثار ہیں کہ بزرگوں کو خبر تک نہیں اور لڑکیاں خود رشتے طے کرتی پھر رہی ہیں توبہ استغفار۔" احمر نے اسے چھیڑتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگائے تو عالیہ کھسیانی سی ہو گئی۔

"میں نے تم سے بحیثیت دوست تمہاری رائے پوچھی ہے اور معاملات تو ظاہر ہے' بزرگوں نے ہی طے کرنے ہیں' یوں بھی ان کے گھر کا مسئلہ اٹکا ہوا ہے اور میں چاہتی ہوں' اگر ہم کسی کے کام آ سکیں تو زیادہ اچھا نہیں۔" عالیہ نظریں چرا گئی۔

"یعنی کہ حارث کی شادی ہی ان کے خاندان کا مسئلہ ہے۔"

"حارث نہیں بلکہ زوہیب نے ان لوگوں کے لیے پرابلم کھڑے کیے

ہوئے ہیں۔"

"ہاں عالیہ یہ زوہیب واقعی کچھ عجیب سا لگا ہے مجھے' کچھ گڑ بڑ ہے ضرور اس کے ساتھ۔"

"اسی گتھی کو سلجھانے کے لئے یہ سب ہو رہا ہے۔ تم اپنی رائے دو کہ میں کیا جواب دوں۔"

"انکار کر دو۔"

"کیا ......!" عالیہ بری طرح چونکی تو وہ ہنس پڑا۔

"گھبراؤ نہیں عالیہ بات یہ ہے کہ حارث واقعی اچھا لڑکا ہے۔ تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو اور میری رائے بہت اچھی ہے اور یقیناً بزرگوں کو بھی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"تھینک یو فرینڈ' تم نے میرا بوجھ ہلکا کر دیا۔" عالیہ سکون سے مسکرا دی۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

ہاؤس جاب میں نیہا کی نائٹ لگ رہی تھیں۔ تھکن بھی سوار تھی مگر نیہ
بے حد خوش اور مسرور تھی۔ اس نے جو خواب دیکھا اب وہ تکمیل کے قریب
اس کی اکثر نائٹ احمر کے ساتھ ہی لگا کرتی کچھ تو اتنے برسوں میں وہ اس
سمجھ گئی تھی اور کچھ عالیہ کے حوالے سے رشتے داری کے امکانات تھے۔ عال
کے والدین بھی آ چکے تھے اور کچھ وہ سب تعلیم سے فارغ بھی ہو چ
تھے۔ اس لیے عالیہ اور حارث کی منگنی کے امکانات روشن تھے۔ نیہا بہ

خوش تھی احمر بھی اس نئے تعلق پر مسرور تھا۔

’’یار یہ کون سے کلاس فیلو ہوتے ہیں جو زندگی کے سفر کے فیلو بھی بن جاتے ہیں۔‘‘ ہاسٹل کے کوریڈر سے گزرتے ہوئے احمر نے ارم سے کہا جس کی منگنی بھی کلاس فیلو ہی سے ہو رہی تھی۔

’’دیکھ لو...... ہم جیسے ہوتے ہیں۔‘‘ اسی وقت نیہا بھی گاڑی پارک کرکے ان کی طرف بڑھ رہی تھی کہ سامنے سے گزرتے شخص کو دیکھ کر قدم جم سے گئے۔ بدن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

’’قیصر...... !‘‘

’’یہ شخص کیوں میری راہوں میں نظروں میں بار بار آنے لگا ہے؟ کیوں؟‘‘ وہ ابھی اسے اندر سے اٹھتے اس سوال کی دھند میں کھڑی تھی کہ ہاسپٹل میں بھگدڑ مچ گئی تمام ڈاکٹرز کو ہنگامی کال دے دی گئی تھی ہر طرف افراتفری مچ گئی تھی۔ وارڈ بوائے سے لے کر ڈاکٹرز تک حرکت میں آ گئے تھے دو گروپوں کے تصادم کے نتیجے میں کئی جانیں ضائع ہو گئی تھیں اور بہت سے زخمی ہاسپٹل آئے تھے۔ ہر طرف سے آہ و بکاہ کی آوازوں نے فضا میں دکھ اور کرب کھول دیا تھا، کسی کو کچھ ہوش بھی نہ رہا، نیہا اور ارم بھی مصروف تھیں۔ اسی وقت ڈاکٹر عبدالرحیم بہت جلدی میں تقریباً بھاگتے ہوئے آئے۔

’’تم میں سے کسی کا او پوزیٹو ہے۔‘‘

’’نو سر......‘‘ دونوں نے نفی میں سر ہلا دیئے تو وہ مزید پریشان ہو گئے۔

"یار بڑا پرابلم ہو جائے گا ایک نوجوان کو یہ گروپ چاہیے۔کہیں سے بھی بندوبست نہیں ہو سکا' اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہے۔" اس وقت انچارج بھی ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب تھے بہت بولائے ہوئے تھے۔

"نیہا میں یہاں ہوں تم ذرا اوپر کا راؤنڈ لے آؤ۔" انہوں نے نیہا سے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" اور جیسے ہی وہ باہر آئی۔زخمیوں کے عزیز و اقارب روتے دھوتے دعائیں کرتے ملے۔اسے دیکھ کر اپنے عزیزوں کے بارے میں پوچھنے لگے۔

"بیٹی میرا ایک ہی بیٹا ہے۔اس کا بڑا آپریشن کر رہے ہیں اور خون نہیں مل رہا کیا ہوگا؟ میرا بچہ میرے مولا میرے بچے کو بچا لے۔" اس نے پیار سے اس عورت کے آنسو صاف کیے اور تسلیاں دینے لگی۔

"دیکھئے آنٹی اللہ ہی تو ہے جو خالق و مالک ہے۔دعا کریں کوشش تو ہم کر رہے ہیں ناں۔آپ دعا کیجئے۔" وہ اس خاتون کو تسلیاں دے کر آئی سی یو میں آئی تو نگاہیں گویا اس منظر پر ٹھہر سی گئیں۔احمر اس نوجوان کو خون دے رہا تھا' وہ آنکھیں موندے پڑا تھا جب کہ دوسری طرف براہ راست اس کا خون اس نوجوان کی رگوں میں اتر رہا تھا۔جس کی ماں کا برا حال تھا ایک دم سے ڈھیر سارا احترام اس کے دل میں احمر کے لئے اتر آیا' کتنی عجیب بات تھی ایک عرصہ ہو گیا تھا' دونوں کو ایک ساتھ مگر وہ اس کو سمجھ نہیں سکی تھی یا سمجھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔اسی وقت احمر نے آنکھیں کھول دیں۔اسے یوں متوجہ دیکھ کر ایک لطیف سی لہر اس کرب ناک ماحول کو خوشگوار بنا گئی۔

"ہیلو ڈاکٹر صاحب کیا سوچ رہی ہیں۔" احمر نے قدرے نقاہت سے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرا کر کہا تو وہ جھینپ گئی۔

"کچھ نہیں بس یہ ہی کہ آپ کا بلڈ گروپ تو بڑا ہی قیمتی ہے' کسی بھی وقت کسی کے کام بھی آ سکتا ہے' آپ کا او پوزیٹیو گروپ ہے' ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا۔"

"محترمہ ہم تو سر سے پیر تک پوزیٹو ہیں۔آپ ہی کو خبر نہ ہو تو الگ بات ہے۔" اک گہری نظر اس پر ڈال کر احمر نے آنکھیں موندلیں وہ لمبا سا سانس لے کر وہاں سے آ گئی۔اس رات کسی کو پلک جھپکانے کی فرصت نہیں ملی۔نیہا' احمر اور اس مریض کو دیکھنے اوپر گئی تو پتا چلا' احمر وہاں نہیں ہے۔وہ نیچے ڈاکٹرز روم میں آئی تو صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے احمر انگلیوں کے پوروں سے سر دبا رہا تھا۔وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر کھنکار کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا' تو اس نے فوراً آنکھیں کھول کر دیکھا۔نیہا ایک ہاتھ میں جوس اور دوسرے میں سیب اس کی طرف بڑھائے کھڑی تھی۔احمر کو اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آ رہا تھا۔

"یہ کیا ڈاکٹر نیہا۔"

"کیا اتنا خون دے دیا ہے آپ نے کہ جوس اور سیب کو نہ پہچان سکیں۔"

"اچھا یہ سیب اور جوس ہیں' یقین جانیے میں سمجھا کہ آپ نے پلیٹ میں کٹے ہوئے فٹ بال رکھے ہیں اور جوس کے ڈبے کو تو میں سو فیصدی گھی کا کنستر سمجھا تھا۔" اس کی بات پر وہ پہلی بار دل سے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔اس کے ہونٹوں کے گوشے گہرے بھنور بناتے چلے گئے۔

"ویسے بائی داوے' اس تکلف کی کیا ضرورت محسوس کی آپ نے۔" اس کے لہجے کی گمبھیرتا کمرے کی فضا کو بھی گمبھیر کر گئی' وہ اس کی طرف پلٹے بغیر دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے بولی۔

"آپ کا بلڈ گروپ بہت قیمتی اور نایاب گروپ ہے اور ہمیں ایسی نایاب چیزوں کی قدر کرنی چاہیے۔ یہ جوس اور سیب آپ کی وقتی نقاہت کا علاج ہیں۔" یہ کہہ کر وہ تو باہر نکل گئی مگر احمر کے دل کا شہر تاروں سے روشن ضرور ہو گیا۔ آشاؤں کے ننھے منے جگنو ادھر ادھر سے نکلنے لگے۔

♥......♥......♥

"ارے بھئی' اس لڑکے کا کیا ہوا جسے خون کی ضرورت تھی؟"

"خدا کا شکر ہے بھابھی' اب تو بالکل ٹھیک ہے احمر کا بلڈ گروپ اس سے مل گیا تو احمر نے فوراً خون دے دیا۔"

"مگر بیٹا ابھی پرسوں ہی احمر کی امی کا فون آیا تھا' وہ بتا رہی تھیں کہ وہ بیمار ہے پھر بھی اس نے خون دے دیا۔"

"امی یہ جو مائیں ہوتی ہیں ناں بس اولاد کی بال برابر تکلیف کو بھی نجانے کیا سمجھ لیتی ہیں۔ احمر کوئی سیریس بیمار تو نہیں تھا کہ خون نہ دے سکتا۔"

"خیر ایسی بات نہ کرو نیہا یوں کہو کہ احمر بہت اچھا لڑکا ہے بہت اچھا انسان' اچھا ڈاکٹر اور ......" انیقہ زیادہ سے زیادہ احمر کی تعریف کیا کرتی تھی۔ ان دونوں ماں بیٹی کے سامنے نیہا مسکرا کر انیقہ کو دیکھنے لگی۔

"بس بھابھی آپ کو تو ایک قصیدے کی کتاب لکھنی چاہیے ڈاکٹر احمر پر "احمریات"۔"

"اچھا یہ بتاؤ تمہیں اس کی اچھائیوں سے انکار ہے۔" جاتے جاتے انیقہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو اک شام سی اس کے چہرے کی سحر کو دھندلانے لگی۔ وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بھیگی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"نہیں ......" پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی تو انیقہ کو عجیب سی خوشی محسوس ہوئی۔

♥......♥......♥

"اندر آ سکتے ہیں ڈاکٹر صاحب؟" وہ آتش دان کے قریب بیٹھی فرصت کے لمحات اور سردی کو انجوائے کر رہی تھی۔ انیقہ چائے لے کر آئی تو وہ مسکرا کر کھڑی ہو گئی۔

"آپ تو کسی بہار کے اس جھونکے کی مانند ہیں بھابھی جو اپنے جلو میں دوسروں کے لئے خوشیاں ہی خوشیاں لے کر آتا ہے۔" اس نے چائے میز پر رکھ کر انیقہ کو ساتھ لگا لیا۔ عذرا بیگم اور بچے عاصم کے ساتھ کہیں گئے ہوئے تھے' انیقہ کو بھی تنہائی اور فرصت کے لمحات چاہیے تھے۔

"نیہا ......!! تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے؟" انیقہ کا خیال تھا کہ وہ حسب سابق بھڑک اٹھے گی مگر اس نے اس کی بات پر ایک زخمی مگر خاموش نظر اس پر ڈالی۔

"نیہا" میں نے کچھ پوچھا ہے۔"

"آپ جب بھی یوں میرے پاس آتی ہیں ناں بھابھی آپ کی اس پیاری مسکان میں کوئی ایسا ہی بم چھپا ہوتا ہے۔" نیہا گویا زبردستی مسکرائی۔

"اس لیے نیہا کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا' وہ المناک سہی لیکن اسے زندگی بھر کا روگ نہیں بنایا جا سکتا۔امی ہر حال میں اپنی زندگی میں تمہاری شادی کر کے تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہیں۔" شادی خوشی کی ضامن نہیں ہوتی بھابھی شادی تو انہوں نے پہلے بھی کی تھی۔"

"نیہا پلیز تم اتنی پڑھی لکھی ہو' پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں تو پھر تمام مردوں کو برا سمجھ لینا بھی زیادتی ہے۔احمر تمہیں بہت چاہتا ہے۔"

"رہنے دیں بھابھی پلیز آپ اس بات کو بھی اس نے بھی تو مجھے چاہنے کا محبت کا دعوئ کیا تھا مگر کیا ہوا نہیں ہے مجھے کسی کی محبت پر اعتبار۔سب ایک سے ہوتے ہیں۔"

"ایسے تو نہیں چلے گا' تمہیں کوئی نہ کوئی تو فیصلہ کرنا ہی پڑے گا۔امی کی گرتی ہوئی صحت کو دیکھتے ہوئے۔دوسرے احمر جیسے چاہنے والے ہر موڑ پر تمہارے منتظر نہیں ہوں گے۔" اسے سوچ کے راستے پر ڈال کر انیقہ باہر نکل گئی۔اس کی نظروں کے سامنے احمر اور قیصر کے چہرے تھے۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

ان ہی دنوں ارم کا ان کے کلاس فیلو آصف کے ساتھ نکاح تھا۔سارا

گروپ شریک تھا۔سنہری لباس میں نیہا قدرے گہرے میک اپ میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔احمر کی نگاہیں گھوم پھر کر وہیں آ کر ٹھہر جاتیں۔اس وقت بھی نیہا خاموش بیٹھی تھی کہ احمر کی نظریں اس پر اٹھیں تو اس کی نظریں بھی آپ ہی آپ اٹھ گئیں۔ان نگاہوں میں کچھ تھا ضرور کہ نیہا کا دل دھڑک اٹھا تھا' ہاتھوں میں بے نام سی نمی اتر آئی تھی اس کے رخساروں کی دھنک احمر کے لہجے میں اتر آئی تھی۔

"یار آصف سنا ہے کہ جو فارغ البال لوگ ہوتے ہیں۔بڑے لکی ہوتے ہیں آج تمہیں دولہا بنے دیکھ کر اعتبار بھی آ گیا ہے۔کچھ ہاتھ پھیر دو میرے سر پر۔شاید ......" احمر نے چوری نگاہ نیہا پر ڈالی۔

"اگر آپ کو گنجے لوگوں کی خوش بختی پر اتنا ہی یقین ہے تو انتظار کس بات کا ہے کسی بھی حجام کے پاس جایئے۔آپ کے سر پر استرا پھیر کر خوش بخت بنا دے گا لیکن ایک بات واضح کر دوں کہ ایسے حضرات کو لڑکیاں کچھ خاص پسند نہیں کرتیں۔"

"یار مجھے لڑکیوں کی نہیں لڑکی کی' صرف ایک لڑکی کی پروا ہے بس وہی مل جائے تو۔" باقی کی بات احمر سوچ کر رہ گیا پھر خوشگوار سی یہ شام اختتام کو پہنچی تو وہ دونوں باہر آ گئے۔نیہا عاصم کا انتظار کر رہی تھی۔رات بھیگنے لگی تھی۔

"خدا خیر کرے۔عاصم بھیا تو وقت سے پہلے پہنچنے کے قائل ہیں۔" وہ بے قراری سے ٹہل رہی تھی۔وہ آہستگی سے چلتا ہوا اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"عاصم بھائی نہیں آئے تو کیا ہوا ہم ہم سفر بن سکتے ہیں میرا مطلب ہے

"ڈاکٹر صاحبہ میں آپ کو۔" نیہا نے احمر کو دیکھا سیاہ ڈنر سوٹ میں وہ کتنا وجیہہ لگ رہا تھا۔

"ارے نہیں بس آتے ہی ہوں گے بھیا آپ تکلیف کیوں کرتے ہیں۔" اس نے ہمیشہ کی طرح اجنبی لہجے میں روکھا سا جواب دیا تو احمر کو بھی غصہ آ گیا۔سالوں کا ساتھ بھی اس کی اجنبیت کو ختم نہیں کر سکا تھا۔

"محترمہ میں تو آپ کی تنہائی کے خیال سے کہہ رہا تھا۔آپ کی مرضی میں تو چلا۔" احمر گاڑی کی طرف بڑھنے لگا تو یہاں اکیلے کھڑا ہونا اسے مناسب نہیں لگا۔اس نے پکارا "احمر"

احمر کے بڑھتے قدم رک گئے۔دل میں خوشگوار سی لہر دوڑ گئی مگر وہ منہ بنا کر پلٹ آیا۔

"فرمایئے" وہ کمر پر ہاتھ رکھے لڑاکا انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

"آپ کو جلدی تو نہیں" وہ جھینپے ہوئے انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"جلدی تو بہت ہے مگر اب آپ اتنی منت ساجت کر رہی ہیں تو رک جاتا ہوں۔" وہ اس کے برابر ہی بیٹھ گیا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔کچھ ہی دیر بعد عاصم آ گئے تو وہ اس سے کچھ کہے بغیر عاصم کے ساتھ آ گئی۔

وہ جب گھر سے نکل رہا تھا تو مطلع صاف تھا مگر راستے میں بادل چھائے اور منزل تک پہنچتے پہنچتے اچھی خاصی بارش شروع ہو چکی تھی۔

"ارے احمر تم اتنی بارش میں خیریت تو ہے ناں گیٹ سے اندر کی طرف بھاگ کر آتے ہوئے احمر کو دیکھ کر انیقہ وہیں رک گئی۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ جب گھر سے نکلا تھا۔بارش کا کوئی پروگرام نہیں تھا اور دوسری بات یہ کہ۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا اور بھیگا ہوا اوورکوٹ اسٹینڈ پر لٹکا کر وہیں پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اور وہ دوسری بات منہ میں ہی کہیں رہ گئی ہے' نکالو باہر اسے بھی پھر گرما گرم چائے پلاتی ہوں۔"

"ہوں دوسری بات یہ ہے کہ بھابھی کہ جب کسی کو محبت ہو جاتی ہے ناں

تو خیریت رخصت ہو جاتی ہے۔میرا مطلب ہے۔‘‘بات تو وہ کہہ گیا تھا۔اب جھینپ کر کان کھجانے لگا تھا۔انیقہ نے اس کا وہی کان پکڑ لیا۔

’’بس باتیں بنانا تو کوئی تم سے سیکھے۔بیٹھو میں چائے لے کر آتی ہوں۔‘‘ انیقہ جانے لگی تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا‘ وہ پلٹ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

’’نہیں بھابی آپ چائے رہنے دیں آج میں کچھ کہنے سننے آیا ہوں آپ کی اجازت ہو تو۔‘‘ احمر کی بات پر انیقہ سوچ میں پڑ گئی۔آج کل نیہا خاصی اپ سیٹ تھی۔

’’جاؤ بھائی خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔‘‘ انیقہ نے مسکرا کر نیہا کے کمرے کی طرف اشارہ کیا تو وہ کچھ دیر اس کے دروازے کے باہر کھڑا سوچتا رہا پھر آہستگی سے دستک دی۔

’’آ جائیے بھابی!‘‘ وہ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے بولی تو احمر اندر آ گیا وہ جو انگاروں پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔اجنبی سی خوشبو پر چونک کر مڑی اور احمر کو اپنے کمرے میں دیکھ کر ایک طرف کھڑی ہو گی۔

’’ارے آپ‘‘ حیرت سے نیہا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

’’جی ہاں یہ میں ہی ہوں مگر مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے اندر ایسا کرنٹ ہے جو بن چھوئے بندے کو تڑپا کر رکھ دے۔‘‘

’’مگر آپ میرے کمرے میں آئے کیسے۔‘‘

’’بہت بھولی ہیں آپ ڈاکٹر صاحبہ ظاہر ہے دروازے سے آیا ہوں۔‘‘

’’مگر......‘‘ زچ ہو گئی۔

’’میں جانتا ہوں کہ آپ کا کمرہ ممنوعہ علاقہ ہے اور ممنوعہ علاقوں میں بلا اجازت جانے کا مطلب ہے موت‘ تو محترمہ یہاں کس کو جان کی پروا پڑی ہے۔سر پر کفن باندھے جان ہتھیلی پر لیے آ گئے ہیں چاہیں تو دہکتے ہوئے انگاروں کی نذر کر دیں۔چاہیں تو زندگی بخش دیں جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹائیے گا۔‘‘

ایک نہایت نازک اور خوبصورت سی انگوٹھی اپنے چوڑے ہاتھ کی چوڑی ہتھیلی پر رکھے احمر اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔نگاہیں اس کے خوبصورت چہرے پر تھیں جس پر ایک بارگی کئی رنگ بکھرے پھر سرد اداس شام کی دھند سی چھا گئی۔اسے احمر کا یہ اظہار یہ انداز اچھا لگا تھا مگر اس سے آگے وہ سوچ نہیں سکتی تھی۔کیونکہ اس سے آگے اس کا تلخ ماضی قیصر کی صورت میں کھڑا تھا وہ کچھ دیر انگوٹھی کو دیکھتی رہی پھر ایک نگاہ احمر پر ڈالی۔بے چینی جس کے چہرے سے عیاں تھی اور اس کی آنکھوں میں نیہا کا عکس تھا۔اس نے آہستگی سے انگوٹھی اٹھا لی۔

’’انگوٹھی تو بہت خوبصورت ہے‘ بہت منفرد آپ کی چوائس بہت اچھی ہے۔‘‘ وہ ایسے اطمینان سے بولی جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔

’’محترمہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے بندے پر‘ شکل بھی اچھی دی اور ذوق بھی‘ ہم لڑکی پسند کریں یا انگوٹھی‘ لوگ داد دیے بغیر نہیں رہتے۔‘‘اس نے کالر درست کرتے ہوئے کہا تو وہ انگوٹھی لے کر آتش دان کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی اور احمر کو بھی اشارے سے سامنے بیٹھنے کو کہا۔کافی دیر خاموشی طاری رہی۔وہ بڑی سادگی سے اپنی جذبات کا اظہار کر کے اس کو دیکھے جا رہا تھا۔مگر

وہ اسے کوئی بھی مثبت جواب کیسے دے سکتی تھی۔اس کی تو روح تک زخمی تھی۔

''مس نیہا احمد سائل کو اتنا انتظار نہیں کروانا چاہیے۔'' خاموش فضا میں احمر کی ڈولتی آواز گونجی تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ اس نے انگوٹھی پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

''آپ کی یہ انگوٹھی میرے پاس امانت ہے۔آپ بھابھی سے بات کر لیں جہاں ان کی بات ختم ہوگئی' وہیں سے میری بات کا آغاز ہوگا۔''

''اوکے عجیب وغریب قسم کی لڑکی سے عشق کیا ہے تو بھگتنا تو پڑے گا۔ اب جا کر بھابھ کے انصاف کی زنجیر ہلاتے ہیں آگے اللہ مالک ہے جی۔'' احمر دھڑکتے دل کے ساتھ انیقہ کے پاس آگیا جو ابھی کچن سے فارغ ہو کر بیٹھی تھی۔وہ سراپا سوال بنا کھڑا تھا۔

''بیٹھو احمر چائے پیو گے۔''

''چائے کو رہنے دیجئے یہ بتائیے کہ مسئلہ کیا ہے۔'' وہ نیہا کی بات پر الجھ گیا تھا۔

''سنا ہے احمر کہ محبت میں بہت گنجائش ہوتی ہے۔بہت بڑا ظرف ہوتا ہے سچی محبت کرنے والوں کا۔'' انیقہ نے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

''بالکل درست سنا ہے جناب بڑی گنجائش ہوتی ہے محبت میں۔'' وہ اپنے مخصوص انداز میں کہہ رہا تھا۔

''تو پھر تم ایک طلاق یافتہ لڑکی سے شادی کرنے کو تیار ہو؟'' انیقہ کی بات تھی یا دھماکہ کہ جس نے اس کے اندر کی عمارت کو لرزا کر رکھ دیا تھا۔وہ دھڑکتے دل کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔

''بھابھی آپ مذاق کر رہی ہیں۔'' انیقہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''بیٹھ جاؤ احمر میں جانتی ہوں یہ شاک تمہارے لیے معمولی نہیں میں تمہیں سب کچھ بتاتی ہوں اس میں نیہا کا کوئی قصور نہیں تھا۔'' انیقہ نے اسے سب کچھ بتا دیا تو وہ مزید کچھ کہے سنے بغیر بے جان ٹانگوں اور مردہ قدموں سے چلتا ہوا باہر آگیا۔انیقہ نے بھی مزید کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔کوریڈور میں نیہا کھڑی تھی اسے یوں دیکھ کر اک ٹیس سی اٹھی۔

''احمر صاحب یہ انگوٹھی بھی لیتے جائیے۔کسی اور ہاتھ کے لئے کہاں دوسری خریدتے پھیریں گے۔''

نیہا نے اس کے سرد ہاتھ پر انگوٹھی رکھ دی اور خود بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں آگئی۔

احمر ہاسپٹل نہیں آرہا تھا اس کی غیر حاضری کو سب نے محسوس کیا تھا۔احمر کے لئے یہ صدمہ معمولی نہیں تھا۔اس دن وہ کافی دنوں بعد آیا تو بہت بیمار اور کمزور لگ رہا تھا۔پہلے مڈبھیڑ اس کی نیہا ہی سے ہوئی تھی۔وہ بہت اجڑا ہوا الگ رہا تھا۔نیہا پر ایک سلگتی نظر ڈال کر وہ آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ نیہا سامنے آگئی۔

"انسان کے دل میں دکھ کا سمندر بھی ہو تو آنکھ میں بوند نہیں ہونی چاہیے احمر آپ تو اپنے دکھ کا اشتہار بنے ہوئے ہیں۔" نیہا نے اس کے بڑھے ہوئے شیو اور الجھے بالوں کی طرف دیکھا تو جواباً جن نظروں سے احمر نے اسے دیکھا وہ بھی تڑپ اٹھی۔

"اب آپ جتنا ظرف کوئی کہاں سے لائے ڈاکٹر صاحبہ کہ۔" وہ کچھ بولنا

چاہتا تھا مگر پھر تیزی سے وہاں سے ہٹ گیا۔زخم کبھی اتنی جلدی مندمل تو نہیں ہوتے ہاں وقت درد کی شدت میں کمی کر دیتا ہے۔احمر نے خود کو نارمل کر لیا تھا۔وہ بالکل پہلے کی طرح ہنستا بولتا اور بلند قہقہے لگاتا مگر اس کے قہقہوں کا کھوکھلا پن یا تو اسے محسوس ہوتا یا نیہا کو۔وہ ابھی ابھی اٹھ کر راؤنڈ پر گیا تھا اور نیہا ڈاکٹرز روم کی اداس فضا میں تنہا رہ گئی تھی۔وہ دروازے کی طرف پشت کیے کوئی کتاب دیکھ رہی تھی کہ دستک ہوئی۔

"یس ......!" وہ سمجھی رفیق ہوگا۔چائے لے کر آیا ہوگا۔

"ایکسکیوزمی مس ڈاکٹر احمر سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"جی وہ تو راؤنڈ۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پلٹ کر دیکھا تو جیسے وقت منجمد ہوگیا۔قیصر کی اس پر اور اس کی قیصر پر نظریں ٹھہر سی گئیں۔اس کی تلاش کا حاصل اس کے سامنے کھڑی تھی۔وہ لڑکی جس کو اس نے چاہا اپنایا اور......

"نن ......نن ...... نیہا؟" قیصر کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو وہ وحشت زدہ سی پیچھے دیوار کے ساتھ جا لگی اور گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

"نیہا ...... پلیز مجھے دھتکارنا نہیں۔خدا کے لئے مجھے کچھ کہنے سننے کا موقع دو پلیز۔" وہ آہستگی سے آگے بڑھا تو وہ تقریباً چیخ سی پڑی۔

"قیصر آپ یہاں سے چلے جایئے میں کچھ سننا نہیں چاہتی پلیز۔"

"پلیز نیہا خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔تمہاری اس معافی کے بعد اگر زندگی ہوئی تو سکون سے جی سکوں گا اور اگر موت بھی آگئی تو سکون سے مر سکوں گا پلیز۔" ایک ایک لفظ ندامت میں ڈوبا ہوا تھا۔لہجہ بے قصور ہونے کی دلیل تھا مگر نیہا اسے معاف کرنے کو تیار نہیں تھی۔اس نے جس ذلت آمیز

شرمندگی میں اس کو مبتلا کیا تھا۔طلاق جیسا دھبہ اس کے شفاف کردار پر لگایا تھا۔وہ اپنی روح کے قاتل کو کیونکر معاف کر دیتی۔

''شٹ اپ مسٹر قیصر نفرت ہے مجھے تم جیسے مردوں سے جو مرد عورت کی عزت کرنا نہیں جانتا۔وہ اس سے محبت کا دعویٰ کرنے کا حق بھی نہیں رکھتا۔'' وہ گویا پھٹ پڑی۔

''میں جانتا ہوں نیہا مجھے کسی بات کا کوئی حق نہیں۔نیہا اپنی ندامت اپنی شرمندگی کا کیسے اظہار کروں اپنی بے گناہی کا کیسے تم کو یقین دلاؤں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ تم مجھے معاف کر دو۔''

''اونہہ!معافی کسی کو قتل کرنے کے بعد معافی مانگ لی کتنا آسان ہے۔''

وہ سسک پڑی وہ وقت اس کی آنکھوں میں چبھنے لگا جب قیصر نے آ کر اس کو طلاق نامہ دیا تھا۔

''خدا کی قسم نیہا مجھ سے یہ سب لاعلمی میں کروایا گیا۔میں نے تمہارا ساتھ چاہا تھا پانے کی تمنا بھی کی تھی مگر ابو نے انکار کر دیا تو میں خاموش ہو گیا۔مگر کچھ ہی عرصے بعد جب ابو میری اور تمہاری شادی کے لئے مان گئے تو میں بالکل بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کے پیچھے کیا راز ہے' ابو تمہارے والد سے ماضی کا کوئی انتقام لینا چاہتے ہیں اپنی کنپٹی پر ریوالور رکھ کر انہوں نے مجھ سے طلاق لکھوائی تم میرے دل کا بھی تو سوچو۔'' قیصر کے ٹوٹے لہجے میں ناتمام تمناؤں کا لہو ٹپک رہا تھا۔

''نفرت ہے مجھے آپ سے۔چلے جایئے میری زندگی سے کیوں آ گئے پھر آپ۔''

''تمہاری عمر بھر کی جدائی کیا کم سزا ہے میرے لئے نیہا کہ تم اپنی نفرت کا طوق بھی میرے گلے میں ڈال رہی ہو' پلیز پلیز نیہا۔'' قیصر نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے تو وہ گویا غصے سے پاگل ہو گئی۔

''ہاؤ ڈیئر یو'' اور پھر اس کا نازک ہاتھ فضا میں بلند ہوا اور قیصر کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔عین اسی وقت دروازہ کھلا اور احمر جو اندر آ رہا تھا اندر کے منظر نے اس کے قدم جکڑ لیے۔منظر بھی تو بہت عجیب تھا نیہا رو رہی تھی۔دوسرا ہاتھ قیصر کے ہاتھ میں تھا اور وہ تھپڑ؟ اسے دیکھ کر نیہا نے جھٹکے سے قیصر کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور باہر نکل گئی۔

''کیا تھا یہ سب؟ اس کیا تعلق رہا ہے ان دونوں میں'' وہ گم صم سا کھڑا سوچ رہا تھا۔وہ قیصر کی طرف متوجہ ہوا۔

''قیصر بھائی'' وہ قیصر کی طرف بڑھا مگر وہ ایک طرف جھکتا چلا گیا۔

♥......♥......♥

''کچھ بھی تھا نیہا تمہیں اس پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔خطا کار تو اس کا باپ تھا۔وہ تم سے معذرت بھی تو کر رہا تھا اور نیہا نے گھر آ کر انیقہ کو سب کچھ بتا دیا تھا۔

''کیا کرتی میں بھابھی اسے دیکھ کر مجھے شدید غصہ آ گیا تھا اس پر۔'' قیصر کے ساتھ اس زیادتی کا ملال نیہا کو بھی ہو رہا تھا۔

''بھابھی وہ شخص میرا مجرم تھا اور پھر آپ سوچیں کہ اس نے میرے ہاتھ

پکڑ لیے اور اوپر سے احمر آ گیا اور احمر جو میری اتنی عزت کرتا ہے۔کیا سوچا ہو گا اس نے اس منظر کو دیکھ لینے کے بعد میرے بارے میں۔'' نیہا کو احمر کی وجہ سے زیادہ شرمندگی ہو رہی تھی۔

''خیر احمر کی بات چھوڑو وہ بہت سمجھدار لڑکا ہے۔اس کو میں سب کچھ سمجھا دوں گی۔چلو اب نارمل ہو جاؤ اب اپنے بھائی کو نہ کچھ بتانا بہت اپ سیٹ رہتے ہیں وہ تمہاری وجہ سے۔''انیقہ کے جانے کے بعد بھی نیہا بہت اپ سیٹ رہی۔قیصر کی باتیں اس کی بے گناہی اور اس پر اپنا ہاتھ اٹھانا اور احمر کا آ جانا اسے بار بار یاد آ کر ڈسٹرب کر رہا تھا۔

''**قیصر** بھائی ...... یہ ...... یہ منظر جو ابھی ابھی گزرا ہے۔اس کا کیا مطلب ہے؟ کیوں ہوا ایسا؟ یہ نیہا اور آپ؟'' احمر کو یہ منظر ایک گھٹن میں مبتلا کر گیا تھا۔اس نے قیصر کو سہارا دے کر کرسی پر بٹھایا۔خنکی کے باوجود وہ پسینہ میں نہایا ہوا تھا۔

''قیصر بھائی آپ بولتے کیوں نہیں؟ یہ سب کیا تھا۔نیہا تو بہت اچھی لڑکی ہے پلیز قیصر بھائی بتائیں۔آپ کو اندازہ نہیں میں کتنی اذیت میں ہوں۔'' احمر مستقل بولے جا رہا تھا۔پوچھے جا رہا تھا قیصر کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔احمر کا چہرہ دھندلا رہا تھا۔

''احمر میرے دل میں بہت تکلیف ہے مجھے گھر لے چلو پلیز۔'' قیصر کی حالت واقعی خراب ہو رہی تھی۔احمر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"آپ بھی کمال کرتے ہیں' دل کا درد لے کر لوگ گھر سے ہاسپٹل آتے ہیں اور آپ ہاسپٹل سے گھر جا رہے ہیں۔"

"اس لیے احمر کہ یہ درد لاعلاج ہے۔اس کا کوئی علاج نہیں تم گھر چلو تمہارے ہر سوال کا جواب ہے میرے پاس۔" احمر' قیصر کو اس کی ضد پر گھر لے کر آ گیا اور اب اپنے سوالات کے جوابات کے لئے قیصر کے بیڈ کے قریب کرسی ڈال کر بیٹھ گیا تھا۔قیصر نے اسے دیکھا تو اک زخمی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر آ گئی۔

"احمر تم نے کہا تھا ناں کہ نیہا بہت اچھی لڑکی ہے۔میرے بھائی مجھ سے زیادہ کون جانے گا کہ وہ لڑکی کتنی اچھی ہے اور ......" قیصر رک کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

"کیا آپ کا اور نیہا کا کوئی تعلق رہا ہے ماضی میں؟" احمر نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تو وہ دکھ سے مسکرا دیا۔

"تعلق اور رابطے کی وہ دوڑ جو میرے سانسوں سے بندھی تھی لیکن احمر یہ حقیقت میرے لئے سب سے زیادہ اذیت ناک ہے کہ ہم دونوں بھائیوں کی منزل ایک ہی لڑکی ہے۔" قیصر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ماضی کے اوراق پر درج اپنی چاہت کی وہ کہانی احمر کو سنا ڈالی۔جس کو باپ کے حکم پر اسے زبردستی بند کرنا پڑا تھا۔

"تو ......تو ...... وہ ظالم کٹھور انسان آپ ہیں ......کاش ......کاش یہ جان لینے سے پہلے میں مر جاتا' میں تو انیقہ بھابی سے نیہا کی داستان سن کر ان ذلیل لوگوں کو کوس رہا تھا۔مجھے کیا خبر تھی کہ اس کے مجرم میرے اپنے باپ

اور بھائی ہیں۔کیوں ...... کیوں قیصر بھائی کیوں یہ غیر انسانی کھیل کھیلا آپ دونوں نے کیوں ......" احمر جس نے انیقہ سے اس شخص کا نام تک نہیں پوچھا تھا۔اب یہ جان کر کہ یہ سب اس کے اپنے باپ بھائی نے کیا تھا پاگل ہو گیا غصہ سے۔

"خدا کی قسم احمر مجھے نیہا ایک نظر میں پسند آ گئی تھی۔میں اس کو اپنانا بھی چاہتا تھا مگر ابو کے پیش نظر اس رشتے کے ذریعے انتقام لینا تھا۔یہ مجھے خبر ہوتی تو تمام عمر نیہا کو نہ پانے کے دکھ میں گزار دیتا مگر شادی کا نام نہ لیتا۔مگر احمر ابو نے اتنے اصرار سے رشتہ مانگا۔شادی کی اتنی جلدی کی کہ میں خود بھی حیران تھا۔انہوں نے کسی رشتے دار تک کو خبر نہیں ہونے دی اور احمر پتا ہے جب میں نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو انہوں نے ریوالور کنپٹی پر رکھ لیا کہ اگر میں نے نیہا کو طلاق نہ دی تو وہ خود کو شوٹ کر لیں گے۔اب بتاؤ میں کیا کرتا اس وقت اگر وہاں تم بھی ہوتے تو یہ ہی کرتے جو میں نے کیا۔میں تو اپنی نظروں میں گرا ہوا انسان ہوں۔احمر اللہ سے دعا کرتا رہتا تھا کہ زندگی میں ایک بار نیہا مل جائے تو اس سے معافی مانگ لوں۔" آج ایک مدت کے بعد احمر سے یہ سب کہہ دینے کے بعد قیصر کو سکون سا مل گیا تھا۔اسے یوں محسوس ہو رہا تھا گویا زخموں پر مرہم رکھ دیا گیا ہو۔مگر یہ سب سننے کے بعد احمر کے اندر آندھیاں سی چلنے لگی تھیں۔وہ تو نیہا کے سامنے نظریں اٹھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔

"کاش ...... کاش یہ سب نہ ہوا ہوتا قیصر بھائی! قسمت کی اس ستم ظریفی کو کیا نام دوں۔" دونوں بھائی کتنی ہی دیر اس دکھ کی کیفیت میں رہے۔

"اللہ تعالیٰ ابو کو بخش دے اور ان کو جوار رحمت میں جگہ دے احمر وہ کسی کو بھی معاف کر دینے کے قائل تھے ہی نہیں انہوں نے جس گناہ کی سزا نیہا کو اس کی فیملی کو دی وہ گناہ نہیں تھا۔اگر ماضی میں ابو اور چچا نے ان سے مدد مانگی تھی اور انہوں نے انکار کر دیا تو یہ ان کی انسانی کمزوری تھی مگر ...... خیر اب راکھ کریدنے سے کیا حاصل؟تم لوگ تو خالہ اور ماموں کے پاس تھے ناں۔میں تو ان کے ساتھ رہتا تھا۔ان کو بہت جانتا تھا اور جن حالات میں ان کی جان نکلی وہ کتنی اذیت میں تھے یہ میں ہی جانتا ہوں۔اس وقت جانکنی کے عالم میں کس کو یاد کر کے رو رہے تھے معافی مانگ رہے تھے مگر وقت گزر جائے تو پچھتاوا بے کار ہوتا ہے۔"

"جی ہاں ہم دونوں کو تو ماموں اور خالہ کے حوالے کر کے گویا آپ ہمارے وجود ہی سے بے خبر ہو گئے تھے۔کبھی پلٹ کر ہماری خبر لی نہ اپنی خیریت دی۔زندگی کا اتنا بڑا واقعہ ہو گزرا اور آپ لوگوں نے ہمیں خبر تک نہیں ہونے دی۔" مدتوں سے جمع شکوے احمر کی زبان پر آ گئے قیصر نے لیٹے لیٹے اس کو ساتھ لگا لیا اور دونوں بھائی نجانے کون کون سے دکھوں کو روتے رہے۔

"تم لوگوں کو پتا نہ ہو تو دوسری بات ہے ورنہ ابو نے اپنے اس کارنامے سے خالہ جان کو بھی باخبر کیا تھا اور ماموں کو بھی۔ان لوگوں نے دانستہ طور پر تم لوگوں کو نہیں بتایا ہو گا۔یوں بھی اس حرکت پر یہ لوگ بھی ابو سے اور مجھ سے خفا تھے۔میں تو مفت میں برباد ہوا ہوں۔احمر بے گناہ لٹا ہوں مگر کیا کر سکتا ہوں میں۔" پھر دونوں بھائی اس کرب ناک سفر میں چپ چاپ چلتے رہے، کتنی

عجیب بات تھی۔دکھ کے اس سفر کی منزل ایک ہی لڑکی تھی۔دونوں کی چاہت ایک ہی تھی اور یہ بات زیادہ اذیت ناک تھی۔

"احمر کتنی عجیب بات ہے میں تو نیہا کو محض اس لیے تلاش کرتا تھا کہ اس سے معافی مانگ سکوں اسے بتا سکوں کہ میں کو کتنا چاہتا ہوں۔" وہ رک کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔احمر نے دھندلی آنکھوں سے اپنے خوبرو بھائی کو دیکھا۔

"نارسائی کا یہ درد بھی چاہت کی طرح ہمارا مشترکہ درد ہے۔بھائی میں تو نیہا کے سامنے جانے کی ہمت بھی نہیں کر سکتا کس تمنا سے میں نے اسے چاہا تھا۔جب بھائی نے اس کے ساتھ ہونے والے اس ستم کا بتایا تھا تو میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ نیہا کو اپنا کر اسے اتنی عزت، اتنی چاہت دوں گا کہ اس کے زخم مٹ جائیں گے مگر ...... مگر......" وہ لرزتی آواز کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا، دروازے تک گیا پھر پلٹ کر قیصر کو دیکھنے لگا جو خود اس وقت قابل رحم لگ رہا تھا۔

"مگر اب تو میں اس سے نظر ملانے کے بھی قابل نہیں رہا تو اسے اپنانے کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا۔اف میرے خدا کاش ایسا نہ ہوا ہوتا۔" احمر سر تھامے کمرے سے باہر نکل گیا اور قیصر درد کی اس نگری میں تنہا بھٹکنے لگا۔

❤......❤......❤

"کیا ہو گیا ہے تمہیں زوہیب ایک عرصے سے تم اسی طرح بے کلی کا

شکار ہو۔ ہم دونوں کزن اور بھائی ہی نہیں اچھے دوست بھی ہیں۔ آج تک ایسی کوئی بات نہیں ہوئی جو ہم نے ایک دوسرے سے چھپائی ہو مجھے بتاؤ کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ؟ تمہیں احساس نہیں تمہاری وجہ سے ہم سب پریشان ہیں۔''

زوہیب ان دنوں بے حد پریشان تھا اور حارث نے یہ بات محسوس کر لی تھی اور آج اس نے اسے پکڑ ہی لیا تو زوہیب عجیب سی نظروں سے حارث کو دیکھنے لگا۔

''حارث نیہا تمہاری بھی بہن ہے ناں؟''

''ہاں اس میں کچھ شک ہے۔''

اس عجیب سوال پر حارث نے ہنس کر کہا۔

''اس کی بربادی کا دکھ جیسے مجھے ہے' تمہیں بھی ہے ناں۔''

''آف کورس مگر تم نے یہ کیا الٹی سیدھی باتیں شروع کر دی ہیں۔''

''اگر ایسا ہی ہے تو حارث پھر وقت آ گیا ہے تم ان ذلیل لوگوں سے بہن کی بربادی کا انتقام لے سکو۔''

''انتقام مگر کس سے؟'' اس کی بے تکی بات پر حارث کھڑا ہو گیا۔

''ان ہی سے جنہوں نے ہماری بہن کو طلاق دے کر برباد کر دیا تھا۔ ہمیں کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑا تھا۔ ان سے۔''

''زوہیب کیوں ذہنی مریضوں جیسی باتیں کرتے ہو اچھی پاکیزہ' صحت مند سوچ رکھنی چاہیئے بہتر معاف کر دینا سمجھتا ہوں اور پھر میں کس طرح ایسا کر سکتا ہوں' نجانے وہ لوگ کہاں ہیں اور۔''

''عالیہ' عالیہ نجیب قیصر کی سگی چھوٹی بہن ہے حارث صاحب؟''

''کیا کہا؟''

زوہیب کے الفاظ دھماکہ خیز مادے کی طرح حارث کے آس پاس پھٹنے لگے۔

''ہاں حارث ورنہ عالیہ کوئی ملکہ حسن بھی نہیں تھی کہ شہوار جیسی منگیتر ہونے کے باوجود میں عالیہ میں دلچسپی لیتا۔ عالیہ میرے لیے ٹارگٹ تھی۔ میرے انتقام کا میرے سکون کا اس لیے میں اس کی طرف بڑھتا چلا گیا اور۔''

''زوہیب تمہیں یقین ہے کہ عالیہ قیصر کی۔''

''یقین کا ثبوت ملنے کے بعد ہی میں نے ایسا کیا تھا لیکن جو کام میں نہ کر سکا۔ وہ تم کرو گے ورنہ میرے دل میں آگ لگی رہے گی۔''

اس وقت زوہیب حارث کو تھرڈ کلاس فلموں کا گھٹیا سا ولن لگ رہا تھا۔

''اگر ایسا ہی ہے زوہیب تو سوری میں عالیہ کی عزت کرتا ہوں اور اس سے انتقام لینا میرے نزدیک بہت گھٹیا حرکت ہے۔''

''ہا...... یہ ہوئی ناں بات اگر نیہا تمہاری سگی بہن ہوتی تو تب میں دیکھتا کہ تم۔''

''شٹ اپ زوہیب تم پاگل ہو چکے ہو میں برائی کے بدلے میں برائی نہیں بھلائی کرنے کا قائل ہوں' اگر انہوں نے ماضی کے کسی گناہ کا انتقام ہم سے لیا تو میں ان کی برائی کا جواب بھلائی سے دے کر آئندہ انتقام کی راہیں بند کرنا چاہتا ہوں۔ زوہیب میں تو تمہارے بارے میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ تم اس حد تک بھی گر سکتے ہو۔''

حارث کو واقعی بہت بڑا شاک لگا تھا زوہیب کی باتوں سے جبکہ زوہیب اس سے خاصا بدگمان ہو چکا تھا۔

"بس بس رہنے دو۔انسان اپنی کمزوریوں کو یوں ہی مصلحتوں اور ظرف کے لبادے میں لپیٹ کر بری الذمہ ہو جاتا ہے اور تم۔"

"زوہیب تم ذہنی مریض ہو۔میں تم سے اس موضوع پر بات بھی کرنا نہیں چاہتا۔" حارث غصے سے باہر نکل گیا۔

♥......♥......♥

شہوار سمجھتی تھی کہ زوہیب بے وفائی اور ہرجائی ہے۔اس نئے انکشاف پر کہ زوہیب محض انتقام کے لیے عالیہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔اس زوہیب سے نفرت محسوس ہونے لگی۔

"نہیں ......نہیں زوہیب تم اندر سے اتنے کمزور ہو' پست ہو میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔زوہیب میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی' نفرت ہے مجھے تم سے ...... اب کبھی خیالوں میں بھی میرا نام نہ لینا۔"

شہوار بری طرح ٹوٹ گئی تھی اس انکشاف پر۔

"تم دونوں بہن بھائی خودغرض ہو' صرف اپنے لیے سوچتے ہو۔"

"اپنے لیے ہی تو نہیں سوچتے۔ایسا ہوتا تو تمہاری طرح گری ہوئی باتیں کر رہے ہوتے ہم لوگ بھی۔زوہیب آج سے میرا تمہارا ہر تعلق ختم ہے۔کبھی پلٹ کر مجھے آواز نہ دینا۔" شہوار باہر نکل رہی تھی زوہیب اس کے

پیچھے لپکا۔

"شہوار پلیز میری بات تو سنو۔"

"میں نے کہا ناں اب میرے تمہارے راستے جدا ہیں۔"

شہوار کمرے سے نکل گئی تو زوہیب کو لگا جیسے جسم سے روح نکل گئی ہو۔وہ بری طرح اپ سیٹ ہو گیا تھا۔ایسے میں وہ اپنی ماں اور بہن کا قرب چاہتا تھا۔اس نے اسی وقت اسلام آباد جانے کا پروگرام بنا لیا۔مگر اسی رات عاصم' انیقہ اور نیہا عذرا بیگم کو لے کر پہنچ گئے۔ان کی طبیعت بہت خراب تھی جب سے نیہا نے قیصر کے بارے میں بتایا تھا۔ان کی حالت خراب ہو گئی تھی اور ان کا اصرار تھا کہ وہ اپنے شوہر کے گھر مرنا چاہتی ہیں۔وہ لوگ فوراً ان کو لے کر پہنچ گئے۔

"بھابھی جان کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ اچھی خاصی گئی تھیں آپ۔"

وحید صاحب نے بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑا تو وہ شدت سے رو پڑیں۔

"بھابھی جان حوصلہ رکھیے کیا ہو گیا ہے ایسا۔انشا اللہ اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔" شاکرہ بیگم نے ان کو آرام سے بیڈ پر لٹا دیا۔

"شاکر' وحید یہ سب کیا ہو رہا ہے ہمارے ساتھ۔ہمارے دشمن پھر ہمارے درمیان ہیں۔ہمارے بچے ان کی محبتوں میں گرفتار ہیں .... یہ .... یہ۔"

"یہ سب قدرت کے کام ہیں بھابھی ورنہ انسان تو اس قدر خودغرض ہے کہ سوائے اپنے کسی کے بارے میں نہیں سوچتا۔ماضی میں ہماری طرف سے اگر سنگدلی کا ثبوت دیا گیا تو یہ بھی جرم تھا۔اگر عباس بھائی شاہنواز اور اس کے

بھائی کی مدد کر دیتے تو ان کی دولت میں کیا فرق پڑ جاتا اور وقت پڑنے پر جو دولت کسی انسان کے کام نہ آئے تو اس کا کیا فائدہ ہمارے بھائی نے کم ظرفی کا ثبوت دیا تھا۔ان کو پکڑوا دیا تھا ....لیکن شاہنواز ظرف کا مظاہرہ کرتا تو معاف کر سکتا تھا......مگر اس نے تو انتہائی گھٹیا درجے پر آ کر ہم لوگوں سے انتقام لیا کہ۔"

وحید صاحب کتنی ہی دیر ان کو سمجھاتے رہے اور وہ گزرا وقت یاد کر کے روتی رہیں۔

"...میرے خدا یہ اذیت باقی تھی اٹھانے والی احمر...... احمر قیصر کا چھوٹا بھائی ہے۔یہ سب میرے ہی ساتھ کیوں؟"

نیہا کو کراچی آ کر جو پہلی خبر ملی تھی۔وہ یہ تھی کہ احمر اور عالیہ' قیصر کے سگے بہن بھائی ہیں۔وہ اس حقیقت سے نڈھال سی ہو گئی تھی۔وہ احمر کو ایک اچھا انسان مان لینے پر تو تیار تھی مگر یہ حقیقت اس کے لیے اذیت کا باعث بنی تھی کہ وہ قیصر کا سگا بھائی ہے۔ایک ایسے شخص کا بیٹا اور بھائی جو اس کی بربادی کا اس کے ابو کی موت کا سبب بنے تھے اور یہ بات بھی اسے دکھ دے گئی تھی کہ زوہیب کو احمد صاحب کے بیٹے نے عالیہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا اور اسی لیے وہ بہن کا انتقام لینے کے لیے عالیہ سے جھوٹی محبت جتا کر شادی کر کے

انتقام لینا چاہتا تھا۔

’’زوہیب یہ یہ تم اتنے چھوٹے اتنے کم ظرف کب سے ہو گئے۔انتقام اور نفرت کی روایت ختم کرنے کے بجائے اس کو سینچ رہے ہو۔میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میرا اپنا بھائی بھی اتنی پستی میں گر سکتا ہے۔گھن آ رہی ہے مجھے تم سے؟‘‘

نیہا زوہیب پر بری طرح برس پڑی تو وہ آج کل شدید دباؤ میں تھا۔گھر کے ہر فرد نے اس کو ملامت کی تھی۔اسے خود بھی اس حقیقت کا ادراک ہو گیا تھا کہ حقیقی راحت اور سکون درگزر اور معافی میں ہے۔

’’نیہا پلیز ایسے مت کہو میں خود بے حد شرمندہ ہوں...... میں اب عالیہ کا سامنا کیسے کروں گا۔‘‘

نیہا نے زوہیب کے شرمندگی سے جھکے سر کو دیکھا تو اس نے اک گہرا سانس لے کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

’’بس اسی طرح شرمندگی کا ‘ ندامت کا اظہار عالیہ سے کرو۔اس سے معذرت کرو بے شک تم نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا مگر تم اس کی طرف غلط نیت سے تو بڑھے تھے ناں۔اسی کی معذرت کرنا۔‘‘

’’اوکے ضرور کروں گا مگر اس وقت تم چھوٹی نہیں بڑی بہن لگ رہی ہو میری۔‘‘

’’ہوں اچھا یہ بتاؤ عقل بڑی کہ بھینس۔‘‘

’’بہن؟‘‘ دونوں بہن بھائی مسکرا پڑے۔اسی وقت شہوار کسی کام سے ادھر آئی مگر ان دونوں کو دیکھ کر فوراً واپس پلٹی مگر نیہا جلدی سے اس کی طرف

بڑھی۔

’’شہوار کہاں جا رہی ہو میری بات تو سنو۔‘‘

’’نیہا پلیز میں ضروری کام سے آئی تھی۔چھوڑو مجھے؟‘‘

شہوار کے چہرے پر خفگی کی دھند چھائی تھی۔زوہیب اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

’’آج تک کوئی کام تمہیں مجھ سے زیادہ ضروری نہیں ہوا پھر۔‘‘

’’ہوتا ہے سب کچھ ہوتا ہے نیہا وقت کی بساط پر ہر بات ہو جاتی ہے۔‘‘

شہوار مستقل ناراضگی میں ہاتھ چھڑا رہی تھی۔

’’نیہا اس سے پوچھو یہ جس حرکت کی وجہ سے اتنا تھوبڑا بنائے پھر رہی ہے‘ وہی حرکت یہ خود نہیں کر رہی؟ میں کتنی بار اس سے معافی مانگ چکا ہوں مگر پھر بھی معاف کرنے کے بجائے مستقل روٹھی ہوئی ہے۔اگر یہ معافی اور درگزر کو ٹھیک سمجھتی ہے تو خود اس سے کیوں انکار کر رہی ہے؟‘‘

زوہیب کو بھی آج موقع مل گیا تھا بھڑاس نکالنے کا۔

’’یہ ہوئی ناں بات ہے اب جواب دو اس بات کا۔ایک شخص اگر اپنی غلطی پر پشیمان ہو کر معافی مانگ رہا ہے تو پھر اس کو سزا دینا کہاں کا انصاف ہے۔‘‘

دونوں بہن بھائی کی بات میں اتنا وزن تھا کہ شہوار جو اپنی ناراضگی میں ہر بات کو بھلائے بیٹھی تھی۔اب ناراضگی کے بادل چھٹے تو اس نے ندامت بھری

نظروں سے نیہا پھر زوہیب کو دیکھا۔وہ اپنی چاہتوں میں اب بھی معصوم اور سچا تھا۔

''تم ......تم دونوں بہت خراب ہو۔''

اس نے کھسیانی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''اب تو ان ہی خراب لوگوں کے ساتھ زندگی گزارنی پڑے گی محترمہ۔''

زوہیب شوخی سے اس کی طرف بڑھا۔

''خبردار جو آئندہ کچھ کہا ہو تو۔''

''میری توبہ؟'' زوہیب نے شوخی سے کان پکڑ لیے تو نیہا نے مسکرا کر دونوں کو دیکھا اور باہر نکل گئی۔

♥......♥......♥

احمر اور قیصر کے خاندان کے بزرگوں کا ایک وفد خیر سگالی کے جذبات کے ساتھ آیا ہوا تھا۔

''وحید صاحب ماضی میں ہمارے بھائی نے جو زیادتی آپ لوگوں کے ساتھ کی ہم اس سے قطعی لاعلم ہیں۔مگر ہم انتقام کی روایت کو ماضی کی شب کی تاریکی میں دفن کر کے اخوت اور محبت کی امید لے کر آئے ہیں۔''

''نجیب صاحب ہمیں معلوم ہے کہ آپ لوگ لاعلم تھے۔ملک سے باہر تھے بہرحال اب ہم پرانی کسی بات کو نہیں دہرائیں گے۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج

سے عالیہ بیٹی ہماری بہو ہے۔''

وحید صاحب نے نجیب صاحب کو گلے لگا کر کہا تو کمرے کی فضا میں مبارک سلامت کی خوشبو پھیل گئی۔قیصر جو اس تمام عرصے میں مجرم بنا سر جھکائے کھڑا تھا۔وحید صاحب کے گلے لگ گیا۔

''انکل کتنا سکون ہے اس معافی میں' محبت میں یہ ہی سمجھایا تھا میں نے ابو کو مگر۔''

''چھوڑو قیصر بیٹا ماضی کو چھوڑ دو۔نئی سحر کی کرنوں میں اپنی اپنی خوشیاں تلاش کرو۔''

وحید صاحب کی بات پر قیصر کی نظر سب کو مٹھائی پیش کرتی نیہا پر پڑی تو حزیں دل پر چوٹ سی پڑی۔

''میری خوشیاں گہرے پانیوں میں ڈوب چکی ہیں انکل۔''

اس نے زیر لب کہا اور باہر نکلتی نیہا کو دیکھتا ہوا الگ ہو گیا۔

♥......♥......♥

اس روز احمر کے گھر والوں نے ان سب کی دعوت کی تھی۔نیہا گھر پر تھی کسی نے اس سے جانے کو کہا بھی نہیں تھا۔وہ اپنے کمرے میں کھڑکی کھولے خالی نظروں سے باہر دیکھ رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور ساتھ ہی دروازہ کھول کر قیصر اندر آ گیا۔

''آپ'' وہ چونک کر سیدھی ہو گئی۔

"ہاں میں۔ مائنڈ نہ کرنا نیہا میں یہ گستاخی کر بیٹھا ہوں۔بس ایک بات تم سے کرنی ہے۔"

"بیٹھیے نیہـــا نے آہستگی سے کہا تو وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ہاتھوں کو آپس میں مسل کر اپنی بات کے لیے الفاظ تلاش کرنے لگا۔

"نیہا میں صاف گوئی کی معذرت چاہوں گا۔میرے زندگی میں تمہاری پاکیزہ محبت اور پھر ندامت کے علاوہ کچھ بھی نہیں ...... بس اب ایک خوشی تمہارے نام کی میں اپنی زندگی میں چاہتا ہوں۔"

"میں سمجھی نہیں قیصر صاحب اب آپ۔" وہ اس کی بات سے الجھ گئی۔

"احمر کو میرا بھائی ہونے کی سزا نہ دینا نیہـــا میں ...... میں کل رات کی فلائیٹ سے شاید کبھی نہ آنے کے لیے جا رہا ہوں ......تمہاری اور احمر کی شادی اب میری زندگی کی اولین خوشی ہے اگر پوری کر سکو تو تمام عمر ممنون رہوں گا اور دعا دوں گا۔"

اور پھر اس کا جواب سنے بغیر وہ کھڑا ہو گیا اس پر ایک نظر ڈالی اور تیزی سے باہر نکل گیا اور وہ الجھی الجھی سی بیٹھی رہ گئی۔وہ نہ جانے کب تک اسی کیفیت میں ڈوبی رہتی کہ وہ سب آ گئے۔عالیہ اور احمر بھی آئے تھے وہ باہر لان میں آ گئی۔ٹھنڈی ٹھنڈی گھاس پر ننگے پاؤں چلنا اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔وہ شفاف آسمان پر چاند کو دیکھ رہی تھی۔چھوٹی چھوٹی سفید بدلیاں آ کر چاند کو چھو کر چلی جاتیں' یہ شوخیاں اسے اچھی لگ رہی تھیں۔وہ اوپر چہرہ کیے دلچسپی سے اس منظر میں محو تھی کہ کسی سے ٹکرا کر

سیدھی ہو گئی۔

"اوہ آپ" وہ احمر کو سامنے دیکھ کر سیدھی ہو گئی۔

"جی میں ...... اگر مائنڈ نہ کریں تو میں بھی چاند کو دیکھ لوں۔"

"تو دیکھیے اس میں میرے مائنڈ کرنے کا کیا جواز ہے۔"

"تعلق ہے تو پوچھ رہا ہوں ...... خیر چھوڑیے۔"

وہ بول رہا تھا اور اس کے الفاظ کی ٹھنڈی چاندنی نیہا کے دل میں اترتی چلی گئی۔

"نیہا محبت کرنے والے عجیب ہی ہوتے ہیں۔"

"ہوں؟" نیہـــا نے آہستہ سے کہا پھر چند لمحے خاموشی سے سرک گئے دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہے۔چلتے چلتے نیہا ایک دم پلٹی۔

"ڈاکٹر احمر وہ انگوٹھی جو میں نے آپ کو واپس دی تھی۔وہ صرف میرے لیے تھی ناں تو اسے میرے پاس ہی ہونا چاہیے۔لائیے میری امانت۔" یہ انداز یہ الفاظ یہ سب احمر کے لیے بے انتہا خوش کن اور حیران کن تھا۔وہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی۔

"نیہـــا یہ سب کیا ہے؟ یہ تم ہو۔" اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"ایک بار آپ نے اپنے اور میرے بارے میں ایک خیال کا اظہار کیا تھا کہ ہم دونوں اچھے جیون ساتھی ثابت ہو سکتے ہیں' میں آپ کے خیال سے متفق ہوں۔"

احمر نے خوش ہو کر نعرہ لگایا تو گھر بھر کو خبر ہو گئی۔انیقـہ سب سے زیادہ خوش تھی۔

رات ایئر پورٹ پر سب ہی موجود تھے۔صرف نیہا اور احمر نہیں تھے۔آخری لمحوں میں قیصر نے نیہا اور احمر کو ساتھ آتے دیکھا تو خوشی سے اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"تھینک یو نیہا تم نے میرا مان رکھ لیا...... خدا تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔"

الفاظ بھی ساتھ نہیں دے رہے تھے۔خوشی یا محرومی کی یہ بارش اندر دل کے صحرا پر برسنے لگی تو وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔نیہا اور احمر نے ایک ساتھ ہاتھ ہلایا۔اس نے پلٹ کر ان کو دیکھا اور چلا گیا۔وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر زندگی سے بھرپور انداز میں مسکرا دیے۔

اختتام